بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

درباِر قادری

مصنفہ

محمود علی المتخلص مائل کرنالی پنشنر ہیڈ کلرک گوجرانوالہ

غوثیہ کتب خانہ لاہور

1958ء

تعارف

چونکہ اِس کتاب "دربارِ قادری" میں سلسلۂ عالیہ کمالیہ سکندریہ قادریہ کے عظام کا تذکرہ ہے۔ اس لئے بلا شبہ یہ کہا جاتا ہے کہ:-

اس میں ہیں کاملینِ طریقت کے تذکرے
گنجینۂ معرفت کا ہے دربارِ قادری

خورشید محی الدین گیلا

انتساب

میں اس کتاب " دربارِ قادری " کو اپنی اس عقیدت کے پیشِ نظر جو مجھ کو حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم سیّد عبدالقادر محی الدین جیلانی رح کبیر ملک العشاق شہ کمال قادری کیتھلی رح اور قطب الاقطاب سراج الاصفیا حضرت شاہ سکندر رئیس الاولیا کیتھلی رح سے ہے ۔ بہ نظر سرخروئی معاملاتِ دنیا و دین حضرت پیر روشن ضمیر، تاجدار چرخ طریقت، شاہ سوارِ عرصۂ کرامت سیّد علی احمد شاہ قادری مدظلہُ العالی کیتھلی حال مقیم ڈیرہ غازی خاں کے اسمِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں ۔

یکم جنوری ۱۹۵۸ء

محمود علی مائل کرنالی
حال مقیم گوجرانوالہ

اقتباس

اس کتاب "دربارِ قادری" میں سلسلۂ عالیہ قادریہ کے بانی حضرت محی الدین جیلانی غوثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ آنحضرت نے اس سلسلے کو برِّ اعظم ایشیا۔ برِّ اعظم یورپ اور برِّ اعظم افریقہ کے رہنے والوں سے روشناس کرایا۔ اور اب دنیا کے جس ملک میں جائیں وہاں حضرت غوثِ اعظمؒ کے شیدائی ضرور ملیں گے۔ ہندوستان میں یہ سلسلہ حضرات کبیر ملک العشاق شاہ کمال قادریؒ اور رئیس الاولیاء شاہ سکندر قادریؒ کیتھلی کے ذریعہ پہنچا۔ اور ان حضرات کے بعد ان کے خلفائے کرام کے سلسلوں نے قادری مسلک کو ملک کے ہر شہر اور قریے میں پھیلا دیا۔ اس لئے ہر دو حضرات موصوف کے حالات بھی کتاب میں درج کئے گئے۔ یہ خراجِ عقیدت ہے جو ان تاجدارانِ طریقت کے حضور "دربارِ قادری" کتاب کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مصنف:
مائل کرنالی

فہرس

عرضِ حال

یہ غالباً سال ۱۹۲۵ء کا ذکر ہے کہ میں سرکاری ملازمت کے سلسلے میں کرنال سے تبدیل ہو کر کیتھل تعینات ہوا۔ (یہ کیتھل ضلع کرنال کی تحصیل ہے) ابھی دس پندرہ روز ہوئے تھے کہ میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ آج حضرت سیّد علی احمد صاحب قادری مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ ہے آپ بھی چلیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں اس نے جواب دیا کہ موصوف مشہور و معروف پیرِ کامل ہیں حضرت شاہ سکندر قادریؒ کی اولاد سے ہیں اور بارگاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ عشا کے بعد ہم دونو حضرت قبلہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ بڑی شفقت اور توجہ سے ملے۔ چند اور عقیدت مند بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جو اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کے تذکرے میں مصروف تھے۔ ہم خاموش ان کی گفتگو سنتے رہے۔ دو گھنٹے اسی رنگ میں گذر گئے۔ مگر اس قلیل سی مدت صحبت میں مجھ کو بے حد قلبی راحت اور روحانی مسرت حاصل ہوئی اور میں دل ہی دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ ایسے پُرسکون اور پاکیزہ ماحول میں روز آنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ خوش بختی ہے۔ کہ کسی کو

ایسی محفل مل جائے۔ اور فی الواقعہ میں اسی تہیئے اور ارادے سے واپس ہوا۔ اب یہ میرا معمول ہو گیا کہ روزانہ عشا کے بعد حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور دو دو تین تین گھنٹے تک وہیں رہتا۔ حضرت قبلہ کی توجہ مجھ پر اس درجہ اثر انداز ہوئی کہ عشا کا وقت ہوتے ہی میرے دل کو حضرت قبلہ کی محفل کا تصور ہو جاتا۔ افسوس کہ یہ صورتِ حال زیادہ عرصہ نہیں رہی۔ کیونکہ چھ سات ماہ بعد میرا تبادلہ کرنال کا ہو گیا۔ کرنال آجانے کے بعد بھی میرے دل پر حضرت قبلہ کی توجہ کا اثر رہا۔ جب کوئی شخص کرنال سے کیتھل جاتا۔ تو میں حضرت قبلہ کی خدمت میں اپنا عاجزانہ سلام بھیجتا۔ اور جب کوئی شخص کیتھل سے کرنال آیا ہوا مجھ سے ملتا تو میں اس سے حضرت قبلہ کا حال پوچھتا۔

آخر میری تمنا رنگ لائی۔ یعنی سال ۱۹۳۰ء میں میرا تبادلہ پھر کیتھل کا ہو گیا۔ کیتھل پہنچ کر میرے دل کا عجیب حال تھا۔ یہ محسوس ہو رہا تھا کہ مجھ کو ساری خدائی مل گئی ہے۔ اب کی بار میں شب کے علاوہ دن کو بھی حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا۔ اسی دوران میں گیارھویں شریف کا موقعہ آگیا۔ یہ تقریب حضرت قبلہ سال میں ایک مرتبہ بڑی دھوم دھام سے منایا کرتے تھے۔ ہر طرف سے ہزاروں عقیدت مند پہنچ جاتے تھے۔ دن کو قرآن خوانی اور شب کو نعت خوانی اور

حضرت پیرانِ پیر دستگیرؒ کے سوانح حیات پہ تقریریں ہوتی تھیں، یہاں پاکستان میں بھی حضرت قبلہ ہر سال بڑے پیمانے پر یہ تقریب سعید مناتے ہیں۔ ایک روز حضرت قبلہ کا مجھ سے ارشاد ہوا کہ حضرت پیر دستگیرؒ کا وہ ڈاکوؤں والا واقعہ نظم کیا جائے اور اُسے گیارھویں شریف میں پڑھکر سنایا جائے۔ اس ارشاد کی تعمیل میں مَیں نے "اِعجازِ قادری" کے عنوان سے اس واقعۂ عظیم کو نظم کیا اور پھر اُسے تقریبِ مبارک میں پڑھا۔ یہ نظم اس کتاب میں موقعہ پر درج کی گئی ہے۔ اس نظم کے ساتھ حضرت پیر دستگیرؒ کی شان میں ایک قصیدہ بزبان فارسی بھی نظم کیا جو بجنسہٖ مذکورہ کے ساتھ درج ہے۔ نظم اور قصیدے کا اصل نسخہ جو میری قلم کا لکھا ہوا ہے۔ حضرت قبلہ کے پاس آج تک محفوظ ہے۔ میں اپنی اس حقیر سی کوشش کو اپنے لئے سعادتِ دارین تصور کرتا ہوں۔ اس مرتبہ بھی میں پانچ یا چھ ماہ ہی کیتھل رہا تھا۔ کہ میرا تبادلہ پھر کرنال کا ہو گیا۔ اور مجھے بہ ہزار غم و افسوس کیتھل سے رخصت ہونا پڑا۔ کرنال آکر مجھ کو کیتھل کا تصور رہتا اور میں قریباً ہر سال گیارھویں شریف میں شامل ہونے کی بیحد کوشش کرتا۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ ملازمت کی مصروفیتوں اور مجبوریوں کے پیشِ نظر میں تقریب میں شامل نہ ہو سکا۔ اس دفعہ میرا

تعارف سید رشید احمد صاحب انسپکٹر آبکاری سے جو آج کل لاہور
میں تعینات ہیں ہوا تھا۔ یہ سید صاحب حضرت قبلہ کے بڑے
شیدائی ہیں۔ گیارھویں شریف کی ہر تقریب کا اہتمام و انصرام انہی
کے سپرد ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں ان کا خلوص۔ تندہی اور طریقہ
انتظام دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور جس محبت اور شفقت
سے یہ مہمانوں سے ملتے تھے۔ وہ ان کی خوبیٔ اخلاق کا بہترین
ثبوت ہے۔ پاکستان آنے کے بعد بھی یہ سید صاحب گیارھویں
شریف کے موقعہ پر حضرت قبلہ کی خدمت میں لاہور سے ڈیرہ غازیخاں
پہنچ جاتے ہیں اور اسی شغف، جاں فشانی، حسنِ انتظام اور خلوص
سے تقریبِ مسعود کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ کتاب انہی سید صاحب
کے زیر اہتمام شائع ہو رہی ہے اور وہی اس کی اشاعت میں
دلچسپی لے رہے ہیں۔"

حضرت قبلہ کی نظرِ توجہ ایک بار پھر میری طرف ہوئی۔ اور
جنوری ۱۹۳۶ء میں میرا تبادلہ پھر کیتھل کا ہو گیا۔ میرے دل کی
خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ کیتھل پہنچ کر میں دن رات میں کئی مرتبہ
حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ ہر گیارھویں شریف میں میری
شرکت ہوتی اور میں اپنے وہ قصائد جو بزرگانِ سلسلۂ قادریہ

کی شان میں لکھے تھے، سنایا کرتا۔ مجھ کو یاد ہے کہ حاضرین کی اکثریت
اور خود حضرت قبلہ کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ میرے قصائد کبھی کبھی میرے
چھوٹے برادر سید ولائیت علی شاہ اور سید ارشاد علی شاہ، جو اِن
دنوں نو عمر تھے اپنے مخصوص ترنم میں ہم آواز ہو کر سنایا کریں، اور
جب وہ پڑھتے تو ترنم کی کشش سے ساری محفل جھوم اٹھتی تھی۔
اکتوبر ۱۹۴۰ء میں میرا تبادلہ پھر کرنال کا ہو گیا۔ مگر اس کے بعد
بھی ترکِ وطن سے قبل میں گیارھویں شریف کی کئی تقاریب میں
شامل ہوا۔ حضرت قبلہ کا تصوّر اسی طرح رہتا تھا۔ اور یہ تمنا دل کو
ہر وقت تڑپاتی رہتی تھی کہ گردشِ حالات ایسا پلٹا کھائے کہ میرا
تبادلہ پھر کیتھل کا ہو جائے۔ مگر سال ۱۹۴۷ء تک ایسا نہ ہوا۔
پاکستان آنے کے بعد بھی کئی سال تک حضرت قبلہ کا نیاز حاصل نہ ہوا۔
کبھی سنا کہ آپ قبولہ شریف مقیم ہیں۔ کبھی یہ خبر ملی کہ منٹگمری اقامت
افروز ہیں۔ کبھی یہ پتہ چلا کہ ملتان تشریف رکھتے ہیں۔ آخری مرتبہ معلوم
ہوا کہ ڈیرہ غازی خاں پہنچ گئے ہیں۔ یہ خبر مجھ کو مستری برکت نے دی تھی۔
یہ حضرت قبلہ کے مخلص مرید ہیں۔ ان کا پہلا وطن ریاست کپورتھلہ ہے
اور آج کل شہر گوجرانوالہ سے ایک میل کے فاصلے پر موضع گرجاکھ
میں سکونت رکھتے ہیں۔ انہوں نے مجھ کو کیتھل گیارھویں شریف

کی محفلوں میں پڑھتے دیکھا تھا۔ اس لئے مجھ کو پہچان کر دریافت حالات کی اور مجھ کو حضرت قبلہ کی جائے رہائش سے مطلع کیا اگرچہ حضرت قبلہ کی نسبت یہ خبر مسرت انگیز تھی۔ مگر کہاں گوجرانوالہ اور کہاں ڈیرہ غازی خان، یہ دوری اور یہ طویل فاصلہ آں قبلہ کی راہ میں ایک مہم ہے۔ اور یہ اس لئے کہ مالی مشکلات نے دلوں کو بے حد پریشان کیا ہوا ہے۔ اور اس دور میں اہل دل کے لئے قدم قدم پر صعوبتیں ہیں۔

یہ تین سال کی بات ہے کہ حضرت قبلہ گوجرانوالہ تشریف لائے اور اس طرح سال ۱۹۴۶ء کے بعد سال ۱۹۵۲ء میں حضرت قبلہ کا نیاز حاصل ہوا۔ سال ۱۹۵۵ء میں حضرت قبلہ پھر گوجرانوالہ تشریف لائے۔ اور اس دفعہ چند اہل عقیدت نے بڑے اشتیاق اور اصرار سے عرض کیا کہ حضرت پیر دستگیر غوث الاعظمؒ، حضرت کبیر ملک العشاق شاہ کمال قادری کیتھلیؒ اور حضرت رئیس الاولیاء شاہ سکندر کیتھلیؒ کے سوانح حیات کو ایک کتاب میں شائع کیا جائے۔ انہی حضرات نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ اس ناچیز نے قطب الاقطاب حضرت شاہ مدارؒ کی سوانح عمری "گلزار مدار" کے نام سے سال ۱۹۳۲ء میں تصنیف کی تھی۔ اس لئے یہ خدمت

بھی اسی ناچیز کے سپرد کی جائے - یہ دونو تجاویز سید رشید احمد صاحب کے ذریعے ہی پیش کی گئی تھیں - اس لئے حضرت قبلہ نے اس خیال سے بھی کہ سید صاحب موصوف کی تمنا بھی یہی ہے کہ ایسی کتاب ضرور شائع کی جائے - دونو تجاویز کی منظوری فرما دی - میں نے عرض کیا کہ ملازمت کی مصروفیتیں اور مجبوریاں اس راہ میں حائل ہیں - تاہم کوشش کی جائے گی کہ سال ۱۹۵۵ء میں سوانح حیات مرتب کر لئے جائیں - مگر اس سال یہ کام نہ ہو سکا۔ حضرت قبلہ ۱۹۵۶ء میں بھی تشریف لائے - کتاب کا ذکر آیا - میں نے عرض کیا کہ سال کے اخیر تک یہ کام انجام پا جائے گا - مگر وہ سال بھی یونہی گذر گیا - سال ۱۹۵۷ء کی گرمیوں میں حضرت قبلہ گوجرانوالہ تشریف لائے - اہل عقیدت نے پھر کتاب کا ذکر کیا - کپتان محمد حسین صاحب ساکن ڈسکہ ضلع سیالکوٹ بھی موجود تھے - یہ کپتان صاحب حضرت قبلہ کے خاص معتقدین سے ہیں - اور حضرت قبلہ کو شمع نورانی تصور کرتے ہوئے ان پہ پروانہ وار فدا ہیں - بڑی خوبیوں کے حامل ہیں - اور انتہائی سنجیدہ اور متین ہیں - اس مرتبہ میں نے عرض کی کہ میں اسی سال سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو جاؤنگا ریٹائر ہونے سے پہلے رخصت ملا کرتی ہے - اس لئے میں ان ایام

رخصت میں کتاب کو ترتیب دے دوں گا۔ میں نے ماہِ نومبر اور دسمبر ۱۹۵۷ء کی رخصت لی۔ مگر یہ دونوں ماہ دیگر مصروفیتوں میں گذر گئے۔ میں بزمِ اقبال رجسٹرڈ گوجرانوالہ کا جنرل سیکرٹری بھی ہوں یہ بزم شہر گوجرانوالہ کے شاعر، ادیب اور اہلِ ذوق حضرات کی جماعت ہے۔ جو اشاعتِ ادب اور ترویجِ زبان اردو کے لئے شب و روز جد وجہد کر رہی ہے۔ اس بزم کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں بھی مجھ کو وقت دینا پڑتا ہے۔ اس لئے میں کتاب کا ایک جزو بھی نہ لکھ سکا۔ آج یکم جنوری ۱۹۵۸ء ہے۔ عصر اور مغرب کے درمیانی وقفے میں میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس طرح دعا کی:۔

"اے خداوند تعالیٰ میں اتنا بے مایہ اور ہیچمدان ہوں۔ اور مجھ سے تاجدارانِ طریقت اور شاہ سوارانِ روحانیت کے سوانح حیات کو کتاب کی صورت میں مرتب کرایا جا رہا ہے یہ کام بلاشبہ میری طاقت اور رسائی سے باہر ہے اور اگر یونہی منظور ہے ــــ تو میری روحانی امداد فرمائی جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر مجھ سے یہ عظیم مہم سر نہ ہو سکے گی۔"

اور پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ مزید عرض کرتے ہوئے کہ :۔

"تیری رہنمائی اور تائید غیبی کے بھروسے پر ابتدائے کار کر رہا ہوں"

اپنے قلم کو منزل مقصود کی جانب روانہ کردیا۔

دہلی سے شمال کی جانب اسی میل کے فاصلے پر سڑک اعظم کے کنارے پر شہر کرنال واقعہ ہے۔ جو اس ناچیز کا وطن ہے اور وہاں سے مغرب کی جانب ۳۶ میل کے فاصلے پر ایک دوسری سڑک کے کنارے شہر کیتھل آباد ہے ـــــ یہ کیتھل سال ۱۸۵۷ء کے غدر کے وقت ایک سکھ رانی کا پایۂ تخت تھا۔ جو راجہ اودے سنگھ کی والدہ تھی۔ اودے سنگھ مذکور غدر سے پہلے مرچکا تھا۔ چونکہ غدر کے ایام میں رانی مذکور نے سرکار انگریزی کا مقابلہ کیا تھا۔ اس لئے انگریزوں نے ریاست کیتھل کو انگریزی علاقے میں شامل کر لیا تھا۔ اسی شہر کیتھل میں حضرت کبیر ملک العشاق حضرت شہ کمال قادریؒ اور حضرت رؤس الاولیاء حضرت شاہ سکندر قادریؒ کے مزار شریف ہیں اور انہی حضرات کی سوانح عمری کا سے ہے۔ حضرت کبیر ملک العشاقؒ حضرت رؤس الاولیاء شاہ سکندر قادری کے جدِ امجد ہیں۔ ان دونوں حضراتِ والا کے مزار مبارک ایک دوسرے کے نزدیک مختلف قبوں میں ہیں۔ ہر قبے کا

الگ احاطہ بھی ہے۔ اور ہر وسیع احاطے میں دیگر اولیاء اور بزرگ حضرات کی پختہ قبریں بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جس وسیع قطعۂ اراضی میں یہ مزار شریف اور احاطے واقع ہیں۔ کسی وقت ہمایوں شاہِ ہند کا مشہور باغ تھا۔ دونوں قبروں۔ احاطوں اور ان کے ماحول پر نظر ڈالی جائے تو ان کی سطوت اور جلالت سے دلوں پر رعب طاری ہو جاتا ہے۔ اور روحانیت کے ان تاجداروں کے مرتبوں اور اُن کے اجلال کا ہلکا سا تصور بھی بدن میں تھرتھری پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ اللہ سینکڑوں برس بعد بھی ان کے در و دیوار سے شان اور عظمت برس رہی ہے اور ہیبت و سطوت کا وہی انداز ہے۔ تصور کیجئے کہ یہ حضراتِ والا قدر جب جسم ظاہری سے یہاں موجود ہوں گے۔ تو اس وقت اس ماحول کی کیا صورت ہوگی۔ شجرۂ نسب کی رو سے حضرات سیدنا غوث الاعظمؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے بارہ پشتوں میں ملتے ہیں اور حضرت کبیر ملک العشاق شہ کمال قادریؒ اور حضرت پیر دستگیر غوث الاعظمؒ کے درمیان بھی بارہ پشتوں کا فاصلہ ہے۔ اور حضرت قبلہ سید گل احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی موجودہ سجادہ نشین سرکار رئیس الاولیاء۔ محبوب الٰہی شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ سے دس پشتوں سے مل جاتے ہیں۔ مزید وضاحت اس طرح ہے۔ کہ حضرت کبیر ملک العشاق

شاہ کمال قادری کیتھلیؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ عماد الدینؒ ہیں۔ اور ان کے صاحبزادے حضرت رئیس الاولیاء شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ ہیں۔ جن کی اولاد سے موجودہ حضرت قبلہ ہیں۔ اور حضرت کبیر ملک العشاق کے دوسرے صاحبزادے قطب الاقطاب سرتاج الاصفیاء حضرت شاہ قطب الدینؒ ہیں جن کا مزار شریف قبولہ ضلع منٹگمری میں ہے اور وہاں سے اُن کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت رئیس الاولیاء شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ حضرت مجدّد الف ثانی سرہندیؒ کے پیر ہیں۔ اور حضرت مجدّد الف ثانیؒ کو آنحضرت سے خرقۂ خلافت بھی حاصل ہے۔

موجودہ حضرت قبلہ سید علی احمد شاہ صاحب مدّظلہ العالی کی نسبت یہی شہرت ہے کہ آپ پیدائشی ولیٔ کامل اور عارف باطن ہیں۔ اگرچہ یہ روحانی معاملہ ہے۔ مگر حضرت قبلہ کی ریاضت مجاہدہ، اخلاق، بے ریا و بے لوث معاملات۔ پاکیزہ زندگی اور دیگر شواہد آپ کے تقدس اور آپ کی روشن ضمیری کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ میں سال ۱۹۲۵ء سے حضرت قبلہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ اور اس وقت ہزاروں اشخاص ایسے بھی موجود ہیں۔ جن کے سامنے حضرت قبلہ کی پوری زندگی گذری ہے۔ اور انہوں نے حضرت قبلہ کی فیض رسانیوں کے بادلوں کو برستے دیکھا ہے وہ برملا کہہ رہے ہیں کہ حضرت قبلہ کی روحانی

توجہ اور اُن کے جذب نظر میں تجلیوں کے کارنامے ہیں۔ اور اُن
قلبی تاثر اور تصرف ہواؤں میں کام کر رہا ہے۔ کیتھل میں کوئی غ
مُسلم بھی ایسا نہ تھا جو کسی نہ کسی صورت اور ضرورت کے سلسلہ
میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا ہو۔ ہر صبح و شام سینکڑوں آد
آپ کی دعاؤں کے لئے در دولت پر حاضر رہتے تھے اور ہزار دل
آپ کی عظمت روحانی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ آخر کوئی
تھی جو مُسلم اور غیر مُسلم کو حضرت قبلہ کے روبرو دعا یا عرض سلام
لئے کشاں کشاں لاتی تھی۔ اور سارے علاقے میں آپ کو پیر روشن ضمیر
کہلوا رہی تھی۔ حضرت قبلہ کے تین فرزند علی الترتیب سیّد مسعود محیّ الدّ
صاحب، سیّد خورشید محیّ الدّین صاحب اور سیّد مقبول محیّ الدّین ص
ہیں۔ جو تحصیلِ علم اور مجاہدۂ روحانی میں مصروف ہیں۔ اُمید ہے کہ
کے کرم اور حضرت قبلہ کی توجہ سے یہ صاحبزادے عنقریب خاندا
مقامات اور مناصب حاصل کریں گے۔ میاں مسعود محیّ الدّین صاحب
کی ریاضت کشی اور مجاہدہ تو آج کل انتہا پر ہیں۔

یہ کتاب بظاہر تکمیل کو پہنچ گئی ہے۔ مگر محض میری نظر اور میر
خیال کے لحاظ سے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میری یہ مجال ا

بساط کہاں کہ میں اپنے ممدوحین کی حیاتِ مبارکہ کے تمام سانحوں اور واقعات کا احاطہ کر سکوں اور میرے قلم میں اتنی تاب کہاں جو ان کو معرضِ تحریر میں لا سکے۔ اور جو کچھ میں کر سکا ہوں یہ بھی محض حضرت قبلہ کے روحانی تصرف کا نتیجہ ہے۔ یہ کتاب حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم رح کے تعارف نامے اور حضرت کبیر ملک العشاق شاہ کمال قادری کیتھلی رح اور حضرت رئیس الاولیا شاہ سکندر قادری کیتھلی رح کے سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ سلسلے سے متعلق کچھ مخصوص حضرات گرامی کا مختصر سا ذکر بھی آ گیا ہے۔ اور آخر میں حضرت قبلہ کی نسبت بطور تعارف کچھ صراحت کی گئی ہے۔ حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم رح کا تعارف نامہ حضرت قبلہ کے ارشاد کی تعمیل میں التزاماً شامل کیا گیا ہے، کیونکہ شانِ کمالی اور شانِ سکندری عبارت ہے شان جیلانی سے۔ اور یہ کیتھل کے دونو چاند جیلاں کے اسی سورج کی روشنی سے افق عالم پر منور ہیں۔ نیز حضرت قبلہ کی ہدائت کے مطابق جس قدر قصائد ان حضرات کی شان میں کیتھل کی محفلوں میں عام طور پر پڑھے جاتے تھے۔ وہ اپنے اپنے موقعہ پر من و عن درج کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ان دیرینہ عقیدتمندوں کا تعلق منقطع نہ ہو جائے اور وہ آئندہ کیلئے ان حضرات والا مراتب کے فیض و عطا سے محروم نہ ہو جائیں۔ یہ حضرت قبلہ کی عنایت اور فراخدلی کا بیّن ثبوت ہے الحمدللہ۔

کہ ان دیرینہ عقیدتمندوں میں جن کے قصائد کلیتھل کی محفلوں
میں عام طور پر پڑھے جاتے تھے - یہ ناچیز بھی شامل
ہے ؎

خداوندا۔ خدائی تجھ کو شایاں
ترے سر پر ہے زیبا تاجِ شاہاں
تری قدرت کا ہے ادنیٰ کرشمہ
یہ بحر و بر، یہ صحرا اور گلستاں
ہر اک معدوم میں تو ہی نہاں ہے
ہر اک معلوم میں تو ہی نمایاں
مرے مولا کہاں میں اور کہاں تو
کہاں قطرہ، کہاں بحرِ فراواں
ترے آگے ہے کیا میری حقیقت
کہاں ذرّہ، کہاں خورشیدِ تاباں
مری بیچارگی ہر بات میں ہے
تری چارہ گری ہر جا نمایاں
یہ میری عاجزی کی انتہا ہے
کہ میں بندہ ہوں تو میرا خدا ہے

ماہرؔ کرنالی

نعتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ہیں جملہ انبیاء کے امام
آپ لائے ہیں آخری پیغام

آپ کا لفظ لفظ وحیِ خدا
آپ کی بات بات ہے الہام

عالم عالم میں آپ کی رحمت
گوشے گوشے میں آپ کا انعام

ہر نبی کو اگر ستارہ کہیں!
اُن کے جھرمٹ میں آپ ماہِ تمام

آپ کا جلوہ ہے ہماری سحر
آپ کی زُلف ہے ہماری شام

آپ کی بارگاہ کا ہے دربان
کوئی فغفور ہو کہ ہو بہرام

کوئی رازی بنا کوئی رومی
آپ کے میکدے سے پی کر جام

کر گئے آپ کے غلام یہاں
قیصروں اور سکندروں کے کام

اپنے مائل سے بھی حضورِ مآب
لیجئے گا ہزار لاکھ سلام

مائل کرنالی

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

تصور میں علی کے جب یہ چشم آرزو تر کی
بہا کر لے گئی جنت میں مجھ کو موج کوثر کی

جہاں میں آرزوؤں سے ید اللّٰہی نہیں ملتی
یہ قصے ہیں نصیبوں کے یہ باتیں ہیں مقدر کی

علی مشکل کشا، شیر خدا، مولا، وصی، حیدر
خبر ہے کتنی تفسیریں اسی کے ایک پیکر کی

فرشتے سر بکف آتے ہیں سرکارِ ولایت میں
ستاروں کی چمک سے روشنائی اس کے دفتر کی

علی کو والہانہ عشق تھا شاہِ رسالت سے
وفا کی شرط کو کافی ہے اِک تمثیل بستر کی

جہاں عنتر نظر آیا۔ وہیں تیغِ علی چمکی
جہاں مرحب گیا۔ پہنچی وہیں تلوار حیدر کی

یہ آنسو گوہرِ دل اور موتی ہیں جالے کے تو یہی
غمِ حیدر سے کیا عزت بڑھی ہے دیدۂ تر کی

اے مائلؔ جب میں کرتا ہوں بیاں ساقیٔ کوثر کا
مرے شعروں سے ہوتی ہے تراوش آبِ کوثر کی

مائلؔ کرنالی

مدح حضرت پیر دستگیر غوث الاعظمؒ

رونق بزم تمنا غوث صمدانیؒ سے ہے
شہرت مہر و وفا محبوب سبحانیؒ سے ہے

اے جناب غوث اعظمؒ یہ ہجوم زندگی
بزم الفت میں ترے جلووں کی ارزانی سے ہے

سر بسجدہ ہے ترے کوچے میں زعم خسروی
طرۂ شاہی بھی تیرے در کی دربانی سے ہے

ہوش میں آ کر اے جنوں اب اور منزل آ گئی
واسطہ اپنا نگاہ غوث صمدانی سے ہے

دل وہی ہے جو تڑپتا ہے جنون شوق میں
آنکھ کی قیمت اگر کچھ ہے تو حیرانی سے ہے

دل چمک اٹھتے ہیں درد آرزو کی چوٹ سے
رونق محفل یہاں آشفتہ سامانی سے ہے

آدمی کیا ہے عناصر کی کوئی ترکیب ہے
لیکن اس گھر میں تجلی نور ایمانی سے ہے
بجھ گئے تھے ہر طرف مائل تمنا کے چراغ
آج یہ رونق محی الدین جیلانی سے ہے

مائل کرنالی

کچھ تصوّف کے بارے میں

کیونکہ یہ کتاب "تصوّف" کے منتہیٰ حضرات کے سوانح اور حالاتِ زندگی سے متعلق ہے اس لئے ضروری ہو گیا ہے۔ کہ مختصر الفاظ میں تصوّف کی تشریح بھی کی جائے اور موجودہ زمانے کے تقاضوں کے پیشِ نظر اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ ہر صاحبِ بصیرت اور معرفت نے اپنے اپنے انداز میں تصوف کی تشریح کی ہے۔ کچھ کا یہ خیال ہے کہ حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہدِ مبارک میں اہلِ صفّہ کی ایک جماعت تھی۔ جو خیرات وغیرہ پر بھی بسر کرتی تھی۔ اور علمِ شرعی و دینی کی تحصیل میں مصروف رہتی تھی۔ اسی صفّہ سے تصوّف کو مشتق کیا گیا ہے۔ کسی نے بیان کیا ہے کہ تصوف سے یہ مراد ہے۔ کہ کسی کو خوشی اور غم کا احساس اور امتیاز ہی نہ رہے۔ کسی کا قول ہے کہ اپنی اَنا کو مٹانے اور ذاتِ وحدت سے واصل ہو جانے کی تگ و دَو کو تصوّف کہتے ہیں۔ کوئی اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اپنے نفس اور اپنی خودی کو محو کر کے اپنے میں انوارِ الٰہی دیکھنے کی خواہش کو تصوف کہنا چاہیئے۔ کسی ماہرِ طریقت کی یہ رائے ہے کہ فطری اور اخلاقی برائیوں کو دُور کر کے اچھے کردار اور اچھے اخلاق کے حصول کے بعد نتیجے میں جو مسرّت

مدح حضرت پیر دستگیر غوث الاعظمؒ

رونق بزم تمنا غوثِ صمدانیؒ سے ہے
شہرت مہر و وفا محبوب سبحانیؒ سے ہے

اے جناب غوث اعظمؒ۔ یہ ہجوم زندگی
بزم الفت میں ترے جلووں کی ارزانی سے ہے

سر بسجدہ ہے ترے کوچے میں زعم خسروی
طرۂ شاہی بھی تیرے در کی دربانی سے ہے

ہوش میں آ کر اے جنوں اب اور منزل آگئی
واسطہ اپنا نگاہِ غوث صمدانی سے ہے

دل وہی ہے جو تڑپتا ہے جنون شوق میں
آنکھ کی قیمت اگر کچھ ہے تو حیرانی سے ہے

دل چمک اٹھتے ہیں دردِ آرزو کی چوٹ سے
رونقِ محفل یہاں آشفتہ سامانی سے ہے

آدمی کیا ہے عناصر کی کوئی ترکیب ہے
لیکن اس گھر میں تجلی نور ایمانی سے ہے
بجھ گئے تھے ہر طرف مائل تمنا کے چراغ
آج یہ رونق محی الدین جیلانی سے ہے

مائل کرنالی

کچھ تصوّف کے بارے میں

کیونکہ یہ کتاب "تصوّف" کے منتہی حضرات کے سوانح اور حالاتِ زندگی سے متعلق ہے اس لئے ضروری ہو گیا ہے۔ کہ مختصر الفاظ میں تصوّف کی تشریح بھی کی جائے اور موجودہ زمانے کے تقاضوں کے پیشِ نظر اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ ہر صاحبِ بصیرت اور معرفت نے اپنے اپنے انداز میں تصوف کی تشریح کی ہے۔ کچھ کا یہ خیال ہے کہ حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہدِ مبارک میں اہلِ صفّہ کی ایک جماعت تھی۔ جو خیرات وغیرہ پر بھی بسر کرتی تھی۔ اور علمِ شرعی و دینی کی تحصیل میں مصروف رہتی تھی۔ اسی صفّہ سے تصوّف کو مشتق کیا گیا ہے۔ کسی نے بیان کیا ہے کہ تصوف سے یہ مراد ہے۔ کہ کسی کو خوشی اور غم کا احساس اور امتیاز ہی نہ رہے۔ کسی کا قول ہے کہ اپنی اَنا کو مٹانے اور ذاتِ وحدت سے واصل ہو جانے کی تگ و دَو کو تصوّف کہتے ہیں۔ کوئی اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اپنے نفس اور اپنی خودی کو محو کر کے اپنے میں انوارِ الٰہی دیکھنے کی خواہش کو تصوف کہنا چاہیئے۔ کسی ماہرِ طریقت کی یہ رائے ہے کہ فطری اور اخلاقی برائیوں کو دُور کر کے اچھے کردار اور اچھے اخلاق کے حصول کے بعد نتیجے میں جو مسرّت

اور کیفیت حاصل ہوتی ہے اُسے تصوّف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور کسی کا نظریہ یہ ہے کہ حضورِ قلب اور صفائی باطن کو اصطلاحاً تصوف کہتے ہیں۔ غرضیکہ اس لفظ تصوف کی مختلف تشریحیں اور تعریفیں کی گئی ہیں اور یہ تمام اپنے اپنے خیال۔ کیفیات اور ماحول کے مطابق ہیں۔ نظرِ غائر تو یہی کہتی ہے کہ مفہوم تو سب کا ایک ہے البتہ پیرایۂ بیان مختلف ہے۔ اور ایسی صورت میں بیان کے پیرائے کا اختلاف کوئی اختلاف نہیں ۔

تاریخیں اور خود قرآن پاک اِس امر پہ گواہ ہیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت اس وقت ہوئی تھی۔ جب تمام کائنات برائیوں اور مکروہات سے بھر گئی تھی۔ بت پرستی اور الحاد ہر مُلک میں سکہ جمائے ہوئے تھے۔ خدا کی وحدت اور حق پرستی کا نام تک نہ تھا سلطنت اور ملوکیت نے انسانوں کا گلا گھونٹ رکھا تھا۔ اُمراء اور اہلِ حکومت شب و روز ظلم و تشدّد پہ آئے ہوئے تھے۔ بچاری انسانیت آخری دموں پر تھی اور آثار پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ دنیا اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہونے والی ہے۔ کہ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلّم نے کوہ فاران سے صدائے حق بلند فرمائی۔ اور اس پہاڑ کی چوٹی سے دنیا کی ہر برائی اور ہر ضلالت کو چیلنج کیا۔ پھر کیا تھا۔

ساری باطل دنیا نے آپ کو نرغے میں لے لیا اور وہ معرکہ آرائی ہوئی کہ چشمِ فلک نے آج تک وہ سماں نہ دیکھا ہوگا۔ ایک طرف خدا کو ماننے والا ایک انسان اور دوسری طرف تمام دنیا۔ کیا اس وقت تک کسی کو یقین آ سکتا تھا کہ صرف ایک انسان ساری دنیا کو ہلا دے گا۔ اور اپنی بات منوا کر رہے گا۔ یہ مانا کہ جنگوں اور محاربوں میں تکالیف کا سامنا ہونا ازبس ضروری ہے۔ مگر وہ ہستی جو اصلاح عالم کے لئے منتخب ہو کر آئی تھی تکالیف اور مصائب کو کب خاطر میں لاتی۔ دنیا کو اُس کے سامنے جھکنا پڑا۔ حق کا بول بالا ہوا۔ اور خدائے واحد کی بات پوری ہو کر رہی۔ یعنی مُردہ دلوں میں رُوحِ زندگی پھونکی گئی۔ مایوس اور نامرادوں نے کامرانیوں سے دامن بھر لئے۔ اخوّت اور یکسانیت نے گھرے ہوئے مقدروں کو اُبھارا دیا۔ اور بزمِ عالم کی اِس شان سے رونق آرائی ہوئی کہ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمُود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لے جانے کے بعد خلفائے عظام اور صحابۂ کرام نے اس فطری پروگرام کو جاری رکھا اور اپنے ہادی اور شارع کے قدموں پہ اسی طرح چلتے رہے۔ ہر

مقام پر باطل کی قوت کو شکست پر شکست دیتے رہے۔ خدا کے دین کو پھیلانے اور گمراہ انسانوں کو راہِ راست پر لانے کی مہم میں شب و روز لگے رہے۔ حق کی اشاعت اور اس کی حمایت میں آلام و مصائب برداشت کرتے رہے اور محض خوشنودیٔ خدا کے حصول کے لیے اپنی راحت قربان کرتے رہے۔ اس طریقِ کار اور کردار کو تصوف کہا جاتا ہے خلفائے عظام اور صحابۂ کرام کے بعد یہ خدمات مردانِ طریق اور علمائے شریعت کے ہاتھ آئیں۔ اور اس طرح یہ حضرات بھی صوفی کہلائے۔ صوفی کہلانا آسان بات نہیں۔ اس کے لئے اپنے متقدمین جیسے کردار، اسی اخلاق اور اسی تبلیغ و اشاعت دین۔ اور اسی جرأت و بیباکی کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے وہی مجاہدے۔ وہی نفس کشی اور وہی یادِ الٰہی مطلوب ہے جو ہمارے پیش رو حضرات کا طریق رہا ہے۔ اگر کوئی شخص ان تمام جھمیلوں خدمتِ خلق اور کثرتِ کار سے گھبرا کر اور کسی گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر یادِ الٰہی میں منہمک ہو جائے۔ تو یہ اس کی انفرادی اور ذاتی حیثیت کے لئے تو مفید ہو گا۔ مگر اسے اس معنی میں صوفی کس طرح کہا جائے۔ جس کی تشریح اوپر کی گئی ہے۔ صوفی کا ہر فعل خدائی کی راہنمائی میں اجتماعیت اور انسانیت کے لئے ہوتا ہے۔ انفرادی اور ذاتی نہیں ہوتا۔ اسی غلط فہمی نے تصوف کے حقیقی معنی نظروں سے اوجھل کر دیئے ہیں۔ اور

آج تصوف کے ایسے کاہل اور لاپرواہ دعویدار تصوف کے مقدس اور تاریخی احترام کو نقصان پہنچا رہے ہیں - اور اپنے غلط اعمال اور اطوار سے حقیقت کے چہرے کو بدنما کر رہے ہیں - کیا مناسب نہیں کہ اس دور میں جبکہ ہر بات کا عملی جائزہ لیا جا رہا ہے - اور سائنسی اور مشینی حالات اور کمالات نے دنیا کے نظریات میں انقلاب پیدا کر دیا ہے - ہمارے اہلِ تصوف کمر در رگ پر انگلی رکھیں اور تصوف کے استحکام اس کی احیا - اس کی بہبود اور اس کی اشاعت کے لئے میدانِ عمل میں نکل پڑیں - ماضی سے حال کو سمجھیں - اور حال سے مستقبل کے لئے کوئی ٹھوس پروگرام مرتب کریں - وہ دیکھیں کہ آج ناواقف عوام کی زبانیں تصوف کے حق میں کس بے باکی سے طعن و تشنیع پر اتر آئی ہیں - وہ صوفیا کو کس بری نظر سے دیکھتے ہیں - اور بالخصوص اس لفظ تصوف کے ساتھ کس حقارت سے پیش آتے ہیں - اگر صوفیائے کرام نے اسی غفلت سے کام لیا - اور تصوف کی نگہداشت کے لئے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا تو وہ خوب سمجھ لیں کہ زمانے کے تیور بدلے ہوئے ہیں - یعنی ایک طرف الحاد کا سیلاب بڑھتا جا رہا ہے اور ابھرتی ہوئی دہریت خطرناک صورت اختیار کئے ہوئے ہے اور دوسری طرف کمیونزم اور سوشلزم اپنے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان میں آئے

ہوئے ہیں اور خود مسلمانوں کے کچھ گروہ لوگوں کو مذہب کے عمائد اور
اکابرین سے نفرت دلا رہے ہیں۔ تصوف تو رہتی دُنیا تک رہے گا۔
مگر یہ غافل اور لاپرواہ صوفی نہ رہیں گے۔ خدا کی مشیت کا کام کب
رُکا ہے۔ وہ ان صوفیوں کی جگہ اوروں کو بھیج دے گی۔ جو فی الواقعہ
عملی اور کرداری صوفی ہوں گے اور تصوف کے مقدس اور تاریخی نام کو
روشن کرنے والے ہوں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

فضائل سلسلہ قادریہ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سید المرسلین حضور رسالت مآب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے اصحاب کے اختلاف کے بارے میں جو وہ میرے بعد کریں گے، دریافت کیا تو وہ مجھے بذریعہ وحی بتایا گیا۔ کہ اے محمد! تیرے اصحاب ایسے ہیں جیسے آسمان پر ستارے۔ ان میں سے بعض بعضوں سے زیادہ قوی ہیں۔ لیکن سب کے سب نور ہیں۔ اس لئے آپ کے اصحاب میں اگر کوئی اختلاف ہو اور کوئی شخص کسی صحابی کی بات مان لے تو وہ شخص میرے نزدیک راہ راست پر ہوگا۔ پس میرے اصحاب ستارے ہیں۔ جو ان میں سے کسی کا مقتدی بنے گا وہ سیدھی راہ پائے گا۔

واضح رہے کہ اولیائے عظام اور صاحبانِ طریقت حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے ہی متعلق ہیں۔ اور صحابہ کرام ہی

کے قدموں کے نشانوں پر چلتے ہیں۔ اس لئے ان کے پیرو جس سردار طریقت کے راستے اور راہنمائی میں چلیں، وہ بھی راہِ راست پر ہوں گے۔ ان پیروؤں کو اپنے اپنے سردار طریقت کے سلسلے سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر سلسلے کا الگ الگ نام ہے۔ مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ جس قدر سانس ہیں اسی قدر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے ہیں۔ یہ سلسلے بیشمار ہیں۔ لیکن ان میں مشہور ترین یہ ہیں۔ جو لوگ سید الطائفہ حضرت جنیدؒ کے پیرو ہیں انہیں **جنیدیہ** کہتے ہیں۔ جو حضرت خواجہ عبدالواحدؒ سے منسوب ہیں، انہیں **زیدیہ یا واحدیہ** کہا جاتا ہے۔ شیخ ابوالحسن نوریؒ کے پیروؤں کو **نوریہ**۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کے پیروؤں کو **طیفوریہ**۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ کے پیروؤں کو **ادھمیہ**۔ حضرت حارث بن اسد محاسبیؒ کے پیروؤں کو **محاسبیہ**۔ حضرت سہل عبداللہ تستریؒ کے پیروؤں کو **تستریہ**۔ حضرت حمدون قصارؒ کے پیروؤں کو **قصاریہ**۔ حضرت محمد بن علی حکیم ترمذیؒ کے پیروؤں کو **حکیمیہ**۔ حضرت شیخ ابوسعید خرازؒ کے پیروؤں کو **خرازیہ**۔ حضرت شیخ عبداللہ خفیفؒ کے پیروؤں کو **خفیفیہ** اور حضرت شیخ ابوالعباس سیارؒ کے پیروؤں کو **سیاریہ** کہتے ہیں۔ یہ سلسلے قدیم ہیں۔ متاخرین اولیائے کرام صاحب سلسلہ ہوئے ہیں۔ ان میں **قادریہ، چشتیہ،**

نقشبندیہ۔ سہروردیہ اور کبرویہ بہت مشہور ہیں۔
کیونکہ متاخرین میں حضرت غوث الثقلین پیر دستگیرؒ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ
حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ۔ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ اور
حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ بہت مشہور ہیں۔ اس لئے مندرجہ بالا پانچ سلسلوں
کے نام علی الترتیب انہی بزرگوں کے نام سے موسوم ہیں۔ مذکورہ بالا بزرگ جملہ
مومنین کے مقبول ہیں اور خواص و عوام میں کوئی فرد ان سلسلوں سے باہر نہیں ہے
اور تمام عالم کے گردن فرازوں کو ان کی غلامی اور مریدی کرنا پڑتی ہے اور
ان سلسلوں کے مقتدا کامل۔ عارف۔ واصل اور مہتدی ہیں۔ لیکن ظاہر ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور
فرمایا ہے "فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" اور پھر فرمایا "ان فضل اللہ یؤتیہ
من یشاء" یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور
کہ فضیلت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔
جو امتی زیادہ عالی مرتبت اور صاحب کمال ہوگا سمجھ لو کہ اس پر حضور
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت اور عنایت زیادہ سے زیادہ ہے
وہی سب سے زیادہ بہتر اور بزرگ ہوگا۔ جس کو حضور رسالتمآب پناہیؐ کا
زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث الثقلین محی الدین
عبد القادر جیلانیؒ کو فضیلت دی ہے اور "قدمی ھذا علیٰ رقبۃ

کل ولی اللہ" کہنے پر انہیں مامور فرمایا ہے۔ اور تمام مقرب فرشتوں (اولیائے متقدمین و آخرین کی مجلس میں (جو زندہ تھے۔ وہ از روئے جسم، اور جو فوت شدہ تھے وہ از روئے روح حاضر مجلس تھے) حضور رسالتمآب نے حضرت غوث الثقلین محی الدین جیلانیؒ محبوب سبحانی کو خاص خلعت اپنے دستِ مبارک سے پہنچائی تھی۔ اور روئے زمین پر کوئی ایسا ولی نہ رہا تھا جس نے حضرت غوث الثقلین کے روبرو گردنِ تسلیم خم نہ کی ہو۔ حضرت میراں شاہ میرؒ فرماتے ہیں کہ" قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کے معنی یہ ہیں کہ میرا طریق سب طریقوں سے اعلیٰ ہے۔ قدم سے مراد طریقہ ہے۔ اور تمام اولیا نے جو گردن جھکالی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ حضرت غوث الثقلینؒ کا طریق یا مسلک سب سے اعلیٰ ہے

فضائل مختلف لوگوں کی نظر میں

(۱) شیخ جمال العارفین ابوالوفاؒ فرماتے ہیں کہ میں نے غوث الثقلینؒ کے بارے میں حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث الثقلینؒ کو تمام ولیوں سے اعلیٰ مرتبہ دیا ہے اور سب سے اعلیٰ اور عمدہ شربت اپنی محبت کا چکھایا ہے۔ پھر یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھ کو شیخ عبدالقادرؒ کے سر پر ایسا نور دکھائی دیتا ہے۔ جس کی شعاعیں مشرق اور مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پھر آپ نے حضرت غوث الثقلینؒ

رف غائبانہ طور پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا "اے شیخ اب تو ہمارا زمانہ
لیکن تھوڑے ہی عرصے میں تمہارا زمانہ آئے گا۔ جب ہر مرغ کی زبان بند
جائے گی۔ مگر تمہارا طوطی قیامت تک بولتا رہے گا" بعض اولیاء کا قول
"اس عجمی جوان کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا" بعض اولیائے
نے آپ کے ظہور سے سو سال قبل آپ کی آمد کی بشارت دی تھی۔
جوانی کے ایام میں حضرت غوث الثقلینؒ شیخ حمادؒ کی صحبت میں بیٹھے
۔ جب اٹھ کر باہر تشریف لائے۔ تو شیخ حمادؒ نے فرمایا "اس عجمی نوجوان
قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا" شیخ ابو سعید قیلویؒ نے فرمایا "کہ
ث الثقلینؒ زمین کی بہ نسبت آسمان میں زیادہ مشہور ہیں" حضرت غوث
ثقلینؒ خود فرماتے ہیں۔ "ہر ایک ولی کسی نبی کے قدم پر ہے اور میرا قدم
ے جدا مجد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہے۔ جہاں انہوں نے قدم رکھا
ں میں نے قدم رکھا۔ مگر نبوت کے قدم میں مجھ کو راہ نہ ملی"
امام یافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلینؒ کی بارگاہ سے نقشبندیہ،
شتیہ، سہروردیہ اور کردیہ سلسلوں کے مشائخ کو کافی حصہ ملا ہے وہ
س طرح کہ حضرت خواجہ معین الدینؒ اجمیری بغداد پہنچ کر حضرت غوث الثقلینؒ
ی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنجناب نے خواجہ صاحب کو کچھ مہینے اپنے
رہ مبارک میں رکھا اور توجہ فرماتے رہے۔ خواجہ یوسف ہمدانیؒ بغداد

میں حضرت غوث الاعظمؒ کی صحبت میں رہے۔ سلسلہ سہروردیہ سے شیخ الشیوخؒ کے چچا حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ جو شیخ عمادؒ کے پیر ہیں۔ اور شیخ عمادؒ شیخ نجم الدین کبریٰ کے پیر ہیں اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہمیشہ حضرت غوث الثقلینؒ کی خدمت و صحبت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ یہ شیخ ابوالنجیبؒ جب حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت میں روانہ ہوتے تو اپنے اصحاب کو فرماتے کہ "وضو کر لو۔ اور اپنے دلوں کی نگہداشت کر لو اور خبردار ہو جاؤ کیونکہ میں ایسے شخص کی خدمت میں جاتا ہوں جس کا دل اللہ تعالےٰ سے علم حاصل کرتا ہے"۔ شیخ الشیوخ فرمایا کرتے تھے "مجھے جو کچھ ملا ہے وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی برکت سے ملا ہے"۔

امام عبداللہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ "شیخ عبدالقادرؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے مجھے دیکھا ہے یا میرے مدرسے میں پہنچ گیا ہے اس سے قبر اور قیامت کا عذاب اٹھا لیا جاتا ہے"۔ سلسلہ قادریہ صحو، کثرت فتوح اور عدم لغزش پر مبنی ہے۔ صحو سے مراد مرادوں کا حاصل ہونا اور حال کی صحت ہے چنانچہ حضرت غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی شخص میرا مرید ہو اور اس کی سواری کا قدم پھسلے تو میں قیامت تک اس کا محافظ ہوں"۔

سلسلہ قادریہ کے فضائل میں جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ یہ تو صرف اس قدر ہے جیسے کسی دریائے بے پایاں سے ایک گھونٹ حاصل کر لی جائے

تاہم عوام اور اہلِ عقیدت کی اطلاع اور اپنی عقیدت اور ارادت کے
اظہار کے لئے یہ بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ایک ذرۂ ناچیز خورشید
منور کی تفسیر کا حق ادا کیا کر سکے گا۔ ایک ذرۂ بے بساط سے ایک
بحرِ بے کراں کی تشریح و تفصیل کس طرح ہو سکے گی؟

ایک مخلصانہ گذارش

شاہ جہاں شہنشاہِ دہلی کے چار لڑکے تھے۔ سب سے بڑا
اس سے چھوٹا شجاع۔ پھر اورنگ زیب اور سب سے چھوٹا مُراد تھا
کی مسلسل بیماری پر چاروں شہزادوں کے درمیان حصولِ تخت کے
تگ ودو شروع ہوگئی۔ دارا شکوہ مذکور حضرت میاں میر قادری لا
رحمتہ اللہ علیہ کے مخلصین سے تھا۔ اور حضرت موصوف کی وجہ سے
سلسلۂ قادریہ سے ارادت رکھتا تھا۔ اس شہزادے کی تصنیف
"سفینۃ الاولیاء" صوفیوں کی دنیا میں اچھی خاصی شہرت رکھتی ہے تخت
کے حصول کی یہ تگ ودو شاہزادوں کے درمیان اس قدر بڑھی ک
جنگ و جدل کی نوبت آگئی۔ اور آخر کار شاہزادہ اورنگ زیب
اپنے بھائیوں پر غالب آیا اور تختِ سلطنت پر متمکن ہوگیا۔ دارا شکوہ
قتل کیا گیا۔ شجاع شکست کھا کر تناسرم کے پہاڑوں میں فرار ہوگیا
اور پھر اس کی کوئی خبر نہ آئی۔ اور مُراد کو قید و بند میں ڈال دیا گیا

خود شاہجہان کو اپنی زندگی کے بقایا سات آٹھ سال قلعہ دہلی میں بطور نظر بند گذارنے پڑے۔

شاہجہان بادشاہ داراشکوہ سے بہت محبت رکھتا تھا۔ اور چونکہ وہ ولی عہد بھی تھا۔ اس لئے وہ عام طور پر دارالسلطنت میں رہتا تھا۔ اور دیگر شہزادے دارالسلطنت سے دور گورنر کی حیثیت سے صوبوں میں تعینات تھے۔ صدر مقام پر رہنے کی وجہ سے داراشکوہ کو اثر ورسوخ حاصل ہو گیا تھا اور عام پبلک میں اس کی شہرت بڑھ گئی تھی۔ مگر جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے، تقدیر کا فیصلہ اس کے خلاف تھا۔ حصولِ تخت کے بعد سیاستِ ملکی کا تقاضہ یہی تھا کہ اورنگ زیب داراشکوہ کی ہر دلعزیزی اور شہرت کو زائل کرے اور پبلک کے دلوں پہ اپنا نقش جمائے۔ ایسا ہوتا ہی آیا ہے۔ ہر نئی حکومت پچھلی حکومت کو بُرا بتاتی ہے۔ اس میں ہزار قسم کے عیب نکالتی ہے'۔ اور اس کی خوبیوں کو بھی برائیوں کا لباس پہنا کر پیش کرتی ہے۔ انگریزوں نے اودھ اور دہلی پر قبضہ جمانے کے بعد شاہانِ اودھ اور شاہانِ دہلی کو کس طرح بدنام کیا۔ اور ان کے خلاف کتنا گھناؤنا پروپیگنڈہ جاری رکھا انہوں نے ہندوستان میں جس نواب یا راجہ کے ملک کو بہ جبر اپنے اقتدار میں لیا۔ اس کے حکمرانوں پر بے سر و پا الزام لگائے اور

یہ انتہائی کوشش کی کہ عوام کے دلوں سے ان حکمرانوں کی محبت اور خوش فہمی کو دور کر دیا جائے اور ساتھ ہی اپنے راج کی برکتوں اور خوبیوں کے راگ بھی الاپے جائیں۔

یہی اورنگ زیب کو کرنا پڑا۔ دارا شکوہ صوفی مشرب تھا۔ مگر اسے شرابی عیش پرست اور لامذہب بیان کیا گیا۔ اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس کا رجحان طبع مذہب تشیع کی طرف تھا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ دارا شکوہ سلسلۂ قادریہ سے وابستہ تھا۔ اس لئے حکومت کے لئے یہ بھی لازم ہو گیا کہ وہ اس سلسلۂ قادریہ کو پس منظر میں ڈالنے کے لئے امکانی کوشش کرے اور اس کی بجائے صوفیاء کے کسی دوسرے سلسلے کو آگے لائے۔ اس کے لئے حکومتِ وقت نے سلسلۂ نقشبندیہ کو تجویز کیا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ سلسلۂ نقشبندیہ نے حکومت کی پالیسی سے پورا پورا تعاون کیا۔ سب کو معلوم ہے کہ اورنگ زیب کی زندگی میں کوئی شخص علی الاعلان تو کیا۔ خفیہ طور پر بھی تاریخ نویسی کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اورنگ زیب کے وقت میں کوئی تاریخ مرتب ہو کر منظرِ عام پر نہ آئی۔ البتہ صوفیاء کی کتب تصنیف ہو کر پبلک میں آئیں۔ اس لئے کہ وہ حکومت کی سیاست کے عین مطابق تھیں۔ اور ان میں سلسلۂ قادریہ کو پس منظر میں ڈالنے کا پورا مواد تھا۔ "زبدۃ المقامات" میں جو سلسلۂ نقشبندیہ کی تصنیف ہے۔

اورنگ زیب کی حکومت کا خیر مقدم کیا گیا اور اس کی سلطنت کے لئے دعائے خیر کی گئی۔ اسی وجہ سے حکومت کا تعاون اور اس کی اعانت سلسلہ نقشبندیہ کی عام شہرت کے ذمہ دار بن گئے اور سلسلۂ نقشبندیہ کو شہرت کے لحاظ سے وہ مقام مل گیا۔ جو سلسلۂ قادریہ کو حاصل تھا۔

اسی وقتی سیاست نے آگے چل کر اپنے رجحان کو مستقل صورت دے دی۔ یعنی اورنگ زیب کی وفات کے بعد جس قدر کتب سلسلۂ نقشبندیہ کی جانب سے مرتب ہوئیں۔ ان کا لب و لہجہ اور تیز ہو گیا اور حزم و احتیاط حدود کا خیال ہی نہ رہا۔ عقیدت کی گرمی اور اورنگ زیب کے وقت اور اس سے کچھ دیر بعد کی تصانیف نے دلوں سے اس تقدس اس حفظ مراتب اور ان آداب کو مٹانے کی کوشش کی۔ جو صوفیائے کرام کے نظام میں ڈسپلن کو قائم رکھتے ہیں اور یہ مسلم ہے کہ تصوف کے نظام میں سارا کھیل اسی ڈسپلن کا ہے۔ اگر کسی مرید کے محض دل ہی میں اپنے پیر کی جانب سے بدگمانی پیدا ہو جائے یا ایسا وسوسہ ہی دل میں آجائے۔ یا اپنے پیر کی عظمت اور بزرگی سے ذرا بھی غافل ہو جائے۔ تو مرید کہیں کا نہیں رہتا۔ یہ مانا کہ ایسا بھی ہوا ہے کہ پیر کو اتنی ہمہ گیر شہرت حاصل نہ ہوئی۔ جس قدر اس کے مرید کے حصے میں آئی مگر اس مرید کا ہمیشہ یہی عقیدہ اور ایمان رہا کہ میں اپنے پیر سے کمتر مقام پر ہوں۔

اور کہ یہ جو کچھ حاصل ہوا ہے۔ پیر ہی کا صدقہ ہے مگر نقشبندی سلسلہ
کے مصنفین کی توجہ رفتہ رفتہ اس ڈسپلن سے ہٹ گئی اور انہوں
اپنے نقشبندی بزرگوں کو جن سے انہیں عقیدت تھی۔ ایسا مقام
کی کوشش کی۔ جس سے ان بزرگوں کے مشائخ حضرات کی سرا
ہو جاتی ہے۔ اور جلی طور پر ان مشائخ حضرات کی اہانت کے پہلو
آتے ہیں۔ مثلاً نقشبندی سلسلے سے حضرت خواجہ باقی باللہ دہلو
حضرت مجدّد الف ثانی سرہندیؒ کے پیر ہیں۔ مگر مصنفین نے کئی
حضرت مجدّد الف ثانی کو حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ سے افضل
بیان کیا ہے۔ اور حضرت خواجہ صاحبؒ کو اس طرح پیش کیا ہے
بچارہ قاری اس الجھن میں گرفتار ہو جاتا ہے کہ کہیں حضرت مجدّد الف
ثانیؒ ہی حضرت خواجہ صاحبؒ کے پیر نہ ہوں۔ حضرت کبیر ملک العشا
شاہ کمال قادری کیتھلیؒ ملک العلماء حضرت شیخ عبدالاحد سرہندیؒ
پیر ہیں۔ مگر کھینچ تان کر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ پیر کو مرید پر کوئی
فضیلت ہی نہ رہے۔ نیز رئیس الاولیاء حضرت شاہ سکندر قادری
کیتھلیؒ حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے پیر ہیں۔ مگر کوشش یہ کی گئی
کہ پیر کی عظمت ختم ہو جائے اور یہ بھی کسی کے خیال میں نہ آئے کہ حضرت
رئیس الاولیاءؒ حضرت مجدد صاحبؒ کے پیر ہیں۔ اس طرح ان مصنفین

نے عقیدت کے جوش میں صوفیائے کرام کے مذکورہ ڈسپلن کو پیشِ نظر نہ رکھا۔ اور اس خیال میں رہے کہ وہ ان نقشبندی بزرگوں کی جن سے انہیں عقیدت ہے توصیف وثنا بیان کر رہے ہیں۔ مگر کیا وہ بزرگ ان کی اِس روش کو پسند فرمائیں گے۔ اور کیا اُن پر یہ بات گراں نہ گذرتی ہو گی۔ کہ ان کو ان کے مشائخ سے بھی بڑھایا جا رہا ہے۔

اِس گذارش سے کوئی شکوہ یا شکائیت مقصود نہیں۔ یہ تو محض اصلاحِ حال اور غور وفکر کی خاطر مخلصانہ رنگ میں اظہارِ خیال کیا گیا ہے ورنہ صوفیائے کرام کے یہ تمام سلسلے ایسے دریاؤں کی طرح ہیں۔ جو ایک ہی منبع سے نکلتے ہیں اور پھر ایک ہی دہانے میں جا ملتے ہیں۔ اگرچہ سطحی نظر انہیں علیحدہ علیحدہ دیکھتی ہے۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ باطن میں وہ سب ایک ہی ہیں ؛

ذکرِ خیر

حضرت محی الدین جیلانی غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۴۷۰ھ میں بمقام جیلان (ملک عراق) ہوئی۔ آپ پیرِ دستگیر قطبِ ربانی غوثِ صمدانی۔ اور محبوبِ سبحانی کے القاب سے بھی مشہور ہیں آپ کا اسمِ مبارک عبدالقادرؒ اور کنیت ابو محمدؒ اور لقب محی الدین ہے۔ آج دنیا کے ہر ملک و شہر میں آپ کا چرچا ہے۔ ممالک براعظم ایشیا، مصر، سوڈان ترکی۔ لیبیا۔ ٹیونس اور مراکو کے ہر قریئے میں آپ کو شہرتِ عام حاصل ہے آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی حضرت ابو صالح جنگی دوستؒ ہے جنگی دوست کے لقب سے اس لئے مشہور ہیں کہ وہ شب و روز جہاد فی سبیل اللہ کی تمنا میں رہا کرتے تھے۔ ان کا شمار وقت کے بہترین اولیا اور اصفیاء میں ہوتا تھا۔ حضرت غوث الاعظمؒ کی والدہ مکرمہ کا نام فاطمہ اور کنیت ام الخیر ہے۔ اس پاک بی بی نے تعلیم باطنی اور کسب روحانی کی تربیت اپنے والد حضرت عبداللہ الصومعی زاہد سے حاصل کی تھی۔ ایسے

غوث اعظم درمیان اولیا　　چوں محمد درمیان انبیا

[illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ
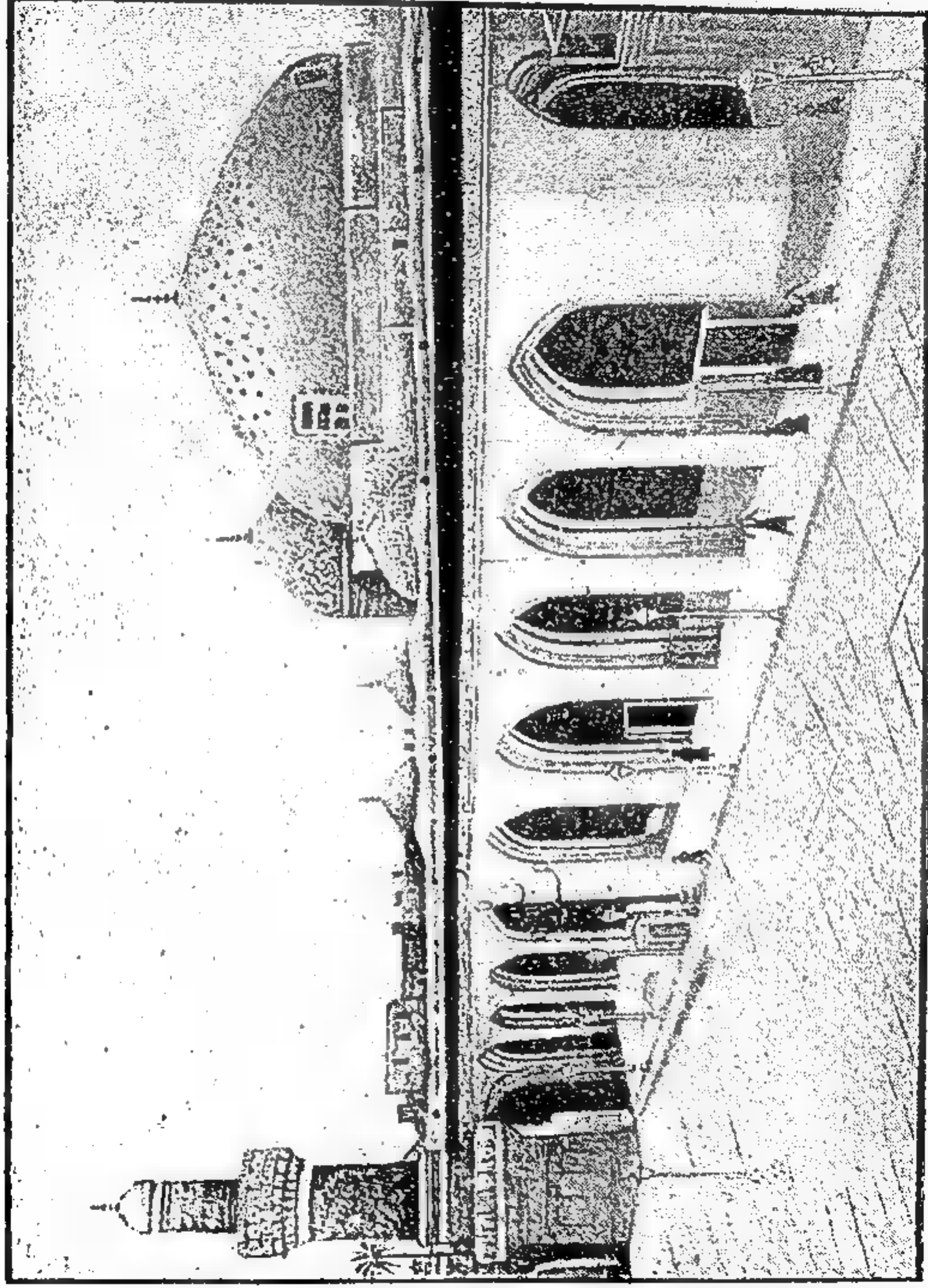
باکمال اور باپ اور ماں کے مشکوئے مبارک میں پرورش پانے والے ہونہار بچے کا مقام کیوں نہ بلند سے بلند تر ہوگا۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ملتا ہے۔ حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ حضرت ابو صالح جنگی دوستؒ۔ سید شاہ عبداللہؒ۔ سید یحییٰ زاہدؒ۔ سید محمد مورثؒ۔ سید شاہ داؤدؒ۔ سید موسیٰ ثانیؒ۔ سید عبداللہ مورثؒ۔ سید موسیٰ الجونؒ۔ سید عبداللہ محضؒ۔ حضرت امام حسن مثنیٰؒ۔ حضرت امام حسنؓ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ۔

آپ کی والدہ مکرمہ فرماتی ہیں۔ کہ شیر خوارگی میں آپ سال کے گیارہ مہینوں میں شیرِ مادر سے مستفیض ہوتے۔ اور رمضان شریف کے مہینے میں صبح سے شام تک دودھ نہ پیتے۔ خواہ کتنی ہی کوشش کی جائے۔ یعنی حالت رضاعی میں بھی آپ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو دودھ پیتے تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ لڑکپن کے ایام میں جب میں لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف ہوتا تو غیب سے آواز آتی "لہو و لعب سے باز رہو" میں اِدھر اُدھر دیکھتا مگر آواز دینے والا نظر نہ آتا۔ میں گھبرا کر والدہ مکرمہ کی گود میں جا بیٹھتا۔ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد جب میں سوتا تو یہ آواز سنائی دیتی۔ "تمہیں اس لئے پیدا نہیں کیا کہ تم سویا کرو"۔ چنانچہ یہی آواز قدم قدم پر آپ کو اس منصبِ جلیلہ

کی طرف لے جارہی تھی۔ جو ازل سے آپ کے لئے مخصوص ہو چکا تھا۔

آپؒ کے حلیئے کی نسبت کتب میں اس طرح درج ہے:۔ بڑا سر، چہرہ نہائیت خوبصورت، داڑھی لمبی اور چوڑی، سینہ بہت فراخ، جسم بظاہر بہت کمزور، قد درمیانہ، رنگ گندم گوں اور آواز باٹ دار تھی۔

اٹھارہ سال کی عمر تک آپ جیلان ہی میں تعلیم پاتے رہے، اس کے بعد آپ نے والدہ مکرمہ سے عرض کیا کہ اب وہ دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ علوم ظاہری کا بھی حصول کیا جائے۔ اور چونکہ اس زمانے میں شہر بغداد علوم و فنون کا مرکز تھا۔ اس لئے آپؒ نے بغداد جانے کی خواہش ظاہر کی۔ والدہ مکرمہ نے چالیس درم آپ کے کرتے میں سی دیئے۔ اور یہ نصیحت فرمائی۔ کہ ہمیشہ سچ بولیں اور ہر حال میں اکل حلال سے شکم پروری کی جائے، والدہ صاحبہ سے اجازت حاصل کرنے کے بعد آپؒ بغداد جانے والے قافلے میں شامل ہو گئے۔ یہ قافلہ ہمدان سے گذر رہی تھا۔ کہ ساٹھ مسلح ڈاکوؤں نے اس پر حملہ کیا۔ اور اہل قافلہ کا تمام روپیہ اور قیمتی سامان لوٹ لیا۔ ایک مسلح سوار آپؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا "تمہارے پاس کیا مال ہے؟" آپؒ نے فرمایا "چالیس درم ہیں" وہ ڈاکو اسے غلط بیانی سمجھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد ڈاکوؤں کا سردار آیا۔ اس نے بھی وہی سوال کیا اور آپؒ نے وہی جواب دیا۔ ڈاکوؤں

سردار نے پوچھا "کہاں ہیں؟" آپؒ نے فرمایا "یہ دیکھو میرے کُرتے میں سِلے ہوئے ہیں" کُرتے کی وہ جگہ اُدھیڑی گئی تو چالیس درم برآمد ہوئے۔ اسی عرصے میں اور ڈاکو بھی موقعہ پر آ گئے تھے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے سوال کیا۔ اگر آپ یہ کہہ دیتے کہ میرے پاس کچھ نہیں تو ہم آپ کی بات یقین کر لیتے اور یہ چالیس درم آپ کے پاس ہی رہتے" آپؒ نے فرمایا "جیلان سے چلتے وقت میری والدہ مکرمہ نے مجھ کو نصیحت کی تھی۔ کہ میں ہمیشہ سچ بولوں اور حلال روزی سے شکم پروری کروں۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ میں اپنی والدہ مکرمہ کی ہدایت پر عمل نہ کروں" ڈاکوؤں کا سردار اس جواب سے بہت متأثر ہوا اور کہنے لگا۔ "آپ والدہ کے حکم کی اس طرح تعمیل کرتے ہیں۔ اور ہم ہیں کہ خدا کے حکم کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور شب و روز ڈاکہ زنی اور ظلم و ستم کے ذریعے حرام مال سے پیٹ پال رہے ہیں۔ مَیں آج آپ کے ہاتھ پر اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ نیک زندگی بسر کروں گا۔" دوسرے ڈاکوؤں نے بھی یہی کہا کہ اگر آپ اس طرح توبہ کر رہے ہیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ سب ڈاکوؤں نے اس ناپاک پیشے سے آئندہ کے لئے توبہ کی اور جس قدر سامان اہلِ قافلہ کا لوٹا تھا وہ واپس کر دیا کتنا بڑا کارنامہ ہے جو آپ سے ۱۸ سال کی عمر میں ظہور پذیر ہوا۔

آخر آپ بغداد پہنچے۔ وہاں وقت کے ممتاز مردِ کامل حضرت شیخ حمادؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت حمادؒ نے کشف سے معلوم کر لیا تھا کہ ایک سعید اور برگزیدہ روح ان کے حلقۂ درس و تدریس میں آرہی ہے۔ چنانچہ آپ نے بطور پیش گوئی فرمایا۔ کہ "اے عراق! مبارک ہو۔ آج تجھ میں وہ ہستی آگئی ہے۔ جس کا انتظار تجھے مدت سے تھا۔ اب تیری خاک سے فیضِ باطنی اور کراماتِ ظاہری کے دریا اُبل اُبل کر تمام روئے زمین کو سیراب کریں گے۔" آپؒ نے حضرت حمادؒ سے قرآن مجید پڑھا اور حفظ کیا۔ اور جملہ علومِ ظاہری کی تحصیل و تکمیل انہی کی سرپرستی میں ہوئی۔ روحانی تربیت حضرت شیخ ابوسعید المبارکؒ سے حاصل کی۔ اور پھر خرقۂ خلافت بھی انہی سے حاصل کیا۔ اس طرح آپ کا روحانی سلسلہ بارہ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پیوست ہو گیا۔ تفصیل یہ ہے:۔

حضرت غوث الاعظم محیؔ الدین جیلانیؒ کے پیر حضرت ابوسعید المبارکؒ اُن کے پیر حضرت ابوالحسن بن محمدؒ القرشیؒ۔ اُن کے پیر حضرت ابوالفرج طوسیؒ۔ اُن کے پیر ابوالفضل عبدالواحد تمیمیؒ۔ اُن کے پیر شیخ ابوبکر شبلیؒ۔ ان کے پیر حضرت جنید بغدادیؒ۔ اُن کے پیر حضرت سری سقطیؒ ان کے پیر حضرت شیخ معروف کرخیؒ۔ اُن کے پیر حضرت داؤد طائیؒ۔

ان کے پیر حضرت سید حبیب عجمیؒ۔ ان کے پیر حضرت حسن بصریؒ۔ ان کے پیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور انہیں خرقہ ارادت و خلافت حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا تھا۔

اب وقت آگیا تھا کہ انتہائی بلند مقاماتِ باطنی کی تسخیر بھی کی جائے۔ اس لئے آپؒ بغداد کو چھوڑ کر عراق کے سنسان میدانوں اور تپتے ہوئے صحراؤں میں مجاہدہ اور ریاضت کے لئے تنہائی کی زندگی گذارنے لگے کتب میں تحریر ہے کہ اسی دوران میں آپؒ سے حضرت خضر علیہ السلام ملاقی ہوئے۔ انہوں نے آپ سے فرمایا کہ "یہیں بیٹھ جاؤ اور ایک سال تک بیٹھے رہو"۔ اور پھر چلے گئے۔ آپؒ ایک سال تک حضرت خضر علیہ السلام کے انتظار میں وہیں بیٹھے رہے۔ اس ایک سال کے عرصے میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پیا۔ البتہ درختوں پتوں اور گھاس کو بطورِ غذا استعمال کیا۔ ایک سال بعد حضرت خضر علیہ السّلام پھر تشریف لائے اور آپؒ سے پھر عہد لیا کہ ایک سال تک وہیں بیٹھے رہیں"۔ اس سال آپؒ نے درختوں کے وہ پتے اور گھاس بھی استعمال نہ کئے صرف پانی پر زندگی کو منحصر کر لیا ایک سال کے بعد پھر حضرت خضر علیہ السّلام تشریف لائے اور تیسری دفعہ بھی ایک سال تک اسی جگہ بیٹھنے کا وعدہ لے کر تشریف لے گئے۔ اس سال حضرت غوث الاعظمؒ نے نہ پانی پیا اور

نہ وہ گھاس اور درختوں کے پتے غذا کے طور پر کھاتے ۔ سال کے اختتام
پر حضرت خضر علیہ السّلام پھر تشریف لائے اور آپ کو بلند سے بلند
مقامات پر رسائی کی مبارک باد دے کر رخصت ہو گئے ۔ اب آپ
پر ایک کے بعد دوسرے بلند مقام کا انکشاف ہو رہا تھا ۔ اور دنیائے
روحانیت کا ایک کے بعد دوسرا قلعہ فتح ہو رہا تھا ۔ شیطانِ مردود
آپ کو اس عظیم مقام سے ہٹانے کے لئے انتہائی کوشش کی ۔ اور
آپ کے سامنے مختلف طلسماتِ فریب پیش کئے ۔ مگر ہر بار اُسے ناکامی
ہوئی اور آپ کا ہر قدم اس مجاہدہ اور ریاضت کی منزل میں آگے
ہی پڑا ۔ آخر ان مشغلوں اور مجاہدوں کی منزل بکمال حسن و خوبی طے ہو گئی
اور آپ پچیس سال کے عرصے کے بعد بغداد تشریف لائے ۔ اس مرتبہ
آپ کا زاویۂ نظر اور پیرایۂ قلب کچھ اور ہی تھا ۔ یعنی آپ وہ پہلے
عبد القادر محی الدّین نہ تھے ۔ اس لئے اہلِ شہر اور نظامِ سلطنت کی
غیر اسلامی اور مکروہ صورتِ حال سے آپ کی طبیعت گھبرانے لگی حتّیٰ
آپ نے بغداد سے چلے جانے کا ارادہ کر لیا ۔ اور ایک روز گلے میں
قرآن مجید ڈال کر محلہ حلب سے بغداد کے ترک پر چل کھڑے ہوئے
کہ فوراً ہی ایک غیبی آواز نے کہا ۔" واپس لوٹ جاؤ ۔ خلقِ خدا کو تم سے
بغداد ہی میں فیض پہنچے گا "۔ آپ نے فرمایا " میں تو اپنے دین و ایمان

کی حفاظت کے لئے ایسا کر رہا ہوں۔" اسی آواز نے جواب دیا "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ مخلوق کا تم پر حق ہے اور اس کی اصلاح و تربیت تمہارے حصے میں ہے۔" اس پر آپ بغداد ہی میں ٹھہر گئے۔ اور اس وقت کا انتظار ہونے لگا۔ جب آپؒ عوامی رنگ میں اصلاحِ مخلوق کے عظیم کام کو انجام دیں گے وہ وقت بھی آگیا۔ وہ اس طرح کہ آپؒ ایک روز دوپہر کے وقت مسجد میں محوِ خواب تھے کہ اس حالت میں آپؒ کو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور ماآبؐ فرما رہے ہیں "میرے بیٹے! تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے؟" عرض کیا "میں عجمی ہوں فصحائے بغداد کے سامنے کیسے منہ کھول سکتا ہوں۔" حضور ماآبؐ نے فرمایا "اپنا منہ کھولو" آپؒ نے منہ کھول دیا حضور رسالتمآبؐ نے سات مرتبہ اپنا لعابِ دہن آپؒ کے منہ میں ڈال دیا۔ پھر ارشادِ نبویؐ ہوا۔ "اٹھو۔ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو اور انہیں خدا کی طرف بلاؤ۔" ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی زیارت بھی خواب میں ہوئی۔ آں جنابؓ نے بھی وہی سوالات کئے۔ اِدھر سے بھی وہی جوابات پیش کئے گئے۔ اس پر آنجنابؓ نے آپؒ کے دہن میں چھ مرتبہ لعابِ دہن ڈال دیا۔ آپؒ نے عرض کیا "حضور رسالتمآبؐ نے سات مرتبہ لعابِ دہن گرایا تھا۔" آنحضرتؓ نے فرمایا "حضور رسالتمآبؐ کے

احترام کے پیشِ نظر چھ مرتبہ ہی لعاب دہن گرایا ہے" ۵۲۱ھ کا واقعہ ہے کہ آپؒ پہلی مرتبہ وعظ و پند کے لئے منبر پر تشریف لائے۔ اگرچہ اس وقت تقریر نہائت مختصر تھی۔ مگر حاضرین وجد کر رہے تھے۔ اور اثر و تاثر کے سبب بیقرار تھے۔ آخر وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اور یہ صورت ہو گئی کہ ایک وقت میں ساٹھ ساٹھ ستر ستر ہزار آدمی وعظ سننے کے لئے جمع ہو جاتے۔ اور اُن میں بہت سے آپؒ کے ارشادات کے نور سے منور ہو کر واپس لوٹتے۔ اس لئے کہ آپؒ کو وعظ و نصیحت کے اہم مقام کے لئے خاص طور پر مجاہدوں۔ ریاضتوں اور مشقتوں کے ذریعہ تیار کیا گیا تھا۔ اور آخر میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خاص عنائت اور شفقت نے تو سونے پر سہاگے کا کام کر دیا۔ شروع شروع میں آپؒ اسی مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے مگر جب حاضرین کی تعداد بے شمار ہونے لگی تو آپؒ عید گاہ کے میدان میں وعظ فرمانے لگے۔ اور وہ وقت بھی آیا۔ کہ عید گاہ کا وسیع میدان بھی تنگ نظر آنے لگا۔ وعظ سننے والوں کے عظیم مجمع میں سینکڑوں ادیب فاضل اور منتہی ہوتے تھے۔ اور سینکڑوں ہی فصحائے زبان و ماہرانِ علم و ادب جمع ہو جاتے تھے۔ آپؒ کے وعظ کو چار سو علمائے کرام قلمبند کیا کرتے تھے۔ اور یہ اسی کی برکت ہے کہ آپؒ کے مواعظ حسنہ

اور ہم تک پہنچ گئے ہیں۔ اِن مواعظِ حسنہ کو "فتوح الغیب" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ وعظ کے دوران میں الفاظ کی معنوی اور غیبی گرمی لوگوں کے دلوں پر پورا پورا وار کر جاتی۔ سینکڑوں اور ہزاروں بیخودانہ تڑپ اُٹھتے تھے۔ اور دلوں میں کچھ ایسی آگ بھڑک اٹھتی تھی۔ کہ گریہ و زاری کی نوبت آجاتی تھی۔ حتیٰ کہ ہر محفلِ وعظ میں دو چار اشخاص شدتِ جذبہ کے سبب واصل الی اللہ ہو جاتے۔

ایک روز عین ہنگامِ وعظ میں ایک عیسائی عالم سنان نامی آیا۔ اُس نے برسرِ مجمع بیان کیا کہ وہ یمن کا باشندہ ہے اور اس خیال میں تھا کہ کسی اہلِ یمن کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خواب میں اُسے ہدایت کی ہے کہ بغداد جاؤ اور عبدالقادر جیلانیؒ کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ کیونکہ اس وقت تمام دنیا کے لئے ان کو ہی حقِ ارشاد حاصل ہے۔ اسی طرح تیرہ اور عیسائی آئے اور بیان کیا۔ کہ ان کو بھی خواب میں یہی ہدایت ہوئی ہے۔ کہ بغداد میں عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرو۔ آپؒ کے خرقِ عادت اور کرامات کا ظہور اس قدر ہے کہ اگر اسے معرضِ تحریر میں لایا جائے تو دفتر کے دفتر مرتب ہو جائیں۔ مگر اس کتاب میں آپؒ کا اس سے زیادہ تعارف شامل کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ "مجھ کو وعظ و نصیحت اور اصلاحِ حال کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ جب میں وعظ و نصیحت سے دست کش ہونے کا ارادہ کرتا ہوں تو اندر سے میرا گلا گھٹنے لگتا ہے۔ اور یہ غیبی صدائیں سننے میں آتی ہیں کہ تم کو اسی غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے تم کو وعظ و نصیحت کے راستے پر ہی چلنا ہوگا۔" آپؒ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ پر قریباً پانچہزار یہودی اور نصرانی حلقۂ اسلام میں آنے لگے۔ اور لاکھوں مسلمان بری عادات اور فواحشات سے تائب ہوکر نیک زندگی بسر کرنے لگے۔ وعظ اور نصیحت کا یہ عرصہ ۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک رہا۔ ان چالیس سالوں میں آپؒ نے امتِ مسلمہ کی کایا پلٹ دی اور جو برائیاں مرورِ زمانہ کے طفیل مسلمانوں کی تہذیب۔ ثقافت اور کردار میں داخل ہو گئی تھیں۔ وہ رفع ہو گئیں۔ اصلاحِ احوال کے ساتھ اسلام کی مقبولیت بھی اپنے پہلے مقام پر آگئی۔ اور غیر مسلم قوموں کے افراد جوق درجوق حلقۂ اسلام میں آنے لگے۔ وعظ و نصیحت کے اجتماعات میں مختلف شہروں اور ملکوں کے علماء اور فضلاء بھی شریک ہوتے تھے۔ اور جب وہ فیضیاب ہوکر اپنے اپنے مقام پر واپس جاتے تو آپؒ کے ارشادات کی روشنی میں ہدایت و تبلیغ کا کام کرتے تھے۔ اس طرح تھوڑے ہی عرصے میں آپؒ کا حلقۂ درس و تدریس اور میدانِ نشر و تشریح دور دور

پھیل گیا اور کوئی ملک ایسا نہ رہا جہاں آپ کے مکتبِ خیال کے لوگ سرگرمِ عمل نہ ہوں۔ اور آپؒ کی عظمت اور جلالت کا سکہ رواں نہ ہو۔ اہلِ تصوف کے قادری سلسلے نے آپؒ کے دم سے مقبولیتِ عامہ حاصل کی اور اس کا اثر و نفوذ ساری دنیا میں پھیل گیا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ مقامِ مدار العالمین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو حاصل تھا۔ اور ان سے یہ مقام منتقل ہوتا ہوا حضرت غوث الاعظمؒ تک آیا۔ اور ہمیشہ کے لئے وہیں مخصوص ہو گیا۔ نیز حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت پیر دستگیر غوث الاعظمؒ کے ایک شعر کی شرح یوں فرماتے ہیں کہ آسمان ہدایت پر کئی سورج طلوع ہو کر غروب ہو گئے مگر میرا آفتاب غروب نہ ہوگا۔

آپ کی کئی تصنیفات ہیں "فتوح الغیب" آپؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مجموعہ ہے۔ نیز "غنیۃ الطالبین" کا شہرہ بھی عام ہے۔ اسی سلسلے میں آپؒ کے قصیدے کو بے پناہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہے۔ اہل صوف و حال اس قصیدے کو مقامات کی بلندی کے لئے ایک اکسیر زینہ تصور کرتے ہیں۔ کتاب "تذکرۃ الکرام" میں لکھا ہے کہ قصیدہ غوثیہ عالمِ وجد و کیف کی اک صدا ہے۔ جس سے دل راحت محسوس کرتے ہیں۔ اور اس میں حضرت غوث الاعظمؒ نے اپنے ارفع و اعلیٰ روحانی مقامات کا اظہار فرمایا ہے۔ حضرت مولینا سید بہاء الدین جیلانی ثم المدنی رحؒ

"غنیۃ الطالبین" کے حاشیئے پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جو سالکانِ طریقت معمول کے طور پر اس قصیدے کو پڑھتے ہیں۔ اُن کے روحانی مراتب میں حیرت انگیز ترقی ہوتی ہے۔ اور خوف وہراس کے وقت اس سے سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ ذیل میں قصیدۂ مبارکہ درج کیا جاتا ہے:۔

قصیدۂ غوثیہ

سَقَانِی الْحُبُّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ فَقُلْتُ لِخَمْرَتِیْ نَحْوِیْ تَعَالِ

مجھے خدا کی محبّت نے وصال کے ساغر پلائے ہیں اور سیراب کیا ہے لیکن میں اپنے پلانے والے خدا سے یہی کہتا رہا کہ مجھ پر اور نظرِ کرم کر اور مجھے اور پلا اور سیراب کر۔

سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِیْ فِیْ کُؤُسٍ فَهِمْتُ بِسُکْرَتِیْ بَیْنَ الْمَوَالِیْ

تو اس کی وسیع رحمت نے مجھے خوب ساغرِ معرفت پلائے اور میرے سامنے ساغر پہ ساغر آتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عشقِ الٰہی کے سکر و سرور میں دنیا بھر کے لوگوں سے میں بلند و محترم ہوگیا۔

فَقُلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا بِحَالِیْ وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِیْ

اور دنیا کے تمام اقطاب و ابدال و اولیاء سے میں نے کہا۔ میری عظمت کے آگے سر جھکاؤ میرے سلسلے میں داخل ہو کہ تم میرے شاگرد، مرید ہو۔

فَهِمُوا وَاشْرَبُوا اَنْتُمْ جُنُودِی فَسَاقِی الْقَوْمِ بِالْوَافِی مَلَالِی

پس عزم کرو اور بلند و محترم بنو اور خوب پیو کہ تم میرے لشکر ہو۔ اس لئے کہ ساقی قوم خوب بھر بھر کر پلانے والا ہے اور مست و بیخود بنانے والا ہے۔

شَرِبْتُمْ فَضْلَتِی مِنْ بَعْدِ سُکْرِی وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّی وَاتِّصَالِی

جب میں مست ہو گیا تو تم نے میرا جھوٹا پایا لیکن تم میرے مقامِ بلند اور قربِ الٰہی کی منزلِ اعلیٰ کو نہیں پا سکتے۔

مَقَامُکُمُ الْعُلَا جَمْعًا وَّلٰکِنْ مَقَامِی فَوْقَکُمْ مَا زَالَ عَالِ

اگرچہ تم سب کا مقام بھی بلند ہے۔ لیکن قربِ الٰہی کا میرا مقام تم سے بہت بلند ہے اور وہ ہمیشہ سب سے بلند رہے گا۔

اَنَا فِی حَضْرَةِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِی یُصَرِّفُنِی وَحَسْبِی ذُوالْجَلَالِ

صرف مجھے ہی خاص قربِ حضوری حاصل ہوا ہے۔ جس میں کوئی دوسرا میرا شریک نہیں ہے۔ وہ میرا مالک ہے اور مجھ پر پوری قدرت رکھتا ہے اور وہ خدا ئے ذوالجلال میرے لئے کافی ہے۔

اَنَا الْبَازِیُّ اَشْهَبُ کُلِّ شَیْخٍ وَمَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطِیَ مِثَالِی

میں آسمانِ معرفت کا باز ہوں اور ہر شیخ پر مجھے قدرت حاصل ہے۔ اور دنیا میں کس ولی کو میری جیسی بزرگی و عظمت عطا ہوئی ہے؟

کَسَانِی خِلْعَةً بِطِرَازِ عَزْمٍ وَتَوَّجَنِی بِتِیْجَانِ الْکَمَالِ

خدائے قدوس نے مجھے اولو العزمی کے اور بلند ہمتی کا خلعت عنایت کیا ہے۔
اور کمالات کے بہت سے تاج مجھے پہنائے۔

وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ وَقَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِیْ سُؤَالِیْ

خدائے واحد نے مجھے اپنے رازِ قدیم کا واقف و محرم بنایا۔ اور میرے گلے میں عزت کا
ہار پہنایا۔ اور جو کچھ میں نے اس سے طلب کیا۔ وہ اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے عطا کیا

وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالٍ

اور دنیا کے تمام اقطاب و اولیا کا مجھے والی بنایا ہے۔ پس میرا حکم ہر حال میں ہر
شخص پر واجب التعمیل اور واجب الاطاعت ہے۔

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ لَصَارَ الْکُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ

اگر میں اپنے عشق کا کوئی راز سمندروں میں ڈال دوں۔ تو تمام سمندر بھی اسے برداشت
نہ کر سکیں گے۔ ان کا پانی زمین میں دھنس جائے گا۔ سارے سمندر خشک ہو جائینگے۔

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ جِبَالٍ لَدُکَّتْ وَاخْتَفَتْ بَیْنَ الرِّمَالِ

اگر میں اپنا کوئی حال پہاڑوں پر ظاہر کر دوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ ریت بن کر
اڑ جائیں۔

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ لَخَمِدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِیْ

اور اگر میں اپنا راز آگ پر ظاہر کر دوں تو وہ میرے حال کی عظمت سے بجھ جائے۔
اور اپنی روشنی و حرارت سے محروم ہو جائے۔

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَیْتٍ لَقَامَ بِقُدْرَۃِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی

اور اگر میں اپنی محبتِ الٰہی کی توجہ کسی مُردہ پر ڈال دوں تو خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ فوراً زندہ ہو جائے۔

وَمَا مِنْہَا شُہُوْرٌ اَوْ دُہُوْرٌ تَمُرُّ وَتَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَالِیْ

جو زمانے دُنیا میں گذرتے ہیں۔ اور جو حلات دُنیا والوں پر آتے جاتے ہیں ان میں سے کوئی زمانہ اور کوئی حالت ایسی نہیں ہے کہ جو میرے پاس نہ حاضر ہوتی ہو۔ یعنی ماحول اور زمانہ کا خدا نے مجھے حاکم بنایا ہے۔

وَتُخْبِرُنِیْ بِمَا یَاتِیْ وَیَجْرِیْ وَتُعْلِمُنِیْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالِ

اور وہ ماحول اور زمانہ میرے ہاں حاضر ہو کر مجھے دنیا میں اس وقت ہونے والے اور آئندہ جو کچھ ہوگا، اس کی خبر دیتے ہیں۔ پس جو شخص مجھے نہیں جانتا وہ کیوں مجھ سے بحث کرتا ہے۔

مُرِیْدِیْ ہِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّیْ وَافْعَلْ مَا تَشَآءُ بِالْاِسْمِ عَالٍ

میرے مرید، ہمت و عزم سے کام لو۔ خوش رہو، غنی ہو جاؤ۔ کسی سے مت ڈرو۔ جو چاہو کرو۔ اس لئے کہ تمہاری بیعت کی نسبت میرے نام سے ہے۔ جو عظیم و بزرگ ہے۔

مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ عَطَانِیْ رِفْعَۃً نِلْتُ الْمَنَالِ

میرے مرید! کسی سے خوف مت کرو۔ کہ اللہ میرا پروردگار ہے۔ اور اس

نے اپنی مہربانی و عنائت سے مجھے ایسا مقامِ بلند عطا فرمایا ہے کہ میں اس سے ہر آرزو اور دولت کو حاصل کر لیتا ہوں۔ کائناتِ دو جہاں کی ہر نعمت میرے قبضہ میں ہے

طُبُولِی فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ وَشَاءُوْسُ السَّعَادَۃِ قَدْ بَدَا لِی

زمین و آسمان میں میری شان و عظمت کے نقارے بجتے ہیں۔ اور سعادت اور عزت کے نقیب میرے آگے آگے چلتے ہیں۔

بِلَادُ اللّٰہِ مُلْکِی تَحْتَ حُکْمِی وَوَقْتِی قَبْلَ قَلْبِی قَدْ صَفَا لِی

خدا کے تمام شہر اور زمین میرا ملک ہے۔ میرے زیر فرمان ہے۔ اور دنیا پر میری یہ حکومت میرے قلب کے آئینہ ہونے سے پہلے ہے یعنی وہبی ولی ہوں، پیدائشی حاکم وقت ہوں۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعاً کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِ

اس وقت ہی میں نے تمام روئے زمین پر نظر ڈالی تو مجھے یہ رائی کے دانہ کے برابر حقیر و صغیر نظر آئی۔

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْباً وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَّوْلَی الْمَوَالِی

پھر میں نے ظاہری و باطنی علوم و کمالات حاصل کئے یہاں تک کہ میں قطب ہو گیا اور مجھے یہ سعادت و عظمت خدائے احکم الحاکمین کے دربار سے حاصل ہوئی ہے

رِجَالِی فِی ھَوَاجِرِھِمْ صِیَامٌ وَفِی ظُلَمِ اللَّیَالِی کَاللَّآلِی

میرے مرید اور شاگرد سخت گرمیوں میں بھی روزے رکھتے ہیں اور راتوں

کی تاریکیوں میں موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔ یعنی دن کو روزے رکھتے ہیں اور راتوں کو نمازیں پڑھتے ہیں۔

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَہٗ قَدَمٌ وَّ اِنِّیْ عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

ہر ولی کا ایک طریقہ ہوتا ہے مگر میرا طریقہ صرف اتباعِ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو کمالات کے ماہتاب ہیں۔

فَمَنْ فِیْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ مِثْلِیْ وَمَنْ فِی الْعِلْمِ وَالتَّصْرِیْفِ حَالِیْ

پھر اولیاء اللہ میں میرا مثل کون ہے۔ اور کون ہو سکتا ہے جو میرے علم اور تصرف کا مقابلہ کر سکے۔

نَبِیٌّ ہَاشِمِیٌّ مَکِّیٌّ حِجَازِیْ ہُوَ جَدِّیْ بِہٖ نِلْتُ الْمَنَالِ

حضور جلیل القدر نبی ہیں۔ ہاشمی ہیں۔ اعلیٰ نسب ہیں۔ مکی ہیں، بلد محترم کے رہنے والے ہیں۔ حجازی ہیں، مدینہ کی شاداب سرزمین کے مالک ہیں۔ میرے جدِ اعلیٰ و امجد ہیں۔ اور آپ ہی کے اتباع و اقتدا اور پیروی میں میں نے عزت و حکومت کی یہ دولتیں اور نعمتیں حاصل کی ہیں۔

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ

میرے مرید کسی بھی خطرناک دشمن کا خوف نہ کر کہ میں بہت صاحبِ ہمت ہوں، بے حد بہادر ہوں۔ اور دشمن سے تیرے مقابلہ کے وقت میں اس کو قتل کر دوں گا۔

نے اپنی مہربانی و عنایت سے مجھے ایسا مقامِ بلند عطا فرمایا ہے کہ میں اس سے
ہر ارادہ اور دولت کو حاصل کر لیتا ہوں۔ کائناتِ دو جہاں کی ہر نعمت میرے قبضہ میں ہے
طُبُولِی فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ وَشَاءُ وْسُ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَالِی
زمین و آسمان میں میری شان و عظمت کے نقارے بجتے ہیں۔ اور سعادت
اور عزت کے نقیب میرے آگے آگے چلتے ہیں۔
بِلَادُ اللّٰہِ مُلْکِی تَحْتَ حُکْمِی وَوَقْتِی قَبْلَ قَلْبِی قَدْ صَفَالِی
خدا کے تمام شہر اور زمین میرا ملک ہے۔ میرے زیر فرمان ہے۔ اور دنیا پر میری
یہ حکومت میرے قلب کے آئینہ ہونے سے پہلے ہے یعنی و ہبی ولی ہوں، پیدائشی
حاکمِ وقت ہوں۔
نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا کَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِ
اس وقت ہی میں نے تمام روئے زمین پر نظر ڈالی تو مجھے یہ رائی کے دانہ کے
برابر حقیر و صغیر نظر آئی۔
دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَّوْلَی الْمَوَالِی
پھر میں نے ظاہری و باطنی علوم و کمالات حاصل کئے یہاں تک کہ میں قطب ہو گیا
اور مجھے یہ سعادت و عظمت خدائے احکم الحاکمین کے دربار سے حاصل ہوئی ہے
رِجَالِی فِی هَوَاجِرِهِمْ صِیَامٌ وَفِی ظُلَمِ اللَّیَالِی کَالْلَآلِی
میرے مرید اور شاگرد سخت گرمیوں میں بھی روزے رکھتے ہیں اور راتوں

کی تاریکیوں میں موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔ یعنی دن کو روزے رکھتے ہیں اور راتوں کو نمازیں پڑھتے ہیں۔

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَإِنِّيْ عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ

ہر ولی کا ایک طریقہ ہوتا ہے مگر میرا طریقہ صرف اتباعِ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو کمالات کے ماہتاب ہیں۔

فَمَنْ فِيْ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ مِثْلِيْ وَمَنْ فِي الْعِلْمِ وَالتَّصْرِيْفِ حَالِ

پھر اولیاء اللہ میں میرا مثل کون ہے۔ اور کون ہو سکتا ہے جو میرے علم اور تصرف کا مقابلہ کر سکے۔

نَبِيٌّ هَاشِمِيٌّ مَكِّيٌّ حِجَازِيْ هُوَ جَدِّيْ بِهٖ نِلْتُ الْمَنَالِ

حضور جلیل القدر نبی ہیں۔ ہاشمی ہیں۔ اعلیٰ نسب ہیں۔ مکی ہیں، بلد محترم کے رہنے والے ہیں۔ حجازی ہیں، مدینہ کی شاداب سرزمین کے مالک ہیں۔ میرے جدِ اعلیٰ وا مجد ہیں۔ اور آپ ہی کے اتباع و اقتدا اور پیروی میں میں نے عزت و حکومت کی یہ دولتیں اور نعمتیں حاصل کی ہیں۔

مُرِيْدِيْ لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّيْ عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ

میرے مرید کسی بھی خطرناک دشمن کا خوف نہ کر کہ میں بہت صاحبِ ہمت ہوں، بے حد بہادر ہوں۔ اور دشمن سے تیرے مقابلہ کے وقت میں اس کو قتل کر دوں گا۔

اَنَا الْجِیْلِیْ مُحْیُ الدِّیْنِ اِسْمِیْ   وَاَعْلَامِیْ عَلٰی رَاسِ الْجِبَالِ

جیلان میرا وطن ہے ۔ اور لقب محی الدین ہے ۔ اور دین کی اسی خدمت کی وجہ سے میرا لقب محی الدین ہوا ہے ۔ اس لئے میری عظمت و حکومت کے جھنڈے پہاڑوں کی انتہائی بلند چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں ۔

اَنَا الْحَسَنِیُّ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِیْ   وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ

میں سید ہوں ، امام حسنؓ کا بیٹا ہوں ۔ میری جگہ مخدع ہے ۔ اور اسی عظمت کی وجہ سے میرے پاؤں تمام اولیاء اور بزرگانِ دین کی گردن پر ہیں ۔

وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْهُوْرُ اِسْمِیْ
وَجَدِّیْ صَاحِبُ الْعَیْنِ الْکَمَالِ

اور عبد القادر میرا مشہور نام ہے ۔ اور میرے جدِّ محترم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمالات کے چشموں کے مالک ہیں ۔

اعجازِ قادری

جیسا کہ پیش لفظ میں بیان کیا گیا ہے ۱۹۳۰ء میں اس ناچیز نے حضرت قبلہ کے ارشادِ عالی کی تعمیل میں حضرت غوث الاعظمؒ کے اس ڈاکوؤں والے واقعے کو نظم کیا تھا۔ اور انہی ایام میں دو تین قصیدے بھی فارسی و اُردو میں کہے تھے۔ اگرچہ یہ کام ستائیس برس پہلے کا ہے۔ مگر یہ آج تک بجنسہٖ حضرت قبلہ کے پاس محفوظ رہے ہیں۔ اس لئے ان کے ارشاد کے مطابق درجِ ذیل کئے جاتے ہیں۔ ان میں شعری حیثیت کی بجائے ارادت اور عقیدت کی گرمی ہی قابلِ لحاظ ہے ؎

بحمد اللہ جہاں میں کیا بنائے شہرِ جیلاں ہے
کہ رشکِ گلشنِ رضواں فضائے شہرِ جیلاں ہے
کسی حسنِ تخیل کی ادا ہے اس کی معموری
کسی شانِ حقیقت کی ضیاء ہے اس کی معموری
کسی رازِ تدبر کی یہی ہنگامہ زائی ہے
کسی رمزِ تقدس کی یہی صورت نمائی ہے

یہاں کے ذرّے ذرّے میں بیاضِ صد لآلی ہے
جہاں میں اس زمیں کا آسماں سے رتبہ عالی ہے
یہاں اِک قطرۂ شبنم میں اِک دریائے عرفاں ہے
یہاں ہر برگ و گل میں رونقِ گلشن کا ساماں ہے
یہاں کچھ اس طرح شانِ مسیحائی چمکتی ہے
صدائے قُم بِاذنی بھی یہاں حیرت سے تکتی ہے
یہاں ہر شاہدِ قدرت پئے رنگین جبانی ہے
یہاں ہر جذبۂ صافی خرد کش لن ترانی ہے
ملائک اس زمیں کا رتبہ عالی بتاتے ہیں!
یہاں کی خاک کے ذرّوں کو آنکھوں سے لگاتے ہیں
یہاں نقطے میں پنہاں ہے محیطِ وسعتِ امکاں
یہاں ہے ایک گوشے میں فرازِ دہر کے ساماں
یہاں ہر داغِ دل میں اک تجلائے درخشاں ہے
نگاہِ شوق آگیں لمعۂ خورشیدِ تاباں ہے
زمینوں میں اسے رتبہ نرالا ملنے والا ہے
کوئی رنگیں ادا گل اس زمیں پر کھلنے والا ہے
عجب ہنگامہ برپا ہے یہاں کے سبزہ زاروں میں

نرالی رونق آرائی ہے اِس کے لالہ زاروں میں
کہیں گل کا قیامت آفریں طرزِ تبسم ہے
کہیں موجِ ہوائے معتدل محوِ ترنم ہے
وفورِ انبساطِ دل سے ہر اک نغمہ آرا ہے
چمن میں جس جگہ دیکھو، مسرت کارفرما ہے
عروسانِ چمن ہیں کامگار اپنی اداؤں سے
حسینانِ چمن کے بھر گئے دامن مرادوں سے
کہیں سرمایۂ آسودگی ہیں وہ چراگاہیں
نکلتی ہیں جہاں سے مختلف ملکوں کو شہراہیں
جہاں دیکھو شکوہِ عالم آرائی نمایاں ہے
طلسمِ لفظ ' کن ' گویا اسی خطے پہ نازاں ہے
کہیں اسرارِ امکاں کیفِ بیتابی میں عریاں ہیں
دقائع بیخودی کیفِ سبکساری میں رقصاں ہیں
وہ طرزِ دلستانی غنچہ خود آفریدہ میں
وہ شانِ دلفزائی سبزہ نو آرمیدہ میں
اِنہی میں اک چراگاہ طرفہ تر سرسبز و شاداں ہے
کہ جس کی رونقوں سے شانِ فردوسی نمایاں ہے

سکوت آرائیوں پر نازِ گویائی کو حیرت ہے
زبانِ شوق دَر پردہ نوا سنجِ حقیقت ہے
عیاں اس ارضِ اقدس سے ہے لطفِ طرفہ سامانی
کہ جس سے مشتعل ہوں خود بخود جذباتِ انسانی
دل و جاں سے فدا ہے حیرتِ چشمِ تمنائی
بلائیں لے رہی ہے اس زمیں کی رونق آرائی
کیا گم ہوش عالوں کو نوائے سازِ قدرت نے
کیا ہے عقل کو بیخود کرشمہ بازِ قدرت نے
شناسانِ ادا ہیں شوخیٔ تحریر کی صورت
کھڑے ہیں عاملانِ معرفت تصویر کی صورت
حیاداری کو بھی اِن منظروں میں خودنما پایا
جسے دیکھا اُسے محوِ ادائے دلرُبا پایا!
بھلا اس خاک کا دیکھا ہے کیا ابرِ کرم تُو نے
کیا جو اِس زمیں کو رشکِ گلزارِ ارم تُو نے
غرض کچھ عُرفیاتِ ظاہری کا یوں تماشا ہے
کہ ہر پہلو سے یاں رنگینیٔ قدرت ہویدا ہے
وہ دیکھو سامنے شرقی کنارے پر چراگہ کے

کھڑا ہے ایک طفل خوش ادا طرفہ وضاعت سے
حیا و معرفت رہ رہ کے اس کے سر پہ قرباں ہیں
تدبر اور کرامت اس کے چہرے سے نمایاں ہیں
صفا و علم و صولت دل سے اس پر جان دیتے ہیں
کبھی عزم و تہور اس کا دامن تھام لیتے ہیں
کھڑے ہیں سرنگوں آگے کمال و اوجِ امکانی
ہوا ہیں سایہ افگن ہے ہجومِ لطفِ ربانی
دلآویزی کوئی دیکھے تو گیسوئے معنبر کی
شعاعِ مہر بوسے لے رہی ہے روئے انور کی
حیائے چشم کہتی ہے کہ ہے والا نسب کوئی
فراست کا اشارہ ہے کہ یہ ہے منتخب کوئی
عصا اک ہاتھ میں ہے اور نگاہوں میں شرارے ہیں
نظر جمتی نہیں رخسار کیا ہیں ماہ پارے ہیں
لگی ہیں جھاڑیں اعراب کی جیب و گریباں میں
اور اک بھیڑ دل کا گلہ سامنے چرتا ہے میداں میں
یہ شوکت اور یہ بے یاری یہ صولت اور یہ تنہائی
غرض اس صد تماشا کی ہے قدرت خود تماشائی

نظر اس کی کبھی اس سبزہ زاری پر بھی آتی ہے
کبھی فطرت اسے اپنے نئے منظر دکھاتی ہے
کبھی وہ حجت دل سے ہر اک شے کو پرکھتا ہے
کبھی حسرت بھرے انداز سے میداں کو تکتا ہے
کبھی غنچوں کو حیرت سے کبھی خاروں کو عبرت سے
کبھی اشجار کو دیکھا نگاہِ پر خشیت سے
کبھی چہرے پہ رونق اور کبھی عسرت کا منظر ہے
کبھی وہ خندہ زن ہے اور کبھی حیران و ششدر ہے
گہے سوئے فلک اور گہ نظر سوئے زمیں آئی
نرالی بات ہے کوئی سمجھ میں جو نہیں آئی
غرض کچھ بات ہے ورنہ یہ حیرانی ہی کیوں ہوتی
سبب ہوتا نہ گر اتنی پریشانی ہی کیوں ہوتی
حقیقت میں اُجالا ہے کسی اعلےٰ گھرانے کا
تعجب ہے ملے منصب اُسے بھیڑیں چرانے کا
اُٹھائی پھر نظر اُس نے فلک کو غور سے دیکھا
نگاہِ شوق سے دیکھا نرالے طور سے دیکھا
بس اک دم جوش میں آکر لگا کہنے کہ کیا ہوں میں

الٰہی کیا مجھے کرنا تھا اور کیا کر رہا ہوں میں
مجھے تو غافلوں کو ہر طرح بیدار کرنا تھا
جو ہیں مدہوشِ نادانی انہیں ہشیار کرنا تھا
جو مُردہ ہو چکے ہیں ان دلوں کو پھر جلانا ہے
جو مایوسِ تمنا ہیں انہیں ہمت دلانا ہے
نہیں پروا اگر لاکھوں ستم دل پر اُٹھاؤں گا
رسُولِ ہاشمی کی شان کو آخر بڑھاؤں گا
مزا جب ہے کرشمے فیضِ ربی کے ہویدا ہوں
زمینِ شور سے غنچے نئی رنگت کے پیدا ہوں
صدائے نعرۂ حق سے ہلا دوں گا زمانے کو
مجھے جو کرنا ہے کر کے دکھا دوں گا زمانے کو
نہیں کچھ فائدہ ملت کو بھیڑوں کے چرانے سے
بنے گا کیا یہاں یُوں زندگی اپنی گنوانے سے
جہاں تک ہو سکے آخر یہاں کچھ کام ہی کر لوں
نہیں گر اور کچھ تو خدمتِ اسلام ہی کر لوں
کروں کایا پلٹ ایسی تہور کے سہارے سے
بدل دوں نقشۂ ایام عالم اک اشارے سے

سناؤں ذرّے ذرّے کو وہی پیغامِ اسلامی
پلاؤں تشنہ لب کو بادۂ گلفامِ اسلامی
یہ اپنے بھائیوں کی بہشتی دیکھی نہیں جاتی
یہ کشتی اس طرح سے ڈوبتی دیکھی نہیں جاتی
ہوئی جب شام بھیڑوں کو لئے واپس ہوا گھر کو
کہ جیسے کوئی افسر لے چلا ہو اپنے لشکر کو
گھر آیا اور کہا فرصت میں اپنی پیاری اماں سے
"مجھے بھیجو کہیں اماں خدارا شہر جیلاں سے"
جہاں میں علمِ دیں سیکھوں، رموزِ معرفت سیکھوں
یہ پُرآشوب دنیا ہے طریقِ عافیت سیکھوں
گزارا عمر کا عرصہ یونہی بھیڑیں چرانے میں
تمنا ہے کہ میں کچھ کام کر جاؤں زمانے میں
کہا اماں نے "بیٹا شوق سے ہر علمِ دیں سیکھو
غرض جو سیکھنا ہے شوقِ دل سے بیخطر سیکھو
یہاں جیلاں میں تو احوال کی صورت مکدر ہے
اگر بغداد جا کر علمِ دیں سیکھو تو بہتر ہے
مگر اک بات کہتی ہوں کہ تم آلِ محمدؐ ہو

مذاہب دہر میں جتنے ہیں ان پر صورت مذہو
صداقت کے لئے اپنی زباں کو کھولنا بیٹا
یہ اماں کی نصیحت ہے کہ سچ ہی بولنا بیٹا
کہا بیٹے نے "اے اماں! تمہاری آن کے قرباں
تمہاری بات کے قرباں تمہاری شان کے قرباں
دعا کیجے خدا توفیق دے مجھ کو صداقت کی
رہے گی عمر بھر دل میں جو تم نے اب نصیحت کی"
غرض گھر سے چلا لیکن بہت دِل شاد تھا اس دم
مِلا اِک قافلہ جو عازمِ بغداد تھا اس دم
رئیسِ کارواں بھی خوب دِلداری سے پیش آیا
سواری کے لئے اس کی کوئی عمدہ شتر لایا
غرض وہ کارواں والے چلے بغداد کی جانب
امید و شوق میں ہنستے ہوئے بغداد کی جانب
کوئی اک ناز سے تازی کو میداں میں کداتا تھا
کسی کے دل کو شوقِ علم دیں بھی گدگداتا تھا
کسی کو فکر ساماں کو تجارت میں لگانے کا
کسی کو مال بِک جانے کا اور کافی کمانے کا

کوئی کہتا تھا میں اس فتح سے شادی رچاؤں گا
کوئی کہتا تھا میں سوئے ہوئے دیں کو جگاؤں گا
غرض منزل بہ منزل جا رہے تھے کارواں والے
مگر سوچے ہوئے کچھ اور ہی تھے آسماں والے
ابھی رستے میں تھا یہ کارواں اور کارواں افسر
مسلّح ڈاکوؤں کی اک جماعت آ پڑی اُن پر
غرض چاروں طرف سے گھر گیا وہ کارواں دم میں
خدا جانے کہاں سے آئی مرگِ ناگہاں دم میں
جفا و جور کا اُمڈا ہوا طوفاں نظر آیا
تمناؤں کے مٹنے کا نیا ساماں نظر آیا
متاع و مال سب کا لے لیا آ کر لٹیروں نے
مچائی لوٹ کچھ ایسی وہاں صحرا کے شیروں نے
سب اہلِ کارواں پر یوں انہوں نے دستکیں چھوڑے
کہ کپڑے بھی بدن کے ان لعینوں نے نہیں چھوڑے
نہ اس فتنے سے بچنے کی کوئی تدبیر باقی تھی
مگر اس حشر سے ایمن یہی اک تصویر باقی تھی
کہ اس سے بھی کسی راہزن نے پوچھا آدمیت سے

"ارے لڑکے بتا تو بھی نہیں کچھ پاس تو تیرے"
کہا "ہر وقت سو دینار میرے پاس رہتے ہیں
مری ماں نے مرے کرتے کے نیچے سی کے رکھے ہیں"
لعیں سمجھا کر لڑکے کا یہ کہنا بے حقیقت ہے
اسے سود و زیاں کی کیا خبر بچّہ کی عادت ہے
پھر آیا دوسرا رہزن بھی اور اس نے یہی پوچھا
کہ "تیرے پاس بھی کچھ مال ہے یا دے چکا سارا"
کہا "ہر وقت سو دینار میرے پاس ہوتے ہیں
مری ماں نے مرے کرتے کے نیچے سی کے رکھے ہیں"
نہ رہزن کو جوابِ طفل کا اصلاً یقیں آیا
ہنسا اور چل دیا لیکن نہ لڑکے سے قریں آیا
کہ اتنے میں لعیں اک اور آیا اور یہی پوچھا
"ترے قبضہ میں گر کچھ مال و زر ہے تو مجھے بتلا"
کہا "میں اس سے پہلے کہہ چکا ہوں جو حقیقت ہے
مگر تم کو یقیں آتا نہیں یہ کیسا جہالت ہے
سنو ہر وقت میرے پاس سو دینار ہوتے ہیں
مری ماں نے مرے کرتے کے نیچے سی کے رکھے ہیں"

یہ سُن کر تیرا رہزن بھی گویا ہو گیا ششدر
بہت حیراں ہوا سوچا کیا کچھ دیر بدگوہر
بالآخر یوں کہا "سچا ہے گر کرتا دکھا مجھ کو
اے لڑکے! تیری باتوں پر ہے شک پہلا تھا مجھ کو"
یہ کہتے ہی لعیں حیرت میں لڑکے کے قریں آیا
وہ سو دینار جب دیکھے تو پھر اس کو یقیں آیا
کہا رہزن نے "قرباں ہوں تری بھولی سی صورت پر
مجھے طرفہ تحیر ہے تری شانِ صداقت پر"
ابھی کچھ اور باتیں وہ لعیں کرنے نہ پایا تھا
لئے شمشیر قزاقوں کا افسر بھی وہیں آیا
کہا "کیا ماجرا ہے۔ بات کیا ہے۔ تم جو حیراں ہو"
کہا رہزن نے "اے افسر ترا رتبہ فروزاں ہو"
کروں کیا عرض خدمت میں یہ حیرت کا تماشا ہے
توجہ سے ذرا سنیئے صداقت کا تماشا ہے"
پھر اس نے من و عن اس کو سنائی داستاں ساری
سنا افسر نے اور اک بیخودی سی ہو گئی طاری
اسے لڑکے کی صورت اِک نئی صورت نظر آئی

اُسے اِک اونٹ پر مَن موہنی صورت نظر آئی
کہا یوں طفل سے "تجھ سا نہ دیکھا نوجواں کوئی"
نہیں نے عمر بھر ایسی سُنی ہے داستاں کوئی
اگر تو چاہتا کہتا نہیں ہے پاس کچھ میرے
گماں ہرگز نہ تھا ہم کو کہ یہ دینار ہیں تیرے
بس اتنی بات کہہ کر اپنی پُونجی کو بچا لیتا
سمجھ کر بے خبر تیری تلاشی کون کیا لیتا
بھلا تو ہی بتا کیا فائدہ ایسی بھلائی کا
ہوا تو آپ ہی باعث یہاں اپنی برائی کا
یہ مانا دھر میں سچ بولنا طرفہ لطافت ہے
مگر اس لوٹ میں سچ بولنا کیسی شرافت ہے
ہوئے ہیں دہر میں لاکھوں صفا و صدق کے بانی
مگر تیری صداقت پر ہے مجھ کو طرفہ حیرانی"
کہا اس حق نوا نے "جو کہا سوچا نہیں تم نے
ابھی حق اور صداقت کا مزا دیکھا نہیں تم نے
میں سیّد ہوں، ابھی کچھ دن ہوئے جیلاں سے آتا ہوں
حصولِ علم کی خاطر سوئے بغداد جاتا ہوں

جُدا ہوتے ہوئے سب نے مجھے اِک اِک نصیحت کی
مگر ماں نے مری سچ بولنے کی ہی ہدایت کی
نہیں غم گر صداقت مجھ کو اب مفلس بناتی ہے
اگر دینار رکھتا ہوں تو ماں کی آن جاتی ہے
مٹاؤں فخرِ آبائی یہ ممکن ہو نہیں سکتا
جو دعوئے خاندانی ہے اُسے میں کھو نہیں سکتا
مری آنکھوں کے آگے بس اسی رخصت کی ساعت ہے
کہ ہر دم روبرو میرے وہی ماں کی نصیحت ہے
میں اپنی بات کی خاطر یہ جاں اور سر بھی دیدوں گا
مگر ماں کی نصیحت کے مطابق سچ ہی بولوں گا
یہ سُن کر دل میں افسر کے ہُوا اِک خوف سا طاری
ہوئے آنسو بھی آنکھوں سے وہیں بیساختہ جاری
یہ سُن کر اور ڈاکو بھی وہاں فریاد کرتے تھے
تڑپ جاتے تھے جب اُس کا تکلّم یاد کرتے تھے
دِلوں میں ڈاکوؤں کے بجلیاں سی کوند جاتی تھیں
وہ طرزِ گفتگو کی جب ادائیں یاد آتی تھیں
یہ جُملے تھے فضاؤں میں نگارِ برق کی صُورت

ہوا میں اڑ رہے تھے وہ شرارِ برق کی صورت
اُدھر جذباتِ فطرت نے ہر اک دِل کو جلایا تھا
کسی نے دو ہی جھٹکوں میں نگارِ حق دکھایا تھا
یہ اہلِ کارروان نے ماجرائے جانستاں دیکھا
قیامت میں کسی طرفہ قیامت کا سماں دیکھا
بالآخر دل میں افسر کے ذرا کچھ ٹھہر کر آیا
یہ لڑکا اس قدر دیوانہ ہے ماں کی نصیحت کا
اِدھر ہم دُور افتادہ ہیں اُس شانِ حقیقت سے
کہ جس نے دو جہاں پیدا کئے اپنی کرامت سے
نہ اُس کی ذات کو اچھی طرح سے جانتے ہیں ہم
نہ نیکی اور بدی میں فرق کچھ گردانتے ہیں ہم
ہمارا کام تو بس رات دِن ظلم و جفا سمجھے
نہ خالق سے تعلق ہے نہ محبوبِ خدا سے ہے
نہ اُس کی آرزو ہم کو نہ اس کی شان سے آگاہ
نہ اُس کی ذات سے واقف نہ اُس کے حکم کی پرواہ
یہاں آکر گناہوں کا لیا بارِ گراں سر پر
عتاب و قہرِ خالق کا کھڑا ہے آسماں سر پر

ہمارے حال تو اس چھوٹے بچے سے بھی ابتر ہیں
جو سچ پوچھو تو ہم دنیا میں کتوں کے برابر ہیں"
یہ سوچا اور کہا افسر نے یوں راہِ ندامت سے
"مرے دل میں اثر پیدا ہوا تیری صداقت سے
ٹپکتی ہے تری ہر بات سے اِک طرفہ شیرینی
مبارک ہو تجھے اے طفل تیری صدق آئینی
ترے طرزِ تکلم نے دلوں پر یوں اثر ڈالا
ہماری زندگی کو آ کے تو نے پاک کر ڈالا
پڑے تھے مدتوں سے ہم اسی ذلت کی پستی میں
ہمارے ظلم بھی مشہور تھے اطراف و بستی میں
ندامت سے ہم اپنے سر ترے قدموں پہ دھرتے ہیں
تری برکت سے ہم ظلم و جفا سے توبہ کرتے ہیں"
یہ کہتے ہی وہ بولا جوش میں اپنی جماعت سے
"یہ چھوڑو ذلتیں مل جاؤ یارو ذاتِ وحدت سے
یہ لڑکا دیکھئے اتنا ہے ماں کے حکم کا شیدا
نہ مانیں حکم ہم اس کا کیا جس نے ہمیں پیدا
ہزاروں ہی خطائیں ہم نے کی ہوں گی قیامت ہے

ہماری ذات پر تف ہے ہمارے دل پہ لعنت ہے
کرو تم شکریہ اس کا ادا قدموں میں جا جا کر
کہ جس نے راہِ حق پر ہم کو ڈالا ہے یہاں آکر
کہا یکبارگی سب نے کہ "اے سردارِ عالیشاں
ترے ہر قول پر قرباں۔ تری ہر بات پر قرباں
عنایت سے ہمیں راہِ حقیقت اس نے دکھلائی
نہ تھی جس ذات کی مطلق خبر وہ ہم کو بتلائی
کچھ ایسا لطف پایا ہم نے اس کی خوش کلامی میں
یہ حسرت ہے رہیں دن رات ہم اس کی غلامی میں
جہاں تک ہو سکے دل سے محبت کیجئے اس کی
یہ عالی خانداں ہے دل سے عزت کیجئے اس کی
اسی نے آج ہم کو ان گناہوں سے نکالا ہے
نرالی شان والا ہے، نرالی آن والا ہے
غرض وہ افسرِ قزاق سارے سامنے آئے
عقیدت اور خلوصِ دل برائے پیشکش لائے
کہا "ہے دست بستہ التجا تم سے معافی کی
کوئی صورت تو پیدا کیجئے آخر تلافی کی!

تمہارے کارواں پر ہم نے یوں آ کر جفائیں کیں
تمہاری شان میں گستاخیاں کیں کچھ خطائیں کیں
مگر بہرِ خدا اب تو خطا سے درگذر کیجے
ہوا جو ناشناسی سے بس اندازِ نظر کیجے!"
کہا اس طفل نے اِک بیخودی میں ان لٹیروں سے
"جزائے خیر دیتا ہوں کرو توبہ گناہوں سے
خدا کو ایک جانو اور نبی اس کا محمدؐ ہے
حقیقت آشنائی کی یہی دنیا میں ابجد ہے
تواضع پیشہ ہو جاؤ زبردستی سے رک جاؤ
جفا و ظلم کو چھوڑو، سیہ مستی سے رک جاؤ"
یہ سن کر پھر نہ جامے میں سمائے فرطِ شادی سے
ہر اک رہزن نے کی توبہ وہیں دل کی صفائی سے
پھر اس کے بعد اہلِ کارواں کے پاس جا جا کر
جو مال و زر کہ لوٹا تھا کیا واپس اسے یکسر
انہوں نے لوٹ سے بھی کچھ زیادہ دیدیا سبکو
ہر اک راہزن عطاؤں سے پیارا ہو گیا سب کو
پھر اس کے بعد افسر طشتِ زر لے کر وہاں آیا

رکھا اُس طفل کے آگے زباں پر حرف یہ لایا
"مجھے حسرت رہے گی گر کیا اِنکار لینے سے"
مگر دِل کے غنی نے کر دیا اِنکار لینے سے
بہت سی التجا کی اور بہت سی چاپلوسی کی!
مگر طفلِ غنی نے ایک کوڑی بھی نہ اُن سے لی
ہُوا ناچار واپس اِک سلامِ آخری کر کے
اُسی اپنی جماعت کی نرالی رہبری کر کے
ہوئے خوش کارواں والے گرے قدموں میں آ کر
کہ اُن کا مال بھی واپس ہُوا تھا لوٹ میں جا کر
نِدا آئی "مبارک تجھ کو عبدالقادرِ جیلاں
یہ گیرائی مبارک تجھ کو عبدالقادرِ جیلاں
یہ بچپن اور ابھی سے یوں کرشمہ زائیاں تیری
جماعت رہزنوں کی اور کرم فرمائیاں تیری
بھلا جب تو جواں ہوگا، نرالا ہی سماں ہوگا
جہاں میں ہر طرف اِک فیض کا دریا رواں ہوگا
خبر دی ہے تری شانِ جلالت کی خدا نے بھی
بشارت دی تری آمد کی فخرِ انبیاء نے بھی

ابھی تو منتظر ہے ایک عالم تیری صورت کا
ابھی خورشید ہونا ہے تجھے چرخِ طریقت کا
ابھی حسنِ طبیعت کے یہ کیا جوہر نکالے ہیں
ابھی اس شمع سے لاکھوں ستارے بننے والے ہیں
یہ بچپن ہے ابھی فیض و کرم کی یوں روانی ہے
ابھی تو باغِ عالم کی تجھے رونق بڑھانی ہے
ابھی لطف و کرم کی سینکڑوں نہریں بہانی ہیں
ابھی تو غرق ہوتی کشتیاں لاکھوں بچانی ہیں
ابھی سوتے ہوئے دینِ محمدؐ کو جگانا ہے
نئے سر سے ہر اک ایوانِ شاہی کو سجانا ہے
مریضانِ محبت کے لئے تو ہی شفا ہو گا
ہزاروں دردمندوں کے لئے تو ہی دوا ہو گا
زمین و آسماں کانپیں گے تیرے نامِ نامی سے
نہ ہوں گے تاجور باہر کبھی تیری غلامی سے
ابھی تو ہونا ہے تجھ پر ہجومِ فیضِ ربّانی
کہے گا ایک دن تجھ کو جہاں محبوبِ سبحانی!
ابھی تو مرتبہ ملنا ہے تجھ کو غوث الاعظمؒ کا

ابھی تو جگمگانا ہے جہاں میں تیرے پرچم کا
ہزاروں کو ابھی خوانِ کرم سے سیر کرنا ہے
عطاؤں سے ابھی سنگیں دلوں کو زیر کرنا ہے
ابھی تو رونقِ بزمِ حقیقت کو بڑھانا ہے
ابھی کفرِ جہاں کو جا بجا سُولی چڑھانا ہے
دکھانی ہے ابھی تو گرمیٔ تقریر کی صورت
دکھانی ہے ابھی تو شوخیٔ تحریر کی صورت
ترے مہر و تلطف کا بیابانوں میں چرچا ہے
ترے جود و عنایت کا خیابانوں میں چرچا ہے
گھرانے میں حقیقت کے ابھی تک فاقہ مستی ہے
زمینِ اسلام کی تیری تراوش کو ترستی ہے
جہاں میں مہر و ماہ ہیں اب تری تنویر کے خواہاں
جمالِ و خوبرو ئی ہیں تری تصویر کے خواہاں!
جہاں آرائی ہونے کو ہے تیری پیاری صورت سے
غرض ہے منتظر اسلام تیرا ایک مدت سے"
نہیں یارائے گویائی، نہیں ہے تابِ انسانی
بیاں ہو کیا کسی سے شوکتِ محبوبِ سبحانی؟

خموشی چاہیئے اس منزلِ راہِ حقیقت میں
کہے گا ذرّۂ ناچیز کیا گردوں کی مدحت میں!

دُعا مائل کی ہے یا حضرتِ محبوبِ سبحانی
مری حالت پہ ہو لُطف وکرم کی طُرفہ ارزانی!

مرے دردِ جگر کی داستاں سُن لیجئے حضرت
خدا کے واسطے لُطف وعنایت کیجئے حضرت

نشانِ پائمالی ہوں۔ شکارِ تنگ حالی ہوں
کرم کیجے، کرم کیجے۔ سوالی ہوں، سوالی ہوں

مری شاخِ تمنا میں نئے برگ وثمر آئیں
خدا کے فضل ورحمت سے مرادیں دل کی بر آئیں

طبیعت میں روانی کی ادا اس طرح آجائے
فضا کے سینے پر جیسے گھٹا ہر سمت چھا جائے

کوئی طُرفہ اثر طرزِ بیاں میں لُطف پیدا ہو!
جہاں میری اداؤں پہ ہزاروں دل سے شیدا ہو

قصیدہ

امتیازِ عاشقِ سلطانِ جیلاں دیکھئے
میرے اشک، اور آستینِ لطفِ یزداں دیکھئے

ہے شہِ جیلاں کا جلوہ روئے احمدؐ کا نکھار
روئے احمدؐ میں نگارِ حُسنِ یزداں دیکھئے

کیا بیاں ہو سرزمینِ روضۂ حضرت کا حال
ذرّے ذرّے میں بہارِ باغِ رضواں دیکھئے

آرزو میں مر رہا ہوں اے مسیحائے زماں
اِک نظر تو جانبِ بیمارِ ہجراں دیکھئے

ہے زمانے میں اگر شانِ حقیقت کی تلاش
جائیے۔ جا کر ذرا بغداد و جیلاں دیکھئے

چشمِ حق بیں کے لئے ہے بیخودی ساماں گری
ایک قطرے میں بپا ہے بحرِ عرفاں دیکھئے

ایک مدّت سے کسی کی آرزو میں ہوں نزار

دُور کب ہو گا یہ میرا دردِ پنہاں دیکھئے

آرزو ہے روضۂ سلطانِ جیلاں دیکھ لُوں

دیکھئے مائلؔ کو اُدر پھر اس کا ارماں دیکھئے

قصیدہ

آج خدا کے فضل سے عیش کی دھوم دھام ہے

غوثؒ کی بارگاہ میں دعوتِ جشنِ عام ہے

بادہ کشانِ آرزو، آئیے، آئیے چلیں

درگہِ غوثِ پاک میں شہرۂ بزمِ جام ہے

مسندِ صد عروج پر بسکہ کوئی ہے جلوہ گر

آج طلوعِ جلوۂ حسن بھی بام بام ہے

غیرتِ خلد ہو گئی رونقِ بزمِ قادری

لُطف کا انصرام ہے فیض کا اہتمام ہے

غوث وہ جس کی صولت و شان کی پیروی ہوئی
جس کی ضیائے حسن سے دہر میں روشنی ہوئی
جس سے بلند ہو گیا رتبۂ بزمِ اولیاؒ!
جس کے نزولِ اوج سے دین کی بہتری ہوئی
جس کی ادا ادا میں ہیں لاکھوں حیات بخشیاں
جس کے وجودِ پاک سے قوم کی زندگی ہوئی
جس سے جہاں کی شوکتیں محوِ سلوک ہو گئیں
جس سے رہِ طریق میں شہرتِ رہبری ہوئی
آج شعاعِ حسن کا جلوہ بے حجاب ہے!
ماہ بھی جس کے سامنے شرم سے آب آب ہے
لبکہ فضا میں گونج ہے نغمۂ کیفیات کی
آج نگارِ بے خودی اصل میں بے نقاب ہے
رتبۂ غوث کا بیاں کس کی زباں سے ہو ادا
اس شہِ بے مثال کی شان بھی لاجواب ہے

تاجوروں سے کم نہیں شانِ گدائے قادری
کوچۂ دستگیرؒ کا ذرّہ بھی آفتاب ہے

حضرتِ شہ کمالؒ سے دھوم ہے بزم کی سوا
آپ کے زورِ فیض کا شور سنا ہے جابجا
اور وہ شہ سکندرِؒ والا تبار و ذی نشاں
نظم ہے جس کے ہاتھ میں دُنیائے کیفیات کا
گلشنِ دستگیرؒ کے غنچۂ نو بہار ہیں
جن کے نگارِ حُسن سے اور ہے رونق فضا
عشق کے شہسوار ہیں، کیف کے تاجدار ہیں
صاحبِ امتیاز ہیں غوثؒ کے ہو کے آشنا
مائلِ زار غوث کے عشق میں بے قرار ہو
فرطِ جنوں میں ناوکِ ناز کا دل فگار ہو
اس کو ملے گا عشق کے کیف میں لُطف زندگی
جلوۂ حسنِ غوثؒ پر دل سے اگر نثار ہو
گردشِ روزگار سے اس کو کوئی غرض نہیں
آپ کا جس کے حال پر دستِ کرم فشار ہو

اے شۂ قادری! ذرا اپنا ہجوم دیکھ لے!
جلوۂ حسن پھر اسی شان سے آشکار ہو

قصیدہ

یہ مانا آج کل میں ہر طرح زار و پریشاں ہوں
مگر یہ ناز ہے مجھ کو غلامِ شاہِ جیلاں ہوں
شہِ والا خدا کے واسطے چشمِ کرم کیجے
کرم فرمایئے، میں غرقِ دریائے گناہاں ہوں
مری اُمید بھی اِس بے خودی میں کیوں نہ بر آئے
ترے در کا گدا ہوں اور تری رحمت کا خواہاں ہوں
جہاں میں شور برپا ہے تیری چشمِ کرامت کا
تیری شانِ ولایت پہ ہزاروں دِل سے قرباں ہوں
بھروسہ ہے مجھے شاہا تیری بندہ نوازی کا
تعجّب ہے تیرا ہو کر بھی ناکام و پریشاں ہوں
سیہ اعمال ہوں، پر بندۂ درگاہِ جیلاں ہوں
اگر قسمت پہ گریاں ہوں تو اس نسبت پہ نازاں ہوں
کبھی روتا ہوں اے مائل، کبھی ہنستا ہوں اے آئل
اسیرِ زلفِ پیچاں ہوں فدائے روئے تاباں ہوں

قصیدہ

از شرابِ غوث اعظمؓ گلشن و گلزار مست
شاخ مست و برگ مست و میوہ مست و بار مست

رُو سوئے بغداد تا بینی در و دیوار مست
شہر مست و کوچہ مست و خانہ و خمار مست

در لباسِ شاہِ جیلانی بہ بیں مستی تمام
جامہ مست و خرقہ مست و جُبّہ و دستار مست

بزم وجد قطب ربانی تماشہ کردنست
عود مست و چنگ مست و نغمہ و ہر تار مست

مرحبا محبوبِ سبحانی ز سر تا پائے اوست
زلف مست و خال مست و طرۂ طرار مست

از نسیم بوئے عنبر سائی شاہِ دستگیرؒ
عطر مست و مشک مست و نافۂ تاتار مست

یافتہ تلقین از تسبیح و تحلیلِ خدا
بلبلان در باغ مست و کبک در کوہسار مست

این غزل گفتی تو فاضل دیں مدح پیر خویش
حرف مست و لوح مست و کلکِ گوہر بار مست

قصیدہ

اے نائبِ پیمبر سردارِ اولیائی
جان و دلم فدائیت محبوبِ مرتضائی

اے غوثِ ما بوصفت من چوں زباں کشائیم
ہم قاصر اند انجا خاقانی و ثنائی

راہِ سلوک کردی طے بر قدومِ احمد
از سیرتت نمایاں اخلاقِ مصطفائی

ہر طالبِ طریقت شیدا است بر کمالت
ہر فاضلِ شریعت بر علمِ تو فدائی

اے بر جمالِ رویت اجرامِ چرخ قرباں
روحانیاں فدائیت بر شانِ دلربائی

ذکرِ تو در مجالس فرحت فزائے دلہا
نامِ تو بر زبانہا تدبیرِ جانفزائی

از خادمانِ حضرت ظاہر شد است اکثر
تاثیرِ کیمیائی، افعالِ سیمیائی

قصیدہ

خداوندا تو رحمانی بہ ضعفِ حالِ انسانی
بعفو جرمی و عصیانی، بحرمت شاہِ جیلانی رح

خداوندا تو وحدانی شریکت نیست کس ثانی
نجاتم دہ ز حیرانی، بحرمت شاہِ جیلانی رح

خداوندا تو سلطانی، عظیم القدر و لاثانی
مرا در عاجزی خوانی، بحرمت شاہِ جیلانی رح

خداوندا تو سبحانی، بہر دردے تو درمانی
بمشکلہا دہ آسانی، بحرمت شاہِ جیلانی رح

خداوندا تو ربانی و خالق جن و انسانی
ز قیدِ نفس برہانی، بحرمت شاہِ جیلانی رح

کریم الدین تقی حسنی، غلامِ قطبِ ربانی رح
دلش پُر نور گردانی، بحرمت شاہِ جیلانی رح

قصیدہ

میخانۂ جیلاں میں ہے شورِ قدح نوشی
مے نوش مبارک ہو یہ لطفِ طرب کوشی

بے تاب زمانہ ہے یا شاہ محی الدینؒ
کب تک یہ ادا آخر کب تک یہ فراموشی

اس ہوش کی دنیا میں شعلے سے بھڑک جائیں
پھر مجھ کو سنا ساقی افسانہ بے ہوشی

یہ لطف و کرم تیرے رتبے کا تقاضہ ہے
میں محو خطا کوشی، تو شانِ خطا پوشی

عشاق کی دنیا میں محشر کا نمونہ ہے
اے جلوۂ جانانہ کیسی ہے یہ روپوشی

محشر میں بھی یا عبد القادرؒ ہی زباں پہ ہے
اللہ رے مستوں کا اندازِ جنوں کوشی

یہ کیفِ تمنا بھی حیرت کا کرشمہ ہے
مائل کو سمجھ لیجے اک پیکرِ خاموشی

قصیدہ

جو دِل و جاں سے شہِ جیلاںؒ کا شیدا ہو گیا
اُس کا مائل عشق کی دُنیا میں چرچا ہو گیا

تھا شبِ معراج پُشتِ غوثؒ پر پائے نبیؐ
ایسی طرح ولیوں میں اُس کا رتبہ بالا ہو گیا

آپ کے دم سے جہاں میں اے شہِ والا نشاں
دَبدبہ دینِ محمدؐ کا ـــــ دوبالا ہو گیا

کچھ تو آ جائے گا مجھ کو زندگانی کا مزہ
آپ کی چشمِ ادا کا گر اشارہ ہو گیا

واہ رے اے عشق کی دُنیا تری ساماں گری
جو تماشا دیکھنے آیا تماشا ہو گیا

میرے سینہ میں ہیں کیف و نور کی موجیں رواں
جب سے ہیں محوِ جمالِ رُوئے زیبا ہو گیا

پھر مجھے خوفِ گناہاں کس طرح مائل رہے
حشر میں جب شاہِ جیلاںؒ کا سہارا ہو گیا

قصیدہ

غوثِ ما۔ سلطانِ ما ہستم غلامِ کوئے تو
دل اسیرِ موئے تو۔ جانم فدائے روئے تو

راست گوئیت بہ طفلی، راہزناں رافیض داد
توبہ کردند وے گفتند آفریں بر خوئے تو

از قدومِ تو شرف بغداد حاصل کردہ است
سالکانِ دیں نظر دارند ہردم سوئے تو

زہد و تقویٰ ختم کردی غوثِ اعظم بودہ
شد معطر عالمِ اسلام از خوشبوئے تو

شاہ کمال الدین ہستی رشتہ دارِ غوثِ ما
آرزو دارم کہ خواہم بندہ در پہلوئے تو

شاہ سکندر قادری محبوب ربِ ذوالمنی
بہر دردِ شوقِ دل کافی مرا داروئے تو

شاہ علیؒ احمدؒ تو ہستی جانشینِ رفتگاں
لمعۂ انوارِ شاں می تابد اندر روئے تو

من ہمی خواہم ز خالق باطفیلِ مصطفےٰ
رحمتِ اللہ باشد ہمقرینِ سخرئے تو
خواہشے دارم کہ اندازی نگاہے بر دزیر
شاہِ من آقائے من ہستم غلام کوئے تو

قصیدہ

السلام اے غوث اعظم السلام

السلام اے بیکسوں کے ناخدا
السلام اے کاملوں کے رہنما
السلام اے چشمۂ جود و سخا

السلام اے جانِ عالم السلام
السلام اے غوث اعظم السلام

السلام اے جانِ چشمِ انتظار
السلام اے جانِ قلبِ بے قرار
السلام اے غمگسارِ جانِ زار

السلام اے مرہمِ غم السلام
السلام اے غوثِ اعظم السلام

سلام اے رونق کون ومکاں
سلام اے رہنمائے گمرہاں
سلام اے دستگیر بیکساں
السلام اے شاہِ عالم السلام
السلام اے غوثِ اعظم السلام

ر و بر پر آپ کا ہے لطفِ عام
ل سے دنیا ہو رہی ہے شادکام
پ پر موقوف عالم کا نظام
السلام اے حق کے محرم السلام
السلام اے غوث اعظم السلام

قصیدہ

مجھ پر بھی کرم کرنا یا غوث معظم جاہ
اِک نگہِ کرم آرا، یا غوثِ معظم جاہ
ناؤ میری ٹوٹی ہے دریا میں تلاطم ہے
ساحل سے لگا دینا یا غوثِ معظم جاہ

سب سکھیاں تو سنتی ہیں میں بانوری دکھیاری

چلتی ہوں تیری مالا، یا غوثِ معظّم جیاہ

یہ سکھیاں تو چلتی ہیں سب کھیلتی اِتراتی

اب لاج میری رکھنا، یا غوثِ معظّم جیاہ

قدموں میں تیرے آقا ہو میری نمازِ عشق

مل جائے ترا کوچہ یا غوثِ معظّم جیاہ

اللہ کے پیارے ہو۔ احمدؐ کے دلارے ہو

رُتبہ ہے ترا بالا، یا غوثِ معظّم جیاہ

قصیدہ

معلّٰے حسبِ سبحانی مقدس قطبِ ربّانی

علیؓ سیرت، حسنؓ ثانی، محیّ الدین جیلانیؒ

بمعنے پیرِ کنعانی، بصورت یوسفؑ ثانی

بہ ہمت شاہ مردانیؓ محیّ الدین جیلانیؒ

رُخش لعلِ بدخشانی، لبش یاقوتِ مرجانی

حدیثِ سرِ حقانی، محیّ الدین جیلانیؒ

زہے منظورِ پیغمبرؐ نہالِ باغِ آنسرور
زہے طوطی رضوانی، محیّ الدّین جیلانیؒ

چہ ایرانی چہ تورانی۔ چہ ہندی وچہ کوہانی
سگِ درگاہِ صمدانی، محیّ الدّین جیلانیؒ

زہے سیمائے نورانی زہے فرخندہ پیشانی
کمالِ فخرِ انسانی، محیّ الدّین جیلانیؒ

عطا بخشے محبّانی شفا بخشے مسلمانی
خطا بخشے مریدانی، محیّ الدّین جیلانیؒ

غلامِ درگہش دانی بہاؤ الدّینؒ ملتانی
کند در مدح طغیانی، محیّ الدّین جیلانیؒ

قصیدہ

کیا نرالی شان عالی شاہِ جیلانیؒ کی ہے
منتظر قدر و قضا بھی دینِ جنبانی کی ہے

طلب کرتے ہیں تمنا خدمتِ جاروب کی
قدسیوں کو آرزو اس در کی دربانی کی ہے

حکم کے نیچے ہر اک عالم کی سب مخلوق ہے
مملکت اللہ کی محبوبِ سبحانی کی ہے

دیدۂ رضواں نہ ہو کیوں فرشِ رہ بغداد میں
بن گئی مہبط زمیں انوارِ ربانی کی ہے

اک نظر سے قطب چوروں کو بنا دیتا ہے کیا
یہ تو ادنےٰ سی کرامت غوثِ صمدانی کی ہے

قابض الارواح پہ بھی ہے تصرف آپ کا
واہ کیا ہی شانِ محی الدین جیلانی کی ہے

محوِ حیرت ہیں علوِ شان میں اہلِ مقام
اولیا میں دھوم کیسی اعظم الشانی کی ہے

شانِ محبوبی کے جلوے دیدنی ہیں دیدنی
ذات خود مشتاق حسنِ قطبِ ربانی کی ہے

ہے سگِ در آپ کا فرمان مضطر اسکو بھی
آرزو ئے ریزہ چینی خوانِ سلطانی کی ہے

قصیدہ

شاہِ جیلاں قاسمِ درجات ہیں
پیشوائے انس والجنات ہیں
اُن سے ہے روشن ضمیری کو فروغ
آفتابِ اوجِ علویات ہیں
کاشفِ اسرارِ مالایعلمون
پردہ بردارِ طلسمِ ذات ہیں
مصطفےٰ[۲] ہیں رحمتِ حق کے سبب
غوثِ اعظمؒ موجبِ برکات ہیں
اُن کے افسانے کتابِ دہر میں
یادگارِ منفی و اثبات ہیں
آستانِ شہ کا عالم کچھ نہ پوچھ!
رشکِ انجم خاک کے ذرّات ہیں
کر بیاں ارشادؔ مدحِ غوثِ پاکؒ
ان کے ذاکر داخلِ حسنات ہیں

قصیدہ

رونقِ بزمِ تمنا غوثِ صمدانی سے ہے
شہرتِ مہر و وفا محبوبِ سبحانی سے ہے

اے جنابِ غوثِ اعظمؒ یہ ہجومِ زندگی
بزمِ اُلفت میں ترے جلووں کی ارزانی سے ہے

سر بسجدہ ہے ترے کوچے میں زعمِ خسروی
طرۂ شاہی بھی تیرے در کی دربانی سے ہے

ہوش میں آ اے جنوں اب اور منزل آ گئی
واسطہ اپنا نگاہِ غوثِ ربانیؒ سے ہے

دل وہی ہے جو تڑپتا ہے جنونِ شوق میں
آنکھ کی قیمت اگر کچھ ہے تو حیرانی سے ہے

دل چمک اُٹھتے ہیں دردِ آرزو کی چوٹ سے
رونقِ محفل یہاں آشفتہ سامانی سے ہے

آدمی کیا ہے عناصر کی کوئی ترکیب ہے
لیکن اس گھر میں تجلی نورِ ایمانی سے ہے

بجھ گئے تھے ہر طرف مائلِ تمنا کے چراغ
آج یہ رونق محیؔ الدین جیلانیؒ سے ہے

قصیدہ

ضیائے حسنِ یزدانی، محیؔ الدین جیلانیؒ
ظہورِ شانِ ربانی، محیؔ الدین جیلانیؒ

ہجومِ نور و تابانی، محیؔ الدین جیلانیؒ
فروغِ حسنِ عرفانی، محیؔ الدین جیلانیؒ

مقامِ لامکاں تک تذکرہ ہے غوثِ اعظمؒ کا
کمالِ اوجِ انسانی، محیؔ الدین جیلانیؒ

ہیں جتنے اولیاء و اصفیاء سردار ہیں ان کے
جنابِ غوثِ صمدانیؒ محیؔ الدین جیلانیؒ

چلو غوثِ جہاں کی بارگاہ میں شوقِ دل لیکر
کہ ہے محبوبِ سبحانیؒ محیؔ الدین جیلانیؒ

ترا ہو کر بھی ھاتفؔ اتنا ناکام و پریشاں ہے
یہی ہے مجھ کو حیرانی، محیؔ الدین جیلانیؒ

ذِکرِ خیر

حضرت شہ کمال قادری کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ غالباً ۸۹۵ھ ہجری میں بمقام ب
پیدا ہوئے۔ آپ کبیر ملک العشاق، قدوۃ السالکین، حجۃ العاشقین
امجد المتقین، لعل دیال، امام العارفین، سلطان الاوتاد، اور
قطب ارشاد کے القاب سے بھی مشہور ہیں۔ تیرھویں پشت
میں آپ حضرت غوث الاعظمؒ سے مل جاتے ہیں۔ یعنی آپ
حضرت غوث پاکؒ کے ۳۳۴ سال بعد اس عالم ظہور میں تشریف
لائے۔ حضرت سید حاجی عمرؒ آپ کا اسم گرامی "شاہ کمال"
تجویز فرماتے ہوئے شاید اس بات سے خالی الذہن ہوں۔ کہ
وہ اس نومولود کا اسم گرامی "شاہ کمال" فطرت کے تقاضے
کے مطابق ہی تجویز فرما رہے ہیں۔ اس لئے کہ یہ واقعی "کمال"
ہیں۔ انہی کے دم سے دنیائے طریقت میں ہمہ ہمی پیدا ہو گی

مرکز انوار رب ذوالجلال
استانہ پاک حضرت شاہ کمال

استانہ عالیہ حضرت کبیر ملک العشاق شاہ کمال قادری رحمتہ اللہ علیہ
(کیتھل شریف)

اور انہی کے کارناموں سے سلسلۂ قادری کو حیاتِ نو کی گرمی حاصل ہوگی
روایت ہے کہ جب آپ نے اپنے جمالِ رنگیں سے بزمِ عالم کو منور فرمایا تو شیخ فضیل قادریؒ جو اپنے وقت کے سرار الاولیاء اور ممتاز الاصفیاء تھے۔ حضرت سیدنا شاہ حاجی عمرؒ کے گھر تشریف لائے اور یہ بشارت دی۔ کہ "مبارک ہو۔ یہ بچہ اولیاء کے زمرے میں مراتبِ عالیہ پر فائز ہوگا۔ اور اس کی پرواز سدرۃ المنتہیٰ تک ہوگی۔ اس کا نام کمال ہے۔ اس کا علم وسیع ہوگا۔ اور عمر دراز ہوگی" اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

مبارک باد فرزندِ مبارک ایا عمرؒ
ظاہر آمد نور از نورِ ولایت با لخیر

آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات مشرح طور پر بہم نہیں پہنچ سکے ہیں۔ بہت کچھ قیاسات سے بھی کام لیا گیا ہے۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ آپ کو دینی علوم اور شرعی فقہ و تفاسیر پر پورا عبور حاصل تھا۔ جیسا کہ آپ کے مکتوباتِ علمی، دین کی خدمت کے سلسلے میں کارہائے نمایاں اور مریدین و خلفاء کی تعلیم و تربیت سے ظاہر ہے۔ ویسے بھی شہر بغداد تمام عالمِ اسلام میں علم و فضل کا مرکز تھا۔ اور قرینِ قیاس ہے کہ ایسے اعلیٰ گھرانے کے فرزند کے لئے

تحصیلِ علم کا انتظام کیوں نہ کیا گیا ہوگا۔ علومِ ظاہری کے حصول
بعد آپ وقت کے مشہور اور ممتاز اہلِ عرفان حضرت شاہ فضـ
کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ وقت کے منتہی کی نگاہ نے
لیا کہ یہ جویائے علومِ روحانی کوئی خاص شخصیت ہے۔ جو رسماً ا
طرف آنکلا ہے۔ اِس لئے پیرِ کامل نے پوری توجہ سے کام
اور تھوڑے سے ہی عرصہ میں وہ مہمات سر ہو گئیں۔ جن کی تسخیر
عمریں گذر جاتی ہیں۔ یہ روایت بھی ہے کہ آپؒ کو حضرت غوثؒ
سے براہِ راست آویسیہ رنگ میں بھی فیض حاصل تھا اور کہ حضـ
شاہ فضیلؒ کی ارادت محض رسمی تھی۔ یہ دور بھی ختم ہو گیا۔ اور
منزل آگئی جہاں مجاہدہ اور نفس کشی سے عالمِ انا اور تفریق و تجـ
کے مشاہدات کئے جاتے ہیں اور پھر ان مسلّمات کو بے پردہ کـ
جاتا ہے یعنی غلبۂ عشق نے دل کی دنیا ہی بدل دی اور آپ گـ
ماں باپ اور اہل و عیال کو چھوڑ کر جنگلوں اور صحراؤں میں ر
ہو گئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ "مبدء و معاد" میں تحریر فرما
ہیں کہ ان ایام میں حضرت شہ کمالؒ جذب کی حالت میں شب
روز جنگلوں اور بیابانوں میں رہا کرتے تھے۔ کئی کئی ماہ تک خورد و نو
کی پرواہ بھی نہ رہتی تھی۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ صحرائے لق و دق میں

کوئی شہر آباد نظر آتا۔ اور اس کا کوئی باشندہ آپ کے روبرو کھانے پینے کی اشیاء رکھ جاتا ہے اور چشم زدن میں وہ شہر نگاہوں سے غائب ہو جاتا تھا۔ مگر یہ دشت نوردی بغداد کے نزدیکی علاقے تک محدود تھی۔ آپؒ کے والد بزرگوار کئی بار آپؒ کی تلاش میں اس بیابانی علاقہ میں پہنچے اور کئی مرتبہ آپؒ ان کو نظر بھی آئے۔ مگر گھر کبھی واپس نہ آئے۔ ایک روز آپؒ کے والد بزرگوار آپ کی تلاش میں اس بیابانی علاقے میں پہنچے۔ بہت تلاش کے بعد آپؒ کو ایک درخت کے نیچے مراقبے میں پایا۔ والد بزرگوار نے چاہا کہ فرطِ محبت کے جوش میں آپ سے لپٹ جائیں۔ آپ کو کشفی طور پر یہ ارادہ معلوم ہو گیا تو آپ فوراً ہی وہاں سے آگے روانہ ہو گئے۔ والد بزرگوار اُن کے تعاقب میں چلے کہ اور آگے جا کر آپؒ اُن کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور پھر سامنے ایک شیر ژیاں نظر آیا۔ والد بزرگوار واپس آ گئے۔ اور آپؒ کی والدہ کو جو آپ کے فراق میں بہت بیقرار تھیں۔ یہ سب حال سنایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارا کمال اب تعلق کی دنیا سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ اور اب اِس کا واپس لانا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔

صحرا نوردی اور دشت پیمائی کی منزل بھی ختم ہو گئی۔ ترقی کیفیات

اور وسعتِ کیف و جوش کے لئے اب بغداد اور اس کے مضا
کی زمین تنگ ہوگئی اور اب یہ دریائے پرجوش ان کوزوں میں
کیسے سما سکتا تھا۔ اس لئے آپ سیاحتِ عالم کی مہم پر روا
ہوگئے۔ غلبۂ شوق، شدتِ احساس اور کیفیات کی بے تابی کہ
ایک مقام پر کب ٹھہرنے دیتی۔ اس لئے آپؒ کبھی سمرقند تاشقند
اور بخارا کے سرسبز میدانوں میں ہیں تو کبھی وسطی عرب کے ریگزا
میں پہنچ گئے ہیں، کبھی روم و شام کے علاقوں میں ہیں تو کبھی بحر
خضر اور بحر ظلمات کے ساحلوں پر چل پھر رہے ہیں۔ اور کبھی
مصر و طرابلس کے علاقوں اور بیابانوں میں بھی قلبی بے قراری کو
تسکین دے رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ کسی کو خبر نہیں کہ
اس سیر و سیاحت سے کیا مراد تھی۔ اور کس کی تلاش و جستجو
جا رہی تھی۔ یہ تو وہ جانے جو سرگرمِ جستجو ہے یا وہ سمجھے جس کی
جستجو ہو رہی ہے۔

یہاں یہ خاص بات قابلِ لحاظ ہے کہ اس سیر و سیاحت میں
مرشدِ کامل حضرت شاہ فضیلؒ بھی اکثر طور پر ہمراہ رہے۔ اور
اسی دوران میں مرشد اور مرید نے کئی بار ایک ساتھ حج بھی کیا
اس دور میں آپؒ سے مختلف ممالک میں بے شمار کرامات کا ظہ

ہوا۔ اور آپؒ کی فیض رسانیوں کا چرچا ہر طرف ہونے لگا۔ سیرِ عالم کا زمانہ بھی ختم ہو گیا۔ اور مرشدِ کامل کی سیاست کچھ اور ہو گئی۔ اس لئے آپ کو ہدایت فرمائی گئی کہ ملکِ ہندوستان کا رُخ کریں۔ آپؒ کو مرشدِ کامل کا فراق گوارا نہ تھا۔ مگر مرشدِ کامل نے بھی ہندوستان کی روانگی کا حکم مشیتِ ایزدی کے تحت ہی صادر فرمایا تھا۔ آخر آپؒ ہندوستان تشریف لے آئے۔ یہاں بھی کسی مقام پر مستقل قیام نہ فرمایا تھا۔ ملتان، لاہور، سرہند، دہلی آگرہ اور احمد آباد میں، جو اس زمانے میں علوم و فنون کے مرکز تصور کئے جاتے تھے۔ آپؒ تشریف لے گئے۔ ان مقامات کے حالات اور اُن کے اسباب کا ملاحظہ فرمایا۔ آخیر میں پائل تشریف لائے۔ اور یہاں کچھ دیر قیام فرمایا۔ ان ایام میں شیر شاہ سوری دہلی کے تخت پر فرمانروائی کر رہا تھا۔ حمید خاں حاکمِ ملتان آپؒ سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ یہ شیر شاہی امراء میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اور شیر شاہ سوری سے آپؒ کا تذکرہ کرتا رہتا تھا۔ اِس حساب سے قیاس کیا جاتا ہے۔ کہ آپؒ سنہ ۹۵۲ھ یا سنہ ۹۵۳ھ میں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اِسی قصبہ پائل میں حضرت مجدد الف ثانی کے والدِ محترم حضرت ملک العلماء

عبدالاحد کابلیؒ بھی سکونت پذیر تھے۔ جو آپؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے۔ شیخ سرہندیؒ کی تحریروں سے پایا جاتا ہے کہ شیوخ وقت کے زمرے میں اور بالخصوص شیوخ قادریہ میں آپؒ کو بہت بڑا درجہ حاصل تھا۔ حضرت مجدد الفؒ ثانی رح فرماتے ہیں کہ "جب ہم کو خاندانِ قادریہ کا کشف ہوتا ہے تو حضرت غوث الثقلینؒ کے بعد حضرت شاہ کمال قادریؒ جیسا بزرگ نظر نہیں آتا۔ اور جس طرح کہ آسمان کے ستاروں کا گننا محال ہے۔ اسی طرح حضرت شہ کمال قادریؒ کی کرامات کا شمار محال ہے" وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "جذبہ کہ قوی دارند و خوارق مشہور بودند"

قصبۂ پائل سے آپؒ کیتھل میں تشریف لے آئے اور اسی قصبے کو آپ نے اپنی مستقل رہائش قرار دے دیا۔ یہ قصبہ شہر دہلی سے ۱۲۴ میل کے فاصلے پر شمال کی جانب واقع ہے۔ اس کے مشرق میں تھانیسر، کرنال اور پانی پت جیسے تاریخی شہر آباد ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس قصبے کا اصلی نام "کپس تھل" تھا۔ "کپس" بندر کو کہتے ہیں۔ اور "تھل" رہنے کی جگہ، یعنی اس وقت اس جگہ بندر بے شمار پائے جاتے ہوں گے۔ پھر کپستھل سے یہ کیتھل ہو گیا۔ اس قصبے کی اندرونی صورت اور اس کے مضافات کا معائنہ

کیا جائے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی دور میں ہندو تہذیب کا مرکز ہوگا۔ ہندو عہد کی یادگاریں اور استھانوں کا سلسلہ جو اس قصبے کے مضافات میں پھیلا ہوا ہے۔ اس امر کا شاہد ہے کہ بت پرستی کا ٹھکانہ رہ چکا ہے۔ شاید اسی مشرکانہ مرکز کی شکست کے لئے حضرت خواجہ عبدالرشید عرف شاہ ولایتؒ اور سید کمال ترمذیؒ دو بزرگ بہت پہلے اس جگہ اپنا باطنی و روحانی کمال دکھا چکے ہیں۔ ان بزرگواروں کے مزار شریف بھی اسی قصبے میں ہیں۔ غالباً اسی سیاست کے پیش نظر آپؒ نے مستقل قیام کے لئے اسی قصبہ کیتھل کو تجویز فرمایا تاکہ اس قصبے میں بت پرستی اور مشرکانہ رسم و رواج ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کمزور اور بے اثر ہو جائیں اور اس کے بعد اس جگہ توحید پرستی اور رسالت محمدیہ کے چرچے عام ہو جائیں۔ چنانچہ ہوا بھی اسی طرح۔ آپؒ کی فیض رسانیوں اور کشف و کرامات نے دھوم مچا دی۔ ہزاروں مشرک اور بے دین آپؒ کی توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے اور لاکھوں قلوب آپ کی نگاہ لطف و کرم سے اطمینان و سکون کی دولت لے کر لوٹے۔ ہر شہر اور ہر دیار سے لوگ جوق در جوق اپنی پیاس بجھانے کے لئے قصبہ کیتھل کی طرف

آ رہے تھے۔ قافلے کے قافلے شب و روز کیتھل کی تگ و دو میں سرگرداں نظر آتے اور سیراب ہو کر واپس ہو جاتے تھے۔ کیتھل کے بازار اور اس کی گلیاں نئے نئے آدمیوں اور مسافروں سے بارونق رہتی تھیں۔ عام شہرت تھی کہ ساقی کیتھل بھر بھر کر پلا رہا ہے۔ چلو ہم بھی پئیں اور دل کی پیاس بجھائیں۔ کیتھل میں ایک مسیحا آ گیا ہے۔ جس کا فیض عام ہے۔ پہلی ہی نظر میں دل کے روگ دُور کر کے صحت بخش دیتا ہے۔ کیتھل میں روحانیت کا دسترخوان بچھا ہوا ہے۔ ہر خاص و عام کو اجازت ہے۔ آئیے اور جو چاہے کھائیے اور محبت الٰہی اور اُلفتِ رسول ؐ کا توشہ لے کر واپس ہو جائیے۔ اللہ اللہ وہ کیا زمانہ تھا۔ وہ کیسے دن تھے اور وہ کیسی راتیں تھیں وہ لوگ کیا تھے اور انہوں نے کیسے کیسے اشتیاق کا اظہار کیا ہو گا اور کیسی کیسی دولتیں سمیٹ کر اپنے گھروں کو واپس ہوئے ہوں گے۔ یہ تو عوام کا حال تھا۔ اگر روحانی صورت حال پر نظر ڈالی جائے۔ تو یہی ہنگامہ تھا کہ اولیاء اللہ زیارت و قدم بوسی کے لئے آ رہے ہیں اور مزید عنایات اور بلندی مراتب کے احکام لے کر واپس ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ قصبہ کیتھل آپ کے عہدِ مبارک میں ایک فلک جناب بارگاہ سے کم نہ تھا۔ اور

اس خاک کا ہر ذرّہ ستاروں اور ماہ پاروں کو شرمارہا تھا۔

کچھ روایات سے ایسا مترشح بھی ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ایسا زمانہ بھی تھا۔ کہ علمائے طریقت اور فقراء تصوف کے مشاہیر نے اس ملک کو اپنے کشف وکرامات اور باطنی عام فیضان سے منوّر کیا ہوا تھا۔ ہر طرف نور کے دریا بہہ رہے تھے۔ اور تجلّیٔ ایمان اور حرارتِ قلبی سے فضائیں جگمگا رہی تھیں۔ اس ہنگامہ آرائی میں مشاہیر سلسلۂ سہروردیہ کا نمایاں حصہ تھا۔ مگر ایسا وقت بھی آگیا۔ کہ مشاہیرِ طریقت وتصوف ایک دوسرے کے بعد خُدا کی ذات سے واصل ہوگئے۔ فیضانِ کے چشموں میں وہ اُچھل کود نہ رہی۔ کرامتوں کے دریاؤں میں وہ موجزنی نہ رہی۔ خدمتِ قوم اور اصلاحِ حال کے جذبات سے جو تعمیری کارنامے پھوٹتے تھے وہ سلسلہ ہی ختم ہو گیا۔ خلوصِ کار اور نیک نیتی کا اظہار کہیں پردوں میں جا چھپا تھا اور ہدایت ومواعظت کے چراغ اپنی بے پناہ روشنیوں سے محروم ہوکر محض چنگاریوں کی شکل میں نظر آرہے تھے۔ یہ صورتِ حال ایسی نہ تھی جسے مشیّت دیکھتی اور اس پر اُسے رحم نہ آتا غالباً اسی تقاضائے وقت کے پیشِ نظر قدرتِ کاملہ نے حضرت شہ کمال قادری کو بغداد سے ہندوستان روانہ کیا تاکہ وہ انسانیت کے اس

ڈوبتے جہاز کو سہارا دے کر کنارے تک لے آئیں۔ اور اس مایوس ماحول کو روشن و منور کر کے اس کی جگمگاہٹ سے نور ہی نور پھیلا دیں۔ یہ واقعہ ہے۔ کہ یہ اہم کام آپؒ ہی سرانجام دے سکتے تھے اور دنیا نے دیکھ بھی لیا۔ کہ آپؒ نے کس خوبصورتی اور کامیابی سے اس اہم کام کو انجام دیا۔

کسی دورِ انحطاط کے ساتھ کچھ برائیاں اور اخلاقی اور کرداری پستیاں بھی آجایا کرتی ہیں۔ جاہ پرست علماء اثر و رسوخ کے لئے بادشاہوں اور تاجداروں کی خوشامد اور کاسہ لیسی پر اُتر آئے تھے کم علم اور خام علماء اور نام نہاد اہل تصوّف نے زر و مال سمیٹنے کے لئے شریعت اور تصوف میں فاسد اور مکروہ نظریوں اور رسوم کو رائج کر دیا تھا۔ تبلیغ و اصلاح کاروباری پیمانے پر ہو رہی تھی بادشاہ اور امراء طاقت اور مال و دولت کے نشے میں من مانی کاروائیاں کر رہے تھے ظلم و ستم، لوٹ کھسوٹ اور خود غرضی و ہوس رانی کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ وہ مردانِ خدا جو تاجداروں اور شہنشاہوں کو ان کی غلطیوں پر بلا تامل ٹوک دیا کرتے تھے، نہ رہے تھے اور وہ مشاہیر طریقت جو سولیوں اور پھانسیوں پر بھی اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہ رہتے تھے، کہیں نظر نہ آتے تھے، اگر کہیں کہیں اہل خلوص تھے

بھی تو ان میں وہ جرأت - استقامت اور بے باکی نہ تھی - جس کے زور پر وہ بدلتے ہوئے زمانے کا مقابلہ کرتے اور اس وقت کے بے پناہ دھارے کے رُخ کو موڑتے - یہ انحطاط کچھ ہندوستان ہی میں نہ تھا - ایران، بغداد، مصر، رُوم، لیبیا اور دیگر ممالکِ اسلامیہ بھی اسی نازک دور سے گذر رہے تھے - وہاں بھی یہی کیفیتِ حال تھی اور یہی قحط الرّجال تھا - کیا عوام اور کیا خواص اور کیا ظاہر پرست علماء اور فضلاء سب کے سب ایک ہی کشتی میں سوار تھے اور سب ایک ہی طوفان میں بہے جا رہے تھے۔

اب حضرت شاہ کمال قادریؒ کے حالات زندگی جو مختلف روایات اور کتب سے یکجا کئے گئے ہیں تحریر کئے جاتے ہیں:

بہت عرصہ آپؒ غلبۂ عشق کے عالم میں صحرا نوردی اور دشت پیمائی کرتے رہے - اور خورد و نوش سے کوئی پرواہ نہ کرتے تھے، اور جب یہ آیت شریفہ "وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ" (یعنی ہم نے انہیں ایسا نہیں بنایا --- کہ وہ کھانا نہ کھائیں") - اس وقت کھانے پینے کا خیال آتا تھا - لبا اوقات آپ حجرۂ مبارک کا دروازہ بند کرکے یادِ الٰہی میں محو ہو جایا کرتے تھے - چالیس دن - اسّی دن، حتّٰی کہ چھ چھ ماہ تک دروازہ نہ کھولتے - اور اس دوران میں

خوردونوش سے بالکل بے نیاز ہو جاتے۔ اور جب دروازہ کھول کر باہر تشریف لاتے۔ تو مخلوق آپؒ کے جمالِ مبارک سے استفادہ دینی و دنیاوی کرتی۔ اس وقت آپؒ کے چہرے پر وہ جلال ہوتا تھا۔ کہ کسی کو دیدار کی تاب نہ ہوتی تھی۔

مشہور ہے کہ آپؒ سُرخ لباس زیبِ تن فرمایا کرتے تھے، اور ہاتھ اور پاؤں میں مہندی لگایا کرتے تھے۔ اکثر علماء آپؒ کی اس روش پر دل ہی دل میں اعتراض کیا کرتے تھے۔ مگر صراحت سے اعتراض کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے سفید لباس تیار کرا کر خدمتِ عالیہ میں بطور نذر پیش کیا اور استدعا کی کہ آپ یہ لباس زیبِ تن فرمائیں۔ آپؒ نے ان کے دِلوں کی بات کشف سے معلوم کر لی اور وہ سفید لباس پہن لیا۔ مگر فوراً ہی وہ سفید ملبوس سُرخ ہو گیا۔ آپؒ نے فرمایا۔ میں یہ سُرخ لباس اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق پہنتا ہوں۔ میں تو ایک میّت کی طرح ہوں، جسے اللہ تعالیٰ حرکت دے رہا ہے۔ یہ وہ جانے کہ میرے لئے سُرخ لباس کیوں مخصوص کیا گیا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت غوث الاعظمؒ کی مانند آپؒ بھی سلّابُ الاحوال تھے۔ یعنی آپ کے گرد و نواح میں دس دس، بارہ بارہ

میل تک کوئی ولی یا صاحب کیف بغیر اجازت چلنے پھرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اور اگر کرتا تو اُس کی ولایت سلب ہو جاتی تھی۔
آپؒ کبھی کبھی مسجد کے علاوہ گھر بھی نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کو اس بات پر شک گذرا۔ کہ آپ مسجد کی بجائے گھر کیوں نماز ادا کر لیتے ہیں۔ ایک روز ایک مرید نے تکبیر تحریمہ کے بعد سامنے اتفاقاً نظر کی تو دیکھتا ہے کہ سبزہ زار میں مردانِ الٰہی کا ایک مجمع نماز پڑھ رہا ہے۔ اور اس کی امامت حضرت والا فرما رہے ہیں۔ اس پر وہ شک کرنے والے بات کو سمجھ گئے۔

ملفوظاتِ مجددیہ میں تحریر ہے۔ کہ ایک مرتبہ کسی ویرانے سے گذر ہو رہا تھا۔ آپؒ نے استنجے کیا تو "اُح اُح" کی آواز آئی۔ خادم کے دریافت کرنے پر آپؒ نے فرمایا کہ یہاں بہت دنوں سے ایک متقی دفن ہے۔ میرے استنجے سے اُس کو کراہیت ہوئی ہے۔ آج میں نے اس کے سر سے انانیت کی گرہ نکال دی ہے اور اب وہ مطمئن ہے۔

ایک مرتبہ آپؒ فوجی وردی میں ملبوس، گھوڑے پر سوار حضرت شیخ جلال الدینؒ تھانیسری سے ملاقات کے لئے تھانیسر تشریف لائے۔ شیخ صاحب کے دروازے کے سامنے سرائے تھی، آپؒ

نے سرہنگ دار کی بیوی سے فرمایا "ہمارے گھوڑے کی نگرانی رکھنا۔"
اس نے جواب دیا۔ "شیخ کی زیارت کو ہر روز سینکڑوں آتے ہیں۔ میں کس کس کے گھوڑے کی نگرانی کروں۔"
آپؒ نے اس کے ایک کوڑا رسید کیا۔ کوڑا لگتے ہی وہ بلا بلا کے بے ہوش ہو گئی۔ پھر آپؒ شیخ موصوف سے ملے۔ اور شیخ سے تصوف کے ایک باریک مسئلے کی وضاحت چاہی۔ شیخ صاحب نے فرمایا "آپ فوجی ہیں، آپ کا ایسے مسئلے سے کیا تعلق ہے؟"
آپؒ نے فرمایا "اس لئے کہ مجھ پر بھی اس مسئلے کی وضاحت ہو جائے۔"
شیخ صاحب نے فرمایا۔ "تو ایسے وقت آئیے۔ جب کوئی اور نہ ہو۔"
آپؒ نے فرمایا۔ "جو نادان ہے۔ اس پر اس مسئلے کا انکشاف نہ خلوت میں ہو سکتا ہے، نہ جلوت میں۔ اور واقف کے روبرو بیان سے بخل کرنا کچھ اچھی بات نہیں۔"
پھر شیخ نے دریافت کیا۔ "بادشاہ کا کیا حال ہے"
آپؒ نے جواب دیا "فقیر کو چاہیئے کہ فقیر سے دنیا کی بات نہ کرے اگر بادشاہ کا حال دریافت کرنا ہے تو سرِ راہ بیٹھ جایئے اور

آپ نے جاتے سے دریافت کرتے رہیئے"۔

یہ فرماتے ہی آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سرائے میں تشریف لائے تو وہ عورت پاؤں چومنے لگی۔ لوگوں نے کہا "یہ وہی تو ہیں جنہوں نے تیرے کوڑا رسید کیا تھا۔ اس نے جواب دیا "کوڑا لگتے ہی مجھ کو ایسا محسوس ہوا کہ میں آسمان پر ہوں۔ اور فرشتوں کی تحلیل و تسبیح سن رہی ہوں" آپ سرائے سے روانہ ہو گئے۔

شیخ صاحب کو کشف سے معلوم ہوا کہ ایک ذیشان ہستی آن سے ناخوش ہو کر واپس ہو گئی ہے۔ وہ دوڑتے ہوئے راستے میں آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے گھوڑے کی رکاب پکڑ کر معذرت چاہی۔ آپ نے فرمایا "اے شیخ! حالِ تو و حالِ مریدانِ تو کہ در دستِ من است جہت خاطرِ غمدیدہ ات بتو باز گردانیدم" یعنی اے شیخ تیرا حال اور تیرے مریدوں کا حال جواب میرے قبضے میں ہے تجھے غمدیدہ دیکھ کر واپس کرتا ہوں"۔ شیخ موصوف کیتھل تک آپ کے ہمراہ پیدل چلتے رہے۔

تذکرۂ شرائف غوثیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رح سرہندی کے والد بزرگوار حضرت عبدالاحد فاروقی کابلی ایک دن حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ

صاحب نے فرمایا "اے عزیز! تیرا حصہ ایک اور بزرگ کے پاس ہے۔ جو عنقریب میرے گھر کو روشن کرے گا" اس پر حضرت عبداللہ کابلیؒ اس بزرگ کے انتظار میں شیخ صاحب کے حجرے ہی میں مقیم
اُن دنوں شیخ صاحب کی یہ حالت تھی کہ جب ان پر حال کا انتہائی ہو جاتا تو سارے شہر کی آگ سرد ہو جاتی تھی۔ جب تک شیخ صاحب پر یہ عالم رہتا تھا۔ آگ نہ سلگتی تھی۔ آخر ایک روز حضرت فقیر کمال قادریؒ ٹھائیسر تشریف لائے۔ اور سرائے والی سے فرمایا "کھانا لاؤ" اس نے آگ سرد ہونے کا ماجرا سنایا۔ آپؒ نے فرمایا "حیلے بہانے مت کرو۔ اندر جاؤ اور چولہا دیکھو" وہ اندر جا کر دیکھتی ہے کہ چولھے میں آگ روشن ہے۔ وہ کھانا پکانے لگی اور آپؒ شیخ صاحب کی خانقاہ کی طرف چلے۔ اس وقت شیخ صاحب جذب کی حالت میں کبھی گھر کے اندر ہو جاتے تھے اور کبھی باہر آجاتے تھے۔ مگر لطف یہ کہ دروازہ بند تھا۔ اتنے میں شیخ صاحب آپؒ کی آمد سے مطلع ہو گئے۔ اور آپ کی طرف بڑھے۔ آپؒ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، شیخ صاحب نے اپنے دونو ہاتھ تو پشت کی جانب کر لئے اور سر کو آگے بڑھا دیا۔ آپؒ نے فرمایا "شیخ عقلمند نکلا!" شیخ صاحب نے جواب دیا

سیدی! فقیر کو یہ دولت بڑی محنت سے میسر آئی ہے" آپؒ نے فرمایا "فقیر مخلوق کے لئے باعثِ رحمت ہوتا ہے، زحمت کا باعث نہیں ہوتا۔ تم تو جلوۂ الٰہی میں سرشار ہو اور مخلوقِ خدا روٹی کو ترس رہی ہے یہ شانِ فقر نہیں" یہ فرماتے ہی آپؒ واپس ہو گئے۔ اُدھر شیخ صاحب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور اس بات کا خیال بھی نہ رہا۔ کہ حضرت عبدالاحد کابلیؒ انہی بزرگ کے انتظار میں اُن کے حجرے میں مقیم ہیں۔ شیخ صاحب نے اپنے کچھ درویش حضرت عبدالاحد کابلیؒ کے ہمراہ کئے۔ اور انہیں ہدایت کی کہ حضرت عبدالاحد کابلیؒ کو حضرت شہ کمال قادریؒ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اور یہ عرض کریں کہ شیخ جلال الدین نے یہ شکار بطور نذرانہ ارسال کیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالاحدؒ کو آپؒ کے روبرو انہی الفاظ سے پیش کیا گیا۔ آپؒ نے فرمایا "ہم نے یہ تحفہ قبول کیا" پھر ہدایت فرمائی کہ انہیں ہمارے شکار بند کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دو چنانچہ ایسا ہی کر دیا گیا۔ وہ درویش تو واپس آ گئے۔ اور آپؒ نے اپنے گھوڑے کو چمکایا۔ اور پھر سرپٹ دوڑا دیا۔ حتیٰ کہ شیخ عبدالاحدؒ بے ہوش ہو کر راستے میں گر پڑے۔ اور آپؒ کے متعلق

تشریف لے گئے ۔ شیخ جلال الدین تھانیسریؒ نے کشف سے معلوم کر کے خادموں کو حکم فرمایا ۔ کہ وہ حضرت عبدالاحدؒ کو لحد سے اٹھا لائیں ۔ خادم آپ کو اٹھا کر لے آئے ۔ تین دن کے بعد صاحب کو ہوش آیا تو یہ کیفیت تھی کہ اچھے صاحب حال کو ان کے بلند مقام کی انتہا معلوم نہ ہوتی تھی ۔ شیخ جلال الدین تھا جب شیخ صاحب سے اس واقعہ کی نسبت دریافت فرمایا کرتے شیخ عبدالاحدؒ یہی جواب دیا کرتے تھے کہ اے شیخ یہ سب کچھ کے گھوڑے کھانے کی عنایت اور برکت ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی مجھ پر پوشیدہ باتوں کا انکشاف کر دیا تھا ۔ مگر میں ان باتوں ادراک کی برداشت نہ پا کر بے ہوش ہو جاتا تھا ۔ اور اب مجھ ادراک کی استعداد ہو گئی ہے ۔

ایک روز آپؒ کیتھل کی ایک مسجد میں وضو فرما رہے تھے مفتیوں کے خاندان کے ایک مفتی نے کہا کہ اے دوست مسح شریعت کے مطابق نہیں ہوا ہے ۔ آپؒ نے اپنا سر بدن سے جدا فرما کر حوض میں ڈال دیا ۔ کہ اب تو تمہاری خواہش کے مطابق مسح درست ہو گیا ہے ۔ وہ شخص ایک دم زمین پہ گرا اور مر اس واقعہ سے مفتیوں کے خاندان کو آپؒ سے عداوت ہو گئی

...پاہ آپؒ پر کہیں سے گذرتے ہوئے کوڑا کرکٹ ڈال دیا کرتے تھے۔
...ہلہ اور طرح بھی گستاخیاں کرنے لگے۔ ایک دن یہ ہندی کلمے
...آپؒ کی زبانِ مبارک پر آئے "منقیدوں کی جڑ اللہ اور شاہ کمال نے
...ی" اور اسی روز سے اس خاندان پر آفتیں اور مصائب آنے شروع
...ہوئے اور تھوڑے عرصہ میں وہ سارے کا سارا قبیلہ تباہ و برباد
...ہو گیا۔ یہاں تک کہ اُن کی نسل بھی منقطع ہو گئی۔ اگر کوئی شخص ان
...کے ویران اور تباہ مکانوں کی لکڑیاں اپنے مکان کی تعمیر میں استعمال کرتا
...تھا۔ تو اُس مکان میں بھی آگ لگ جاتی تھی۔

منقول ہے کہ ایک روز آپؒ اپنے دونوں زانو پر تکیہ رکھے تشریف
...فرما تھے۔ ایک شخص نے کہا "حضور میں حضرت رسالتمآب صلی اللہ
...علیہ وسلم کے حالات شریف کا مطالعہ کر رہا تھا۔ حالاتِ شریفہ میں
...یہ بات بھی شامل تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آنحضور رسالتمآبؐ
...کا پٹکا جبکہ آنحضورؐ نماز میں مصروف تھے کھینچا تو وہ پٹکا حضورؐ کی
...کمر مبارک سے صاف گذر گیا۔" آپؒ نے فرمایا "کوئی تعجب کی بات
...نہیں، اللہ تعالیٰ نے حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں
...کو بھی یہ بات عطا فرمائی ہے۔" اور آپؒ نے وہ تکیہ اپنے زانو
...مبارک سے باہر کھینچا تو وہ تلوار کی طرح آپؒ کے زانو مبارک سے

صاف نکل گیا۔ وہ شخص حیران رہ گیا۔ اور اُسے رسول کریم صلی [اللہ]
علیہ وسلم کے اُس واقعہ کا یقین آگیا۔

روایت ہے کہ کسی رات تین رجالِ غیب آسمان سے آ[کر]
حضرت شہ کمال قادریؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے،
اثناء میں کوتوالِ شہر آگیا۔ اُس نے دیکھا کہ چار آدمی بیٹھے ہیں [اُس]
نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ کہ انہیں گرفتار کر لیا جائے۔ جب
سپاہی نزدیک آئے۔ تو انہیں کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ کیونکہ وہ
رجالِ غیب تو ہوا میں اُڑ گئے۔ اور حضرت اقدسؒ اُن کو با[وجود]
موجودگی نظر نہ آئے۔ جب سپاہی چلے گئے تو وہ رجالِ غیب
آگئے اور کہنے لگے "آپ کیوں نہ چھپے"۔ آپ نے فرمایا "[اللہ]
تعالےٰ نے فقراء کو وہ طاقت دے رکھی ہے۔ جس سے و[ہ]
عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ مگر انہیں کوئی دیکھ نہیں سکتا"۔ پھ[ر]
تینوں رجالِ غیب نے آپ سے استدعا کی کہ چلئے، لاہور [کی]
سیر کریں، آپؒ نے فرمایا "آپ ہی جائیں اور مجھے معذور سمج[ھیں]"
وہ تینوں رجالِ غیب ہوا میں پرواز کرتے ہوئے لاہور آ[ئے]
مگر دیکھتے ہیں کہ آپؒ پہلے سے وہاں پہنچ چکے ہیں۔ انہوں [نے]
آپ کے پہنچنے کی کیفیت دریافت کی۔ آپؒ نے فرمایا۔

...رِ دولت کی ضرورت نہیں - فقیر تو خود دُنیا کو گھیرے ہوئے ہے
خود اس دُنیا سے باہر ہے وہ جہاں چاہے چلا جائے۔"
منقول ہے کہ درویشی کے ابتدائی دور میں آپؒ سوداگروں
بھیس میں سیاحت فرمایا کرتے تھے - ایک دفعہ ایک قافلے
ساتھ ایک شہر میں پہنچے - وہاں کے راجہ کی لڑکی پر آپؒ کی
پڑی، تو آپ اُس پر مفتون ہو گئے - اور قافلہ کو باہر چھوڑ کر
میں تمام دن محل کے سامنے کھڑے رہے - سارے شہر
س کا چرچا ہو گیا - راجہ کو بھی معلوم ہوا - اُس نے اپنی لڑکی
تھ مٹھائی کا ایک تھال بھر کر آپؒ کی خدمت میں بھیجا - آپؒ
اپنا دستِ مبارک لڑکی کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا "یہ ہماری
ہے - اور اس کی شادی کا جملہ خرچ ہمارے ذمہ ہو گا۔"
آپؒ دوسرے شہر تشریف لے گئے - وہاں کے راجہ کے
کے کو اپنا بیٹا بنا لیا - اور اس کی شادی راجہ کی اس بیٹی سے
ی - آج تک اس جوڑے کی اولاد اپنے آپ کو حضرت شاہ
قادریؒ کی اولاد تصور کرتی ہے۔
روایت ہے - کہ شیخ احمد سرہندیؒ ایک مرتبہ ایک خطرناک
میں مبتلا ہوئے - علاج معالجہ کے باوجود مرض میں کوئی

افاقہ نہ ہوا۔ حضرت عبدالاحد کابلیؒ انہیں بحالت مایوسی حضرت
شاہ کمال قادریؒ کی خدمت اقدس میں کیتھل لائے۔ اور بچے
آپؒ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپؒ نے بکمال شفقت اپنا لعاب
دہن بچے کے منہ میں ڈال کر فرمایا۔ کہ اس بچے کو بڑی عزت
و عظمت حاصل ہوگی اور بہت مخلوق اس کے ذریعے مرتبۂ کمال
کو پہنچے گی۔ چنانچہ شیخ احمد سرہندیؒ کو اپنے وقت میں وہ
حاصل ہوا جو دوسروں کو نصیب نہ ہوا۔

آپؒ کے تین فرزند والا مقام تھے۔ سب سے بڑے شاہ
عماد الدینؒ تھے۔ ایک روز وہ مراقبے میں تھے۔ کہ ایک جہاز
کو ڈوبتے ہوئے پایا۔ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے جہاز
طوفان سے نکال دیا۔ حضرت شاہ کمال قادریؒ نے دریافت فرمایا
"ایسا کیوں کیا؟" انہوں نے جواب دیا "اہل جہاز آپ کا نام لے
رہے تھے۔ مجھ کو شرم آئی کہ یہ لوگ آپ کا نام پکاریں اور
غرق ہو جائیں" آپؒ نے فرمایا "کیا لوح محفوظ پر نظر ڈال لی تھی
بغیر اذن اللہ کے معاملے میں دخل دینا مناسب نہیں" اور
صاحبزادے کے اعلیٰ مراتب سلب کر لئے۔ دوسرے صاحبزادے
حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم تھے۔ وہ بڑے بھائی کے قدم

حضرت آپؒ کے جلال سے خوفزدہ ہو کر دور دراز علاقوں میں
چلے گئے۔ اور جب ذکر و فکر سے فارغ ہو گئے۔ تو اپنے آپ
کو کیتھل میں ہی پایا۔ تین دن تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ آخر کار مجبور
ہو کر حضرت والا یعنی والد بزرگوار کی خدمت میں آ گئے۔ اور عرض
کیا کہ یا سیدی۔ یہ چاہتا ہوں کہ سیاحت کے ذریعے تمام دنیا
کے عجائبات اور مصنوعات کی سیر کر دوں۔ آپؒ نے فرمایا۔ دنیا
میں تقدیر الٰہی کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا اور کسی کی نیکی یا بدی
خدا کے حکم کے بغیر اعمالنامے میں درج نہیں ہوتی۔ چونکہ تم نے
درخواست کی ہے۔ اس لئے قبولہ کی ولایت تم کو دی جاتی ہے
اگرچہ یہ باوا صاحبؒ کی ولایت ہے مگر باوا صاحبؒ اپنی ولایت
سے کچھ حصہ کاٹ کر بطور نذر حضرت غوث الاعظمؒ تمہیں دے
رہے ہیں گے۔ اس لئے اب تم وہاں جاؤ۔ اور مخلوق کو اللہ کی طرف
بلاؤ۔ وہ یہ حکم پاتے ہی کوٹ قبولہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان
دنوں کوٹ قبولہ میں ایک مجذوب باوا حیدر نامی اپنی داڑھی
سے گلی کوچوں کی صفائی کر رہا تھا۔ لوگ پوچھتے ایسا کیوں
کر رہے ہو۔ وہ جواب دیتے بغداد سے ایک شیر آ رہا ہے
جب وہاں پہنچ گئے۔ مقامی خاندانِ سادات نے اپنی ایک

لڑکی اُن سے منسوب کرنا چاہی - آپ اس شرط پر رضامند ہو
کہ جہیز میں کوئی دنیاداری کی شے نہ دی جائے - نکاح ہو گیا
روانگی کے وقت باپ نے کچھ سونا لڑکی کو دیا - کہ حضرت
پوشیدہ رکھنا - یہ کسی ضرورت کے وقت کام آ جائے گا - لڑکی
وہ سونا گھر میں دفن کر دیا - حضرت شاہ ابوالمکارمؒ گھر آئے تو فرما
کہ بدبو آ رہی ہے - لوگوں نے تجسس کر کے وہ سونا نکال
آپ نے سونا باہر پھنکوا دیا - حضرت ابوالمکارمؒ سے بے
کرامات کا ظہور ہوا اور اس طرح آپ کا چرچا ہر جگہ پھیل گیا
آپ کا مزار اسی قبولہ شریف میں ہے - اور زیارت گاہ ہر
خاص و عام ہے -

تیسرے سب سے چھوٹے صاحبزادے کا اسم گرامی شاہ نور
تھا - وہ ایک روز دوسرے بچوں کی طرح دیوار پر چڑھ کر کہنے
"میرے گھوڑے دوڑ" دیوار گھوڑے کی طرح دوڑنے لگی - حضرت
اقدسؒ کو یہ بات معلوم ہوئی تو صاحبزادے سے فرمایا "اے نور
تم نے درویشی کے اسرار کو ظاہر کر دیا ہے - اس لئے اب تمہیں
اس دنیا سے رخصت ہو جانا چاہیئے" اسی وقت وہ نوعمر
واصل بحق ہو گیا - اس صاحبزادے کا مزار شریف حضرت اقدس

کے مزار شریف ساتھ ہی ہے۔
روایت ہے کہ ایک روز آپؒ ایک بیابان سے گذر رہے
تھے۔ سجن نامی شخص بیری کے پتے توڑ کر اپنے جانوروں کو کھلا رہا
تھا۔ اس کے پاس دو روٹیاں تھیں۔ استغراق کے عالم میں آپؒ نے
فرمایا۔ ایک روٹی کسی مرد خدا کو دے گا۔ تو تجھ کو بے شمار دینی
اور دنیاوی فوائد حاصل ہوں گے اس نے جواب دیا۔ عجیب
درویش ہے۔ کہ مفت کی روٹیوں پر اس قدر فربہ ہو رہا ہے اور
میری روٹیوں پر بھی نظر رکھے ہوئے ہے۔ جن سے میں مشکل سیر ہوتا
ہوں۔ آپؒ آگے روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سجن مذکور کے
دل میں ایک ہوک سی اٹھی اور وہ اپنا کلہاڑا۔ گودڑی اور روٹیاں
وہیں چھوڑ کر آپؒ کے پیچھے چل پڑا۔ اور کچھ دور جا کر آپؒ سے
جا ملا۔ اور بے اختیار آپؒ کے قدموں میں گر کر پاؤں چومنے لگا۔
پھر کیا تھا۔ زمین سے آسمان تک تمام حجابات اس کے سامنے
بے پردہ ہو گئے۔ وہ اتنا گرویدہ ہوا کہ حضرتؒ کے ساتھ ہی رہنے
لگا۔ آپؒ جب کبھی اپنے مرشد حضرت شاہ فضیلؒ کو سلام کرنے
جاتے تو سجن بھی ہمراہ ہوتا تھا۔ مگر وہ اس ادب اور تعظیم سے حضرت
شاہ فضیلؒ سے پیش نہ آتا تھا۔ جس طرح آپؒ اپنے مرشد کے حضور

پیش ہوتے تھے۔ ایک روز آپؒ نے سجن کو کہا۔ کہ تم پورے ادب سے سامنے آیا کرو۔ سجن نے جواب دیا۔ کہ مجھ جیسے جنگلی آدمی کو تو آپ سے فیض حاصل ہوا ہے۔ اس لیئے میں تو آپ کے ہی احترام کا ممکلف ہوں۔ حضرت شاہ فضیل رحمتہ اللہ علیہ سجن کی خوش عقیدگی اور خلوص سے باخبر تھے۔ اس لیئے انہوں نے فرمایا۔ کہ سجن جس انداز اور طریقہ سے ہمارے پاس آئے گا وہ منظور و قبول ہوگا۔ آپ اس معاملہ میں دخل نہ دیں۔

روایت ہے کہ جب آپؒ ہندوستان میں تشریف لائے تو اول ملتان میں قیام فرمایا۔ وہاں سے دیپال پور تشریف لے گئے۔ اس شہر کے بے شمار آدمی آپؒ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ یہاں ایک متبحرؒ اور عالم قاضی عبدالرحمانؒ رہا کرتے تھے۔ جو شریعت کے سختی سے پابند تھے۔ وہ آپؒ کے مریدین کو سمجھایا کرتے تھے۔ کہ تم ایک برہنہ اور تارک الصلوٰۃ درویش کے پاس کیوں اٹھتے بیٹھتے ہو۔ اور اس کا اس قدر کیوں احترام کرتے ہو۔ مگر وہ مرید کب مانتے تھے اس پر یہ قاضی صاحب حضرت اقدسؒ کے دشمن ہو گئے اور انہیں دیپال پور سے نکلوانے کی تدابیر سوچنے لگے۔

ایک روز قاضی صاحب جنگل سے گذر رہے تھے۔ کہ سامنے

نے آپؒ کو آتے دیکھا۔ قاضی صاحب آپؒ کی جلالتِ ولایت سے
اس قدر مرعوب ہوئے کہ زبان بند ہو گئی۔ آپؒ نے فرمایا "عبدالرحمان!
ہماری رفاقت میں آ۔ اور ہمارے راستے پر چل۔ خبردار یہاں سے
آگے قدم نہ اٹھانا۔ جب تک میں واپس نہ آجاؤں۔" پھر آپؒ آگے
تشریف لے گئے۔

قاضی صاحب نے خیال کیا کہ یہ تو مجذوب ہیں شاید اب اس جگہ
واپس بھی نہ آئیں۔ یہ سوچ کر وہاں سے چل پڑا۔ ابھی دو چار قدم
ہی چلا تھا۔ کہ آگے سے ایک شیر آتا ہوا نظر آیا۔ قاضی صاحب نے
ارادہ کیا کہ نزدیکی درخت پر چڑھ کر شیر سے جان بچاؤں۔ درخت
کے نزدیک آئے تو اس پر سے ایک اژدہا آتا ہوا دکھائی دیا۔
آپ نے سوچا کہ سامنے کنواں ہے۔ اسی میں گر کر جان بچائی جائے۔
مگر کنوئیں میں پانی نظر نہ آیا۔ اور اس میں ایک نعش کو چار ٹکڑے
میں دیکھا۔ قاضی صاحب بہت گھبرائے کہ بس جان گئی۔ اتنے
میں حضرت اقدسؒ تشریف لے آئے اور فرمایا "عبدالرحمان
کس وہم میں مبتلا ہے؟" اب نہ وہ شیر رہا نہ اژدہا اور نہ
وہ کنواں۔ قاضی صاحب نے دست بستہ عرض کی۔ حضور میں نے
آپ کی قدر نہ جانی، معافی کا خواستگار ہوں۔ اور پھر حضرت

اقدسؒ کے قدموں میں گر پڑے۔ اور شرفِ بیعت سے مشرف ہو
اور پھر قاضی صاحب نے وہ عقیدت اور متابعت دکھائی۔ کہ
حضرتِ اقدسؒ نے انہیں "فرزند" کے خطاب سے ممتاز فرمایا
ایک مرتبہ آپؒ بیلہ میں جو سندھ کے کنارے ٹھٹھہ کے
علاقہ ہے پہنچ گئے۔ وہاں خاندانِ سادات میں ایک سید محمدؒ مدرس
بڑے پائے کے عالم اور فاضل تھے۔ اور انتہا درجے کے شرع
پرست تھے اُن کی بہن بھی بڑی پاک دامن متقی اور ریاضت
تھی یہ عالم صاحب ہر روز قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے ا
حضرت اقدسؒ کچھ برہنہ حالت میں حلقۂ درس میں تشریف لا
کرتے اور کئی مرتبہ عالم مذکور سے بحث و مناظرہ بھی کیا۔ یہ
آپؒ سے سخت ناراض تھے۔ اور آپؒ کے بظاہر بے شرع
کی وجہ سے آپؒ کو شہر بدر کرانے پر تلے ہوئے تھے۔ آپؒ کے
جانے کے بعد آپ کی بُرائی کیا کرتے۔ مگر جب آپؒ درس میں
شامل ہوتے تو اُن کی زبان طعن کو قفل لگ جاتا تھا۔ اُن کے شا
بھی اُن سے کہا کرتے کہ جب وہ سامنے ہوتے ہیں تو آپ کچھ نہ
کہتے اور اُن کے جانے کے بعد اظہار ناراضگی کرتے ہیں۔ ایک د
اُن عالم صاحب کی بہن کو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوا

میں ہدایت فرمائی کہ اس برہنہ فقیر کی بیعت کر لو۔ اس نے اپنے بھائی عالم صاحب سے ذکر کیا۔ عالم صاحب نے جواب دیا "یہ شیطانی وسوسہ ہے۔"

دوسرے دن پھر آنحضور ؐ نے اس نیک عورت کو خواب میں وہی ہدایت فرمائی۔ اس پاک دامنہ نے عرض کی۔ حضور والا۔ آپ ہی کا فرمان ہے کہ "علماء انبیاء کے وارث ہیں" اگر ایسا کروں۔ تو عالم بھائی کی مخالفت ہوتی ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تمہارے بھائی کو بھی ہدایت کر دی جائے گی۔"

اُسی رات، عالم صاحب سے بھی حضور پُر نور ؐ نے فرمایا کہ اس برہنہ فقیر کی خاطر ہی تیرے دل شرعی امر کو مضبوط کیا گیا ہے۔ اس کی مخالفت چھوڑ دے اور صدقِ دل سے اس برہنہ فقیر سے ہدایت طلب کر۔"

وہ عالم صاحب صبح کو اپنی بہن۔ شاگردوں اور دیگر علماء کو اپنے ہمراہ لے کر حضرتِ اقدس ؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور حضرتِ اقدس ؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور اس قدر ریاضت کی کہ ممتاز اولیاء میں شمار ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپ ؒ سفر میں تھے۔ کسی شہر کے نزدیک باغ میں آ گئے۔

اور آرام فرمانے لگے ۔ ایک غیر مسلم باغبان آیا۔ اور اُس نے
آپؒ کو ٹانگ پکڑ کر باغ سے نکالنا چاہا۔ آپؒ کے ایک ہمراہی
کو اس پر غصہ آیا۔ اُس کی گستاخی پر طیش کھا کر تلوار سے اس
کے دو ٹکڑے کر دیئے ۔ دوسرے باغبان نے آکر شور کیا کہ صوفیوں
نے اس کے ساتھی باغبان کو قتل کر دیا ہے ۔ وہ بھاگا ہوا حاکم
کے پاس گیا کہ چند مسلمان صوفیوں نے ہمارے ایک باغبان کو قتل
کر دیا ہے۔ حاکم نے چند سپاہی گرفتاری کے لئے بھیج دیئے
نے اس مقتول پر کپڑا ڈال دیا۔ سپاہیوں نے آپؒ کے چہرہ
پر نظر ڈالی ۔ تو رعب اور جلال کے ظہور سے مرعوب ہو کر کہنے
لگے ۔ "ہم صرف یہ دریافت کرنے آئے ہیں کہ کیا سچ مچ آپ صاحبان
نے باغبان کو قتل کر دیا ہے ؟" آپؒ نے فرمایا۔ "کتے کو قتل کیا
ہے ۔ یہ دیکھو ۔ کپڑے کے نیچے ہے ۔" کپڑا اٹھا کر دیکھا
واقعی مرا ہوا کتا تھا ۔ وہ سب چلے گئے اور اطلاع دہندہ پر
ہوئے ، آپؒ کے ہمراہیوں نے دریافت کیا" یا حضور ۔ یہ
کیسے بن گیا ؟" آپؒ نے فرمایا۔" یہ ظاہر میں آدمی تھا۔ مگر باطن
کتے کی خصلتیں ہی رکھتا تھا ۔"
خواجہ حبیب اللہ سے روایت ہے کہ میں اپنے استاد

جمیل الدین اور ان کے والد بزرگوار میاں منجھاؒ کے ہمراہ سرہند سے حضرت شہ کمال قادریؒ کی خدمت میں آئے ہوئے تھے۔ آپؒ پر غلبہ ہوا تو آپؒ نے میاں منجھاؒ سے فرمایا "چلو ذرا صحرا کا تماشہ کریں"

میاں منجھاؒ ساتھ ہو گئے اور ایک بھٹی کے پاس پہنچے۔ آپؒ نے فرمایا "منجھا معلوم ہے اس بھٹی میں کیا ہے ؟"

انہوں نے جواب دیا "حضور۔ اسرار الٰہی آپ پر سورج کی طرح روشن ہیں۔ مجھ کو اس کی کیا خبر"

آپؒ نے فرمایا "یہاں شہدائے کرام کی ایک جماعت رہتی ہے لوگوں کو معلوم نہیں۔ اس لئے اس جگہ کوڑا کرکٹ ڈال دیتے ہیں۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارشیں ہوتی ہیں"

آگے چل کر ایک تالاب نظر آیا۔ میاں منجھاؒ کو چھوڑ کر آپؒ تالاب کے اندر چلے گئے۔ اور کچھ دیر وہاں بیٹھے رہے جب اٹھے تو وہاں سے آواز آئی "یا کمال! فَاِنَّمَا مُشْتَاقٌ" "اے کمال! ہم تیرے مشتاق ہیں" دریافت پر آپؒ نے فرمایا کہ یہاں ملائکہ کی جماعت مقیم ہے۔ جب میں یہاں آیا تو ان سب نے مجھ کو اس طرح کہا "اے کمال ہم تیرے مشتاق ہیں"

پھر ایک مقبرہ آیا۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرے۔ پھر فرمایا "مجھا
مقبرے میں آرام کرنے والوں کی تجھے کچھ خبر ہے؟"
انہوں نے جواب دیا۔ "سب کچھ آپ پر روشن ہے"۔
فرمایا "یہ لحد ایک بہت بڑے فاضل اجل کی ہے اور اس
ارد گرد اس کے بیٹوں کی قبریں ہیں۔ جو سب کے سب اہلِ علم
کمال ہیں۔ اگر کہو، تو ان میں ہر ایک کی حقیقت بیان کردوں
کون جنتی ہے اور کون دوزخی"۔
انہوں نے جواب دیا۔ "حضور۔ بھیدوں کا چھپانا۔ حضور
مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی کا حکم ہے۔ لہٰذا کیا ضرو
ہے"۔ اس پر آپؒ خاموش ہو گئے۔
ایک دفعہ آپؒ کے صاحبزادے حضرت ابوالمکارمؒ کو
غوث الاعظمؒ کے روضۂ مبارک کا بیحد اشتیاق ہوا۔ حضرت اقدس
کی اطلاع کے بغیر جذبے کی حالت میں بغداد جانے والے
میں شامل ہو گئے۔ جب مشہد شریف پہنچے۔ تو صبح ہوتے ایک
بزرگ درویش نے فرمایا "صاحبزادے کہاں جا رہے ہو"۔
آپ نے جواب دیا "بغداد شریف! حضرت پیر دستگیرؒ کے
پاک کی زیارت کے لئے"۔

فقیر نے جواب دیا "ابھی اپنے پیر کی ہی خدمت میں رہنا لازم تھا"
اگلے دن پھر اس فقیر نے یہی بات کہی۔ تیسرے دن بھی اس فقیر نے اسی طرح کہا۔ مگر یہ قافلے کے ساتھ چلتے رہے۔ چوتھے روز آپ چلنے سے عاجز آگئے۔ پاؤں متورم ہو گئے اور بیمار پڑ گئے آپ ایک دوست کے گھر ٹھہر گئے۔ بیماری نے اور غلبہ کیا آپ، درد کی شدّت سے خودکشی پر آمادہ ہو گئے۔ ایک رات چھری سے گلا کاٹنے ہی کو تھے کہ حضرت شہ کمال قادریؒ نے چھری پکڑ لی اور فرمایا کہ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

عرض کی "غلبۂ مرض سے سخت بے چین ہوں"

فرمایا "کیا قاتل النفس فی النار نہیں سنا"

عرض کیا "حضور سخت مایوسی کے عالم میں ایسا کرنا چاہتا ہوں"

آپؒ نے فرمایا "تین دن تک تمہیں خود پیرِ دستگیرؒ نے اس سفر سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی۔ مگر تم باز نہیں آئے"

پھر آپؒ نے انہیں ایسا شربت پلایا کہ تمام مرض دور ہو گیا۔ اور چہرہ حسبِ سابق ارغوانی ہو گیا۔ صبح کو آپ کے ساتھی آپ کو تندرست دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کے استفسار پہ آپ نے بتایا کہ یہ مرشدِ کامل کے صدقے سے ہوا۔ پھر آپ واپس ہوئے

اور بعد قطع منازل گھر آگئے۔

جس روز آپ گھر آتے۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا "بیٹا آج میرے پاس سونا" نصف رات گذرنے پر حضرت اقدسؒ نے گلیم ان پر ڈال دی۔ وہ سات دن تک برابر سوتے رہے روز آپؒ نے انہیں خود اٹھایا۔ اور فرمایا "موسیٰ! تمہیں سونے کے لئے یہاں نہیں لایا گیا ہے" یہ سنتے ہی وہ اٹھ بیٹھے جنگل کی راہ لی اور پھر زمانے کے کامل بن گئے۔

کیتھل کے قریب ڈھوڈ نامی تالاب ہے۔ آپؒ اس طرف سیر و سیاحت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن اپنے صاحبزادے حضرت موسیٰ ابوالمکارم اور دو خادموں کے ہمراہ اس تالاب پر تشریف لے گئے۔ ایک شخص ایک بکرا ایک من آٹا۔ آدھ من چاول۔ دو من دودھ اور دیگر سامان کھانا تیار کرنے کے لئے لے آیا۔ ایک ہندو باد فروش کہنے لگا "آپ آدمی تو صرف چار ہیں اور کھانے کا سامان اس قدر ہے جس سے سو آدمی سیر ہو کر کھا سکتے ہیں"۔

آپؒ نے فرمایا "یہ دو نوجوان آدمی یعنی ابوالمکارمؒ اور دوسرے طیب ہی سیر ہو کر نہ کھا سکیں گے"

کھانا تیار ہو گیا۔ حضرت ابو المکارمؒ اور طیب حسب ارشاد دسترخوان پر بیٹھے تو وہ تمام کھانا کھا گئے۔ حتیٰ کہ پانی بھی نہ پیا۔ وہاں سے سوار ہو کر خانقاہ پہنچے ہی تھے کہ ایک طالب علم کے ہاں سے دس آدمیوں کا کھانا آیا۔ وہ بھی مذکورہ حضرات کھا گئے۔ اور بھوک کی شکایت کی۔ آپؒ نے فرمایا "باورچی خانہ میں جس قدر کھانا ہے وہ بھی لے آؤ۔" وہ کھانا بھی ایک من کے قریب ہو گا۔ اسے بھی یہ دونوں حضرات کھا گئے۔ اور پھر بھی بھوک بھوک پکارتے رہے۔ پھر یہ دونوں حضرات، حضرت اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بھوک دور نہیں ہوتی۔ آپؒ نے اپنے پینے سے بچا ہوا پانی انہیں پلایا جس سے ان کی تسکین ہوئی۔ بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اس نے آپؒ کے کمال کا چرچا دور دور پھیلا دیا۔

حضرت اقدسؒ مریدوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ فقیروں کی خدمت کرو۔ اور امیروں سے دور رہو۔ حضرت اقدسؒ کی خدمت بابرکت میں نذر نیاز بہت آیا کرتی تھی۔ مگر آپؒ مال ومتاع سے کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ جو آتا تھا۔ فقراء میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اکثر حضرتؒ کے گھر فاقہ ہی

رہتا تھا۔ ایک دفعہ شیر شاہ سوری شاہِ ہند نے اشرفیوں توڑے بھیجے۔ حضرتِ اقدسؒ نے لینے سے انکار فرمادیا۔ اس کو تحریر فرمایا۔ کہ میں تجھ کو دوست سمجھتا ہوں اور تو میر پاس ایسی چیز بھیجتا ہے جسے اللہ تعالیٰ مردار فرماتا ہے۔

منقول ہے کہ شیر شاہ سوری شاہِ ہند نے حضرت غوث الا کی نذر کے لئے گیارہ سو اشرفیاں مخصوص کی ہوئی ہیں۔ اس اپنے امیر سید محمدؒ فرعلی سے دریافت کیا۔ کہ کیا کوئی آدمی ا سکتا ہے۔ جو حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد یا ان کے خلفا عظام کی اولاد سے ہو۔ تاکہ یہ نذرانے کی اشرفیاں آ تقسیم کردی جائیں۔ امیر مذکور نے کہا۔ کہ پیر دستگیرؒ کے بیٹا اور اولاد سے ایک بزرگ صوفی حال ہی میں ہندوستان ہیں۔ اور ملتان میں مقیم ہیں۔ ان کا اسمِ گرامی شاہ کمال قادر ہے۔ چنانچہ گورنر ملتان خان حمید خان کو شاہی فرمان لکھا گیا کہ گیارہ سو اشرفیاں حضرت شاہ کمال قادریؒ کی خدمت میں نذر پیش کردے۔ گورنر نے وہ نذر ایک معتمد کے ذریعہ آپ کی خدمت میں پیش کی۔ بے شمار مخلوق بھی اس معتمد کے سا تھی۔ مگر آپؒ نے وہ نذر لینے سے انکار کردیا۔ اور یہ فر

یہ اشرفیاں غرباء اور معذور لوگوں کو دی جائیں۔ معتمد مذکور واپس گیا۔ گورنر نے یہی معاملہ دربار میں لکھ دیا۔
شیر شاہ سوری نے دوبارہ حکم جاری کیا۔ کہ گورنر ملتان خود کی خدمت میں بصد احترام حاضر ہو اور خود نذر کی اشرفیاں پیش ہے۔ اُدھر شیر شاہ سوری نے اس خیال سے کہ جب وہ مشکلات مصائب میں گھرا ہوا تھا۔ تو ایک حسنی الاصل مجذوب نے اُس مشکلات اور مصائب کو دُور کر دیا تھا۔ کہیں یہ وہی بزرگ نہ ں، میاں محمدؒ فر علی کو بھی حکم دیا کہ وہ ملتان جا کر ان حضرت کی مت میں حاضر ہوں۔
اُدھر دوسرا فرمان موصول ہوتے ہی گورنر ملتان حضرتِ اقدسؒ خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپؒ نے فرمایا۔ حمید خاں! یہ اشرفیاں رباء کو تقسیم کر دو۔ وہی اس کے مستحق ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے لئے تو حضور غوث پاکؒ کا نام ہی کافی ہے۔ اور شاہ کو اطلاع ے دو کہ نذر قبول ہوئی اور یہ بھی لکھ دو۔ کہ اُس مجذوب کی بت امرائے سلطنت سے کیا پُوچھتے ہو۔ اس کی ملاقات تم ے دہلی کی جامع مسجد میں ہو چکی ہے اور اس گفتگو اور ملاقات یہ نشانیاں ہیں۔" اِسی گفتگو کے وقت میاں محمدؒ فر علی بھی آ

گئے - اس واقعہ کے بعد شاہی دربار میں آپؒ کی عام شہرت ہو گئی اور بے شمار آدمی آپ کے حلقۂ ارادت میں آ گئے۔

حضرت عبدالاحد کابلیؒ جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پدر بزرگوار تھے - آپؒ کے مرید اور خلیفۂ خاص تھے - آپ کو حضرت اقدسؒ سے بے انتہا عقیدت تھی۔ حضرت عبدالاحد کابلیؒ ایک مرتبہ ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے - ہر چند علاج معالجہ کیا - مگر افاقہ نہ ہوا - حضرت عبدالاحدؒ نے آپؒ کی خدمت میں اطلاع بھیجی کہ ایک مرض میں مبتلا ہوں جو دور نہیں ہوتا - آپ کی زیارت سے محروم ہو گیا ہوں - اور جدائی کے سبب بے قرار رہتا ہوں۔"

اس اطلاع کے چند روز بعد حضرت اقدسؒ نے مولانا محمود داراشکوہ اور فتح علی خاں سے جو مقربین خاص تھے - وضو کے لئے پانی طلب فرمایا - جب آپؒ سر کا مسح فرما رہے تھے تو بلند قامت دو اشخاص شاہی لباس میں وارد ہوئے - مقربین نے دریافت کیا "تم کون ہو" انہوں نے جواب دیا "خدا کے بندے ہیں - " آپؒ دونوں پاؤں کو دھو رہے تھے کہ دو اور شخص اسی صورت اور لباس میں ظاہر ہوئے اور حضرتِ اقدسؒ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے - مقربین کی دریافت پر انہوں نے جواباً کہا کہ "ہمیں حضرت

...قدس نے عبد الاحد کے لئے طلب فرمایا ہے"
حضرت اقدسؒ نے وضو سے فراغت کے بعد ان چاروں
...ے دریافت فرمایا کہ" آپ میں سے کون حضرت عبد الاحد سے
...تعلق ہے ؟"
انہوں نے جواب دیا کہ امتیٔ افراد روئے عالم پر رحمت کے
...سے متقر ہیں اور حکم الہٰی سے مزاج کے اختلاف کے مطابق
...وں کے احوال پر مسلط ہیں - اور شیخ عبد الاحد کا مزاحم یہ شخص ہے"
اس شخص نے اقرار کیا - کہ اللہ کے حکم سے میں شیخ عبد الاحد
...ے احوال پر قابض ہوں - آپؒ نے فرمایا " شیخ عبد الاحد سے
...گذر کرو - وہ بہت پریشان ہے - اور اس نے ہمارے پاس
...ہ لی ہے -
اس نے جواب دیا - " یہ تو اللہ کے حکم سے ہے "
آپؒ نے فرمایا " وہ ہمارا طالب خاص ہے - اور ہمیں اللہ
...طلب خاص ہے - اس لئے طوعاً و کرہاً اسے چھوڑ دو "
اس نے کہا " سر تسلیم خم ہے - اور ایک ماہ کے بعد انہیں
...وڑ دوں گا " پھر انہوں نے اپنے ہاتھ قدموں کی طرف بڑھائے
...ر غائب ہو گئے -

حضرت عبدالاحدؒ ایک ماہ تک مرض میں مبتلا رہے۔ اور ایک ماہ گذرنے کے بعد صبح سویرے خود ہی بستر سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ان کے جسم میں مرض کا کوئی اثر نہ رہا۔ صُبح کو احباب آئے اور وہ آپ کو مکمل صحت میں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دریافت پر آپ نے احباب کو بتایا۔ کہ یہ سب کچھ پیر و مُرشد کی دُعا کا ثمرہ ہے۔ اور پھر اس صحت یابی کی اطلاع حضرت اقدسؒ کے حضور بھیج ارسال کی۔

ایک دفعہ آپؒ پائل تشریف لے گئے۔ ایک باغ میں پہنچے تو مالی سے فرمایا "اجازت ہو تو کچھ پیاز کھا لیں" اس نے اجازت دے دی۔ باغ میں دو بیگھے کے رقبے میں پیاز کاشت کئے ہوئے تھے۔ آپؒ نے وہ تمام پیاز نوش فرمائے۔ باغ کا مالی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس نے قصبے کے حاکم اور قاضی شیخ حسین کو جا کر سُنایا اور آپؒ کا حلیہ مبارک بھی بیان کیا۔

ادھر آپؒ چادر لے کر باغ میں سو گئے۔ اتنے میں شیخ حسین اپنے بھائیوں سمیت موقعہ پر آیا۔ یہ پہلے ہی حضرت اقدسؒ کا مشتاق تھا۔ آپؒ نے چہرے سے چادر اُٹھا کر فرمایا "حسین! کیا مالی کی امداد کو آئے ہو؟"

شیخ حسین نے جواب دیا۔ "حضور میں تو خدا سے دعائیں مانگتا تھا کہ کسی طرح حضور کا دیدار نصیب ہو۔ شکر کی جا ہے کہ تمنا پوری ہوگئی
آپؒ نے فرمایا "مالی کا نقصان ادا کرو" اور پھر شیخ حسین اپنے ساتھیوں بیعت سے مشرف ہوا۔

منقول ہے کہ آپؒ تین چار روز تک قدِ مبارک کو جھکائے ہوئے گھر تشریف لے جاتے۔ اور اسی حالت میں گھر سے برآمد ہوتے تھے شاہ مقربِ خاص نے خلوت میں اس کی وجہ دریافت کی۔ آپؒ نے فرمایا "آج کل عرش سے انوار و تجلّیات کا زور میرے اوپر اس قدر ہے کہ میرا سر زخمی ہوگیا ہے۔ اسی وجہ سے میں جھکا جھکا چلتا ہوں۔ اللہ اللہ کس بلند اور عظیم مرتبے کا معاملہ ہے۔

حضرت جلال الدین تھانیسریؒ کو حضرت کبیر ملک العشاقؒ سے بہت محبّت تھی۔ آپ کا ایک مرید تھا جسے تجلّی ذاتِ الٰہی کا بہت اشتیاق تھا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ اس وقت حضرت نجم الدین کبریٰؒ ایسے صاحبِ کمال ہیں کہ ان کی ایک نظر سے آدمی صاحبِ حال ہو جاتا ہے۔ حضرتِ اقدسؒ کو اس کے اس خیال سے روحانی طور پر آگاہی ہوگئی۔ اور اس لئے اس پر نگاہِ عاشقانہ ڈال دی۔ تجلّی ذات کا نور اس پر منکشف ہوگیا۔ مگر وہ اس کے

دیدار کی تاب نہ لا سکا۔ اور فوراً ہی مرگیا۔

ایک مجذوب جس کا نام شیخ مونگرؒ تھا۔ قصبۂ سرہند میں
بیٹھا رہتا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں دو اینٹیں ہوا کرتی تھیں
شخص وہاں سے گزرتا۔ یہ اس پر اینٹیں پھینکتا۔

ایک روز حضرتِ اقدسؒ فتح شاہ کی معیت میں جبکہ آپ
قیام سرہند میں تھا۔ اس بازار سے بحالتِ سواری گذر رہے
شیخ مونگرؒ عادت کے مطابق اٹھا۔ اور اس نے دونو اینٹیں
میں اٹھالیں۔ آپؒ اس کو مڑ مڑ کر دیکھتے رہے۔ کچھ دیر بعد
نے وہ اینٹیں پھینک دیں۔ اور سلام کے بعد آپؒ کے قدم
آ گرا۔

فتح شاہ کی دریافت پر آپؒ نے فرمایا کہ "یہ صاحبِ حال
میری اور اس کی روح نے ایک ساتھ اوپر پرواز کی۔ مگر ایک
پر اس کی روح میری روح کے ساتھ پرواز نہ کر سکی۔ میں
کو اتنی قوت دے دی ہے کہ وہ مقامِ مقصود تک اڑ سکے

حضرت شیخ ابراہیمؒ نے جو حضرت بابا فرید شکر گنجؒ کے
تھے، ایک شخص سے ناراض ہو کر سوزِ دل سے سارے
آگ لگادی۔

حضرتِ کبیر ملک العشاقؒ ان دنوں صحرائے روم میں معروف سیاحت تھے۔ چار اہل اللہ ہوا میں پرواز کرتے ہوئے اوپر سے گزرے باطنی قوت سے آپؒ کو پہچان کر خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔ "حضور! لاہور جل رہا ہے۔ آ سے دیکھنے جا رہے ہیں۔ آپ بھی تشریف لے چلیں۔" آپؒ نے ساتھ چلنے سے انکار فرما دیا۔ وہ اہل اللہ لاہور آئے اور زمین پر کھڑے ہو کر جس دروازے پر کھڑے تھے۔ دیکھتے ہیں کہ حضرت کبیر ملک العشاق بھی موجود ہیں۔
روایت ہے کہ حضرت عبدالاحد کابلیؒ اور حضرت خان اسمٰعیلؒ شیخ جلال الدین پانی پتی کے رشتہ دار تھے۔ اپنے وقت کے علماء دہر میں ممتاز اور سربرآوردہ شمار کئے جاتے تھے۔ یہ دونوں حضرات تکمیل علوم میں ساتھ رہ چکے تھے۔ ان کے دل میں علومِ باطنی کے حصول کا بڑا اشتیاق تھا۔ اور خدائے برتر کی یکتائی کی ماہیت اور کیفیت کے جویا تھے۔ اور "المعلم الحجاب الاکبر" کا انکشاف چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ اکثر فقراء اور اہل صوفیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ مگر ان کی تسلی اور اطمینان نہ ہوا تھا اس اثنا میں دونوں حضرات پوربی علاقہ میں پہنچے۔ وہاں ایک صاحب کمال بزرگ شیخ بہار جان سے ملے۔ وہ کسی پوشیدہ خزانے پر

متصرف تھے۔ دو گز لمبی تھیلی ہر وقت ان کے ہاتھ میں رہتی
جو سائل آتا تھا۔ اس میں سے نکال کر اس کو دے دیتے۔
دن میں کتنے ہی سوالی آئیں۔ کسی کو ناکام واپس نہ بھیجتے
ان بزرگ صاحب نے فرمایا کہ علاقہ کیتھل اور سامانہ میں
نہایت جلیل القدر ہستی حضرت کبیر ملک العشاق قادری
وہ اس مسئلے کی کما حقہٗ وضاحت فرما سکتے ہیں۔

یہ حضرات کیتھل کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت خان
تو کسی وجہ سے پانی پت ہی رہ گئے۔ البتہ حضرت عبدا
حضرت جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ تھانیسری کی خدمت میں حاضر ہوئے
یہاں سے وہ سبب پیدا ہوا کہ حضرت عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ حضرت
ملک العشاق رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

منقول ہے کہ حضرت کبیر ملک العشاق رحمۃ اللہ علیہ دارالخلافہ
میں پہنچے۔ شاہی محل کے سامنے کھڑے تھے کہ محل کی کھڑکی
ایک نہایت حسین دوشیزہ نے آپؒ کی طرف دیکھا۔ آپ
اس کے حسن کے جلوے سے کچھ اور ہی کیفیت طاری
دس دن اور رات وہیں کھڑے رہے۔ بادشاہ کو یہ حال
ہوا وہ خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا کہ "اگر میری لڑکی

...ارثم ہے۔ تو وہ خدمت کے لئے حاضر ہے۔ آپ اسے کنیزی میں
...ول فرمالیں۔"

آپؒ نے فرمایا "ہماری یہ غرض نہیں ہے۔ ہم تو ہر رنگ
میں خدا کا جلوہ دیکھتے ہیں۔"

بادشاہ نے لڑکی کو بھی وہیں بلوالیا۔ آپؒ نے فرمایا "یہ معصوم
...ل الٰہی کے انوار سے منور ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہاں کی
...ت اور پاکدامنی کے حصول کی توفیق دے۔" اور پھر آپؒ آگے
...انہ ہو گئے۔

اِدھر اس لڑکی پر غلبۂ روحانی ہوا۔ اور وہ دیوانوں جیسی باتیں
...نے لگی۔ بادشاہ نے حضرتِ اقدسؒ کی تلاش میں آدمی دوڑائے
...پؒ بادشاہ کے پاس تشریف لائے۔ بی بی عائشہ بھی جو اس لڑکی
...کا نام تھا۔ حضرت اقدسؒ کی خدمت میں حاضر آئی۔ آپؒ نے
...ان کے سر پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا "یہ میری بیٹی ہے۔"

لڑکی نے باپ سے عرض کیا۔ کہ وہ حضرت اقدسؒ کے ساتھ
...نا چاہتی ہے۔ اور ان کی خدمت میں فیض روحانی حاصل
...نے کی متمنی ہے۔ بادشاہ نے وہ لڑکی حضرت اقدسؒ کے سپرد
...کردی۔

یہ بی بی کئی برس حضرت اقدسؒ کے ہمراہ سفر و حضر میں رہی۔ لوگ اس کے جمال کی رعنائیوں سے محوِ حیرت ہو جاتے تھے۔ ایک روز اس بی بی نے عرض کیا۔ کہ حضور میں لوگوں کی ہوسناک نظروں سے تنگ آ گئی ہوں۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اُٹھا لے۔

آپؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور وہ بی بی اسی وقت جاں بحق ہو گئی۔ فرنگستان کے ایک جزیرے میں اس کی قبر ہے۔ اور آج بھی مخلوق کے لئے زیارت گاہ ہے۔

چند سیاح حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ حضور بلادِ روم میں ہم نے آپ کی نسل کے کئی آدمیوں سے ملاقات کی ہے۔ ایک خادم منصوری جمال پوری نے اس بات کی وضاحت چاہی۔ آپؒ نے فرمایا۔ یہ صلبی اور فطری نہیں نظری ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک بادشاہ کی سلطنت سمندر کے کنارے تھی۔ وہاں ایک بہت بڑا اژدہا رہا کرتا تھا۔ وہ بادشاہ کی نہایت ہی حسین و جمیل لڑکی پر عاشق ہو گیا۔ جب وہ لڑکی کو دیکھنے شہر میں آتا سینکڑوں ہزاروں کو نگل جاتا۔ کوئی تیر یا تلوار اُس پر اثر نہ کرتے تھے۔ بادشاہ اور مخلوق تنگ آ گئے۔ اُنہوں نے

[illegible]لہ کیا۔ کہ لڑکی کو محل ہی میں چھوڑ دیا جائے اور تمام لوگ شہر
[illegible]چھوڑ کر دور جا کر آباد ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور
[illegible]کی کے لئے دو گائیں دودھ پینے کے لئے۔ اور ایک عورت
[illegible]اشت کے طور پر مقرر کر دی گئی۔ میرے پیر حضرت شاہ فضیلؒ
[illegible]روحانی طور پر اس کی اطلاع دی گئی۔ حضرت مرشدؒ مجھ کو ساتھ
[illegible]کر اس جگہ پہنچے۔ دیکھا کہ لڑکی تن تنہا محل میں چارپائی پر پڑی
[illegible]۔ اور اس کے حسن کا یہ عالم ہے کہ جو شخص اس کا دیدار کرے
[illegible]ہوش ہو جائے۔ اس لڑکی نے روتے ہوئے کہا۔ دیکھئے
[illegible]اس حسن کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ اور مصیبت میں ہوں۔
[illegible]آپ نے اپنی جانوں کو کیوں خطرے میں ڈالا ہے۔ وہ اژدر
[illegible]نے گا۔ اور آپ کو کھا جائے گا۔ اتنے میں اژدر کے آنے کا شور
[illegible]ا۔ حضرت مرشد نے مجھے ایک کنکری دے کر فرمایا۔ کہ اس
[illegible]در پر مارو۔ میں نے وہ کنکری اژدر پر ماری۔ جس سے اس
[illegible]کے بے شمار ٹکڑے ہو گئے۔ لڑکی میرے پاؤں پر آپڑی۔ وہ
[illegible]تخت روم میں اپنی دایہ کے ساتھ ہماری ہمراہی میں پہنچی حضرت
[illegible]شد نے دارالخلافہ میں ایک دوکان کرائے پر لے کر اس میں
[illegible]قیمت اور نایاب سوداگری کا سامان بھر لیا۔ حتیٰ کہ بادشاہ بھی

سامان کی خرید کے لئے دوکان میں آنے لگا۔ میں نے ایک روز
مرشد کامل رح سے عرض کیا۔ حضور اس لڑکی کی شادی اس بادشاہ
کے لڑکے سے کر دی جائے تو مناسب ہے آپ نے منظور
لیا۔ اور اس لڑکی کی شادی بادشاہ کے لڑکے سے کر دی اور مرشد
کامل رح نے اس لڑکی کو جہیز میں وہ سامان دیا جو بادشاہ کے خزانہ
میں بھی نہ تھا۔ پھر ہم وہاں سے صحرا میں چلے گئے۔ اس کے
بعد وہاں نہ وہ دکان رہی اور نہ وہ سازو سامان رہا۔ بادشاہ
نے لڑکی سے ہماری نسبت دریافت کیا۔ اس نے جس قدر اُسے
معلوم تھا بادشاہ کو بتا دیا۔"

آپ رح پنجاب میں صحرائی سیاحت فرما رہے تھے۔ ایک
رات کو ایک شخص کے مہمان ہوئے۔ صبح کو رخصت ہوئے۔
اس شخص نے از راہِ خدمت چھ میٹھی روٹیاں رومال میں باندھ
لیں اور جنگل تک چھوڑنے آیا۔ اور جہاں آپ رح بیٹھ گئے۔ اس
درخت سے وہ رومال باندھ دیا۔ آپ رح نے اس رومال کو اسی
طرح چھوڑ دیا۔ اور آگے روانہ ہو گئے۔

چند ماہ بعد اس شخص کے دل میں حضرتِ اقدس رح کی زیارت کا
جوش پیدا ہوا۔ وہ اسی درخت کے پاس آیا۔ جہاں سے حضرت

اقدسؒ اس سے جُدا ہوئے تھے۔ وہ دیکھتا ہے کہ حضرت اقدسؒ سامنے سے تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے نگاہ اُٹھائی۔ تو اس رومال کو اس درخت میں اسی طرح بندھا ہُوا پایا۔ اس نے عرض کی۔ "حضور آپ نے یہ روٹیاں استعمال نہیں فرمائیں؟"

آپؒ نے فرمایا۔ "ہمیں تو ہر روز نئی خوراک ملتی ہے۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔"

اس نے عرض کیا۔ "حضور مجھے بھی اس خوراک سے کچھ عنایت فرما دیجئے۔"

آپؒ نے فرمایا۔ "اگر میں اس خوراک کا ایک لقمہ بھی تجھے دے دوں۔ تو تُو از خود ہو کر گھر بار اور زن و فرزند کو بھول جائے۔"

آپؒ پرگنہ قبولہ میں آئے ہوئے تھے۔ قبولہ کا حاکم امیر احمد خان گورنر ملتان کے حکم سے تعینات ہوا تھا۔ وہ اپنے نائب شیخ موسیٰ مرل کے ہمراہ آپؒ کی خدمت میں آیا۔ اور نسخے کی درخواست کی آپؒ نے نسخہ عنایت کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپؒ نے نسخہ واپس طلب فرمایا مگر اس نے خبثِ باطنی سے واپسی سے انکار کر دیا۔ آپؒ نے جلال میں شیخ موسیٰ سے فرمایا۔ "کیا تو وہ نسخہ نہ دے گا؟" اتنا فرمانا تھا کہ اس کے پیٹ میں شدید درد پیدا ہوا۔ شیخ موسیٰ کو

آپؒ سے عقیدت تھی۔ وہ سمجھ گیا۔ کہ اب امیر احمد خاں کی خیر نہیں۔ چنانچہ اس کا پیٹ پھول کر کپا ہوگیا اور پھر مر گیا۔

خواجہ حبیب اللہ مصنف "تذکرہ گلزار الخوارق" رقمطراز ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں تلاشِ روزگار کے سلسلے میں ملتان پہنچا۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین ذکریاؒ کے مزار مبارک سے حاضری کے بعد باہر آیا۔ اور حضرت شیخ نظیر صاحب سجادہ قطبِ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے پوچھا "کس سلسلے سے تعلق ہے؟"

میں نے جواب دیا "حضرت کبیر ملک العشاق شہ کمال قادریؒ کی گلی کے کتوں میں سے ہوں۔"

فرمانے لگے "وہ شاہ کمال کے جواد لیا اور مردانِ خدا کے کمالات سلب کر لیتے ہیں۔"

مجھ کو اس بات سے کچھ غیرت آئی۔ اور میرے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ صاحب نظر تھے تاڑ گئے۔

فرمایا "غمگین ہونے کی بات نہیں۔ حضرت قطب الواصلین درگاہ خداوندی میں اتنا بلند مقام رکھتے ہیں کہ مردانِ خدا سے جو ان کی نظر میں آجاتا ہے۔ خالی اور تہی دست ہو جاتا ہے۔ اور کرامت اور ولایت کا کوئی اثر اس میں باقی نہیں رہتا۔ ایک دن آنحضرت نے

میری طرف نگاہِ قہر سے دیکھا تھا۔ کہ فوراً خواجہ خواجگان حضرت بہاؤ الدین ذکریاؒ نے میرے شانے پر اپنا دستِ مبارک رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ "حضرت والا پناہ چاہتا ہوں، اس فرزند پر نظرِ کرم اور توجہ فرمائیے"۔ تب میں حضرت کبیر ملک العشاق کی نظروں سے بچا۔ "ایں است کمالِ پیرِ شما کہ از مشائخِ نامدار و اولیائے کبار است"

یہ بھی منقول ہے کہ کیتھل اور اطراف میں حضرتِ اقدسؒ کے معتقدین اور مریدین کی تعداد بے شمار ہو گئی تھی۔ ہر روز ہزاروں آدمی باہر سے سلام و زیارت کے لئے آتے تھے اور مراد دل میں کامیاب ہو کر واپس ہوتے تھے۔ ان کے خورد و نوش کا انتظام حضرت اقدس ہی کی جانب سے ہوتا تھا۔ اس ہنگامہ آرائی سے کیتھل کے علماء اور مفتیوں کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ آپؒ کے حق میں طعن و تشنیع پر اُتر آئے۔

ایک روز حضرتِ اقدسؒ کے خادمِ خاص سبحن نامی کو جب کہ وہ ان کے محلے سے گذر رہے تھے زدوکوب کیا۔ اور ان کی آنکھ کو بھی مضروب کیا۔ سبحن واپس آئے تو آپؒ نے دریافت فرمایا "آنکھ پر پٹی کیوں باندھی ہے؟ اگرچہ کشفی طور پر آپؒ کو تمام حال معلوم ہو گیا تھا۔

سجن نے جواب دیا۔ "حضور دیکھنے آئی ہے۔"

آپؒ نے فرمایا۔ "یہ بات ہے تو پٹی کھول دو۔" پٹی کھولنے پر آنکھ بالکل درست تھی۔

مفتیوں کی شرارتیں بڑھتی چلی گئیں۔ اگرچہ وہ ظاہری علوم سے آراستہ تھے۔ مگر باطنی کیفیات اور اسرار سے محروم تھے۔ اس لئے ان کے دل سیاہ اور ناپاک ہو گئے تھے۔

ایک روز غیب سے ندا آئی "اے کمال! اس قوم کے حق میں بددعا کر تاکہ ان کے جان و مال کا خاتمہ کر دیا جائے۔"

آپؒ نے عرض کی "اے اللہ! ان گمراہوں کو ہدایت فرما اور چشمِ بصیرت عنایت کر تاکہ یہ مجھے دیکھیں اور پہچانیں۔"

حکم ہوا۔ "ذرا لوحِ محفوظ تو دیکھ۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ تیری بددعا سے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔"

آپؒ نے بددعا کی ہی تھی۔ کہ ان کی تباہی و بربادی شروع ہو گئی۔

جب یہ لوگ عتابِ الٰہی میں گرفتار ہوئے تو حضرتِ اقدسؒ نے شہر کیتھل کا پانی پینا بند فرما دیا۔ قصبہ پونڈری کے رئیس اپنے ہاں سے آپ کے پاس شیریں آپ کے پاس بھیجتے رہے۔ اس حادثے

کی اطلاع سارے ہندوستان میں ہو گئی ۔ ہر طرف سے علماء اور مفتیوں نے خطوط ارسال کئے ۔ کہ کہیں سارے ہندوستان کے مفتی وغیرہ اس بد دعا کی زد میں نہ آجائیں ۔ پونڈری کے مفتیوں نے ان خطوط کا جواب لکھا ۔ کہ حضرت اقدسؒ کی بد دعا قصبہ کیتھل تک محدود ہے ۔ ہم یہاں امن و امان سے بیٹھے ہیں ۔

ایک شخص فتح شاہ نامی شہر سامانہ (ریاست پٹیالہ) میں رہا کرتا تھا ۔ وہ ہر روز اسمِ اعظم پر حضرت غوث الاعظمؒ کا ورد کیا کرتا تھا ۔ ایک دفعہ اُسے ایک جن اُٹھا کر آسمان پر لے گیا ۔ حضرتِ اقدسؒ نے روحانی تصرف سے آسمان پر پہنچ کر فتح شاہ کو اس جن کے قبضے سے چھڑایا ۔ فتح شاہ نے آپؒ کو اچھی طرح دیکھ لیا تھا اس لئے اُس کے دل میں آپؒ کی زیارت کا اشتیاق رہتا تھا ۔ مگر اُسے یہ معلوم نہیں تھا ۔ کہ اُسے رہائی دلانے والے حضرتِ اقدسؒ ہیں ۔ ایک روز سامانے میں حضرتِ اقدسؒ کے کچھ مرید آپؒ کا ذکرِ خیر کر رہے تھے ۔ فتح شاہ بھی وہیں بیٹھا تھا ۔ آپؒ کے تصرفات کا ذکر سُن کر اُس کے دل میں آپؒ کی زیارت کا شوق بڑھ گیا اور اپنے احباب کے ہمراہ کیتھل آیا اور حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پہچان گیا کہ یہ وہی ہیں جنہوں نے آسمان پر اُسے

جن سے بچھڑا ہوا تھا۔ یہ معہ احباب بیعت سے مشرف ہوا۔
ایک روز اپنے گھر کھانا کھانے لگا۔ پہلے لقمے پر خیال کیا کہ کاش یہ لقمہ میرے پیر نے کھایا ہوتا۔ دوسرے لقمے پر بھی یہی خیال کیا۔ اور تیسرے پر بھی یہی خیال ہوا۔ چوتھے لقمے پر بھی دل میں یہ بات کہنے والا تھا۔ کہ حضرتِ اقدسؒ نے فرمایا "بس مجھے پہلے تین لقمے ہی کافی ہیں۔ چوتھے کی ضرورت نہیں"
اس سے فتح شاہ کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔ اور وہ شب و روز خدمتِ بابرکت میں حاضر رہا۔
کیتھل کے ایک شخص غلام اللہ کا انتقال ہو گیا۔ وہ کسی بزرگ کے مرید تھے۔ شجرہ اور کلاہ جو انہیں اپنے مرشد سے ملے تھے۔ گم ہو گئے تھے۔ جب ان کا جنازہ قبرستان میں لایا تو شہر کے معززین ساتھ تھے۔ حضرت اقدسؒ بھی اتفاقاً تشریف لے آئے۔ آپؒ کے ایک مرید مودود نامی نے آپؒ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ "غلام اللہ کے پاس شجرہ اور کلاہ موجود نہیں۔ کیا یہ حضور کی مریدی میں داخل ہو سکتا ہے؟ اگر حضور اس کے لئے شجرہ اور کلاہ کا انتظام فرمائیں تو کیا ہی اچھا ہو"
فرمایا۔ "جب تک وہ مریدی کا اقرار نہ کرے۔ ایسا ممکن نہیں

حاضرین حیران تھے۔کہ ایک مردہ کیسے اقرار کرے گا۔ حضرتِ اقدسؒ نے سید امان اللہ حسینی کو جو شہر کے ممتاز فرد تھے اشارہ کیا کہ وہ جنازے کے پاس آئیں۔ اور مودود مذکور کو بھی جنازے کے قریب بٹھا دیا۔اور غلام اللہ متوفی سے یوں مخاطب ہوئے کہ "کچھ لوگ تیرے لئے کلاہ اور شجرے کے لئے کہہ رہے ہیں اگر تو میرے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہے۔ تو میں تیرے نام کا شجرہ اور کلاہ دے دوں گا"

غلام اللہ نے کفن کے اندر سے پردرد آواز میں کہا "حضور کی امداد و اعانت کے بغیر میں جنت میں داخل نہ ہو سکوں گا۔ امیدوار ہوں کہ مجھ پر رحم فرمایا جائے"

آپؒ نے اس کے نام کا شجرہ اور کلاہ عنایت فرما دیا اور غلام اللہ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اس واقعہ نے حضرتِ اقدسؒ کی فیض رسانی اور کشف و کرامات کا چرچا عام کر دیا۔

شیخ نور جمالؒ جو نواب علی قلی خان شیبانی حاکمِ ملتان کے امرا میں سے تھے۔ حضرت کبیر ملک العشاقؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ وہ جب علی قلی خان کی محفل میں حضرتِ اقدسؒ کے کشف و کرامات اور تصرفاتِ غیبی کا تذکرہ کرتے تو علی قلی خان جواب

دیا کرتا۔ کہ "یہ آپ کا حسنِ ظن ہے۔ ایسے کمالات کے بزرگ ہوتے ضرور ہیں مگر آج ہندوستان میں اس شان کے اور اس مقام کے بزرگ نہیں ہیں۔"

جب بھی شیخ نور جمال اپنے مرشد کا ذکر کرتے۔ علی قلی خاں یہ جواب دیا کرتا۔

ایک مرتبہ نواب موصوف کو کسی سرکاری کام کے سلسلے میں شاہ دہلی کے روبرو حاضر ہونا پڑا۔ اس نے شیخ نور جمال سے کہا کہ میں دہلی جا رہا ہوں۔ چونکہ کیتھل بھی دہلی کے نزدیک ہے اس لئے میں آپ کے مرشد کی زیارت بھی کروں گا۔ نواب موصوف شیخ نور جمال کو اپنے ہمراہ لے چلے۔

دہلی سے فارغ ہو کر مع خدم و حشم کیتھل کو روانہ ہوئے راستے ہی میں تھے۔ کہ رات کے وقت نواب موصوف تسبیح و تحلیل کے بعد سو گئے تو اپنے آپ کو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پایا۔ ارشادِ نبوی ہوا کہ "اے علی قلی! یہ تمہارا شیخ ہے" نواب موصوف نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضرت شیخ نور جمال ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے خواب میں اُن کا تصور ہو گیا۔ پھر سوچا کہ شیطان حضور رسالتمآب

کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اسی کشمش و پنج میں نواب کیتھل کی حدود میں داخل ہو گیا۔ جب در دولت پر پہنچا۔ تو اس وقت حضرت اقدسؒ صدر دروازے ہی میں تشریف فرما تھے۔ حضرت اقدسؒ کو دیکھتے ہی پہچان گیا اور قدم بوس ہوا۔ آپؒ نے فرمایا "تیرا اب تک یہی خیال ہے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ جب تمام مردانِ خدا دنیا سے اٹھ جائیں گے تو قیامت آجائے گی"

علی قلی خان ہیبت سے کانپ گیا اور اس کے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے قدموں پر سر رکھ دیا۔ آپؒ نے اس کا سر اٹھایا اور اسے بیعت سے سرفراز فرمایا۔

ایک مرتبہ آپؒ مع اہل و عیال حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے احمد آباد پہنچ کر بخار میں مبتلا ہو گئے۔ ایک مکان کرایہ پر لے کر اس میں رہائش اختیار فرمائی۔ آب و ہوا کی تبدیلی اور پوری خوراک نہ ملنے سے بہت سے گھوڑے اور بیل بھی مر گئے۔ مریدانِ خدمت گزار بھی تنگ آگئے۔ آپؒ کی صاحبزادی بی بی صالحہ نے ایک دن عرض کیا۔ "حضرت بابا! اللہ سے دعا فرمائیں۔ کہ وہ ہماری روح نکال لے۔ تاکہ اس خورد و نوش کے چکر سے چھوٹ جائیں"

آپؒ نے فرمایا "بیٹی! فقیری تو فقیروں کے لئے نعمت عظیم

ہے اور تو اسے سنبھال نہ سکی۔"

جواب دیا "کہاں تک بھوک برداشت کریں۔ والدہ صاحبہ کی حالت بھی غیر ہو گئی۔ اور بھائی بھی صاحب فراش ہیں۔"

آپؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور فوراً ہی سب کو صحت ہو گئی۔

ایک روز سلطان محمود گجراتی وہاں سے گذر رہا تھا۔ اور گرمی کی شدت اور پیاس کے غلبے سے اس کی جان کو بن رہی تھی۔ تپش سے بچنے کے لئے وہ گھوڑے سے اُترا اور صدر دروازے کی شہ نشین پر بیٹھ گیا۔ اس کے لشکریوں نے دونوں طرف سے آمد و رفت بند کر دی۔ اور جو خادم اندر سے آتا اس کو زدو کوب کرتے۔

اندر سے ایک خادمہ آئی۔ اس نے غیر شخص کو مسند پر دیکھا تو اس نے اسے بُرا بھلا کہا۔ لشکریوں نے اُسے بھی زدو کوب کیا۔ حتیٰ کہ اس کے کئی جگہ سے خون جاری ہو گیا۔ اس نے اندر جا کر تمام حال بیان کیا۔ آپؒ ایک جذبے کی کیفیت میں باہر تشریف لائے۔ لشکریوں نے آپؒ کو دیکھ کر حملے غرض سے تلواریں نکال لیں۔ وار کرنا چاہا تو ان کے ہاتھ شل

پ کا جلال بڑھتا جا رہا تھا۔ کہ آپؒ کے فرزند عماد الدینؒ بھاگے دستے آگئے اور آپؒ کے پائے مبارک پر ہاتھ رکھ دیا جس سے پؒ کا غصہ فرو ہوا۔

امراء نے جب یہ معاملہ دیکھا تو ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور ہ عماد الدینؒ کے اشارے پر حضرت اقدسؒ کو تخت پوشش بٹھا دیا۔ اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ سلطان بھی آپؒ کے دموں پر گر پڑا۔

آپؒ نے معاف فرما دیا۔ اور پھر لشکریوں کے جو ہاتھ اور بازو ں ہو گئے تھے درست ہو گئے۔ آپؒ نے میزبانی کے فرض کی ادائیگی ں ان سب کو شربت وغیرہ پلوایا۔ اس کے بعد وہ سب چلے ئے۔

اگلے روز سلطان محمود خود معہ عماد الدین و امراء خدمت میں ضر ہوا۔ اور شرف بیعت سے مشرف ہوا۔

خواجہ قاضی دلی کٹرائی سے منقول ہے کہ اس کے بعد ایک مر حضرت اقدس گجرات تشریف لے گئے۔ سلطان محمود گجراتی شہر کے باہر آپؒ کا شاہانہ استقبال کیا۔ اور شاہانہ جلوس میں آپ کو شہر میں لے گیا اور قصر شاہی میں ٹھہرایا۔

پرگنہ بلوت کے سادات کا گھرانہ آپؒ کے حلقۂ ارادت میں
تھا۔ سید ہاشمؒ وہاں کے رئیس تھے اور حضرتِ اقدسؒ کے مر
تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شکار کھیلتا دور نکل گیا
پیاس کا غلبہ ہوا۔ ایک چاہ سے پانی نکالا۔ پینا ہی چاہتا تھا
کہ پاس ہی ایک کتا جو شدتِ تشنگی سے زبان باہر نکالے
ہوئے تھا۔ نظر آیا۔ میں نے وہ پانی کا پیالہ اس کتے کے آگے
رکھ دیا۔ وہ چلنے لگا۔ ہم اس پیالے کو تھامے اسی طرح
کے ساتھ چلتے رہے اور پانچ کوس تک اسی حالت میں نکل
کتے نے کہا۔ "میں کتا ہوں۔ تم جاؤ اور اپنا کام کرو"
ہم نے کہا۔ "جب تک پانی نہ پیو گے ہم نہ جائیں گے
وہ کتا آدمی کی صورت ہو گیا۔ اور اُس نے اس پانی کے
گھونٹ پی لئے۔ اور پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔
سیّد ہاشم اسی وقت بے خود ہو گئے اور مجذوبِ کامل
درجے کو پہنچ گئے۔ اس کے بعد جنگلوں میں پھرنے لگے۔
مبارک انہیں جنگلوں سے لے آئے۔
ایک روز حضرتِ اقدسؒ گھوڑے پر سوار تشریف
جا رہے تھے۔ اور سیّد ہاشم پا برہنہ فتراک میں ہاتھ ڈا

ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ سید مبارک نے سید ہاشم کو اس حال میں دیکھ کر ملامت کی۔ کہ تم خاندان سادات سے ہوتے ہوئے ایسی حرکت کرتے ہو۔"

سید ہاشم نے کہا۔ "تمہیں اس مردِ خدا کے مرتبے کی کیا خبر"

سید مبارک کو یہ ملکہ حاصل تھا۔ کہ جب وہ کسی کے دل کا حال معلوم کرنا چاہتے تو جنگل میں دوگانہ ادا کرتے۔ ہاتفِ غیبی اس امر سے ان کو آگاہ کر دیتا۔ سید ہاشم کے دل کا حال معلوم کرنے کے لئے انہوں نے دوگانہ ادا کیا۔ آواز آئی" تو اس مستِ شرابِ محبت کی حقیقت سمجھنے سے عاری ہے۔" یہ سن کر سید مبارک سیدھے حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں آئے۔ قدم بوس ہوئے اور گستاخی کی معافی چاہی اور پھر مرید بن گئے۔

سید ہاشمؒ سے ایک دن کہنے لگے۔ "تم تو پابرہنہ حضرتؒ کی رکاب تھامے چلتے ہو۔ اب میں سیاہ دیگ سر پر رکھ کر برہنہ پا ان کی خدمت میں حاضر ہوا کروں گا۔"

چنانچہ جب کبھی سید مبارک حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو پہلے کھانا پکواتے۔ اور اسے سیاہ دیگ میں ڈالتے اور اس دیگ کو سر پر رکھ لیتے اور پھر برہنہ پا حضرتِ اقدسؒ

کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

ایک روز حضرتِ اقدسؒ ملتان میں حضرت بہاؤ الحقؒ کے روضۂ مبارک پر تشریف لائے۔ ایک دم آپؒ کا وجود مبارک طویل و وسیع ہوا۔ کہ روضۂ مبارک میں نہ سما سکا۔ خادم روضہ نے یہ حال زبدۃ العارفین شیخ نظیر صاحبؒ سجادہ سے بیان کیا وہ دوڑے ہوئے آئے اور اپنا ہاتھ حضرت اقدسؒ کے زانو مبارک پر رکھا۔ آپؒ نے اسی حالت میں اپنا ہاتھ بھی ان کی طرف کیا اور پھر اپنے اصلی وجود میں آگئے۔

زبدۃ العارفین نے وجہ دریافت کی تو آپؒ نے فرمایا کہ "ایک بادشاہ سواری کر رہا تھا۔ اور پولیس کے لوگ مخلوق کو راستہ صاف کرنے کی نیت سے مار پیٹ رہے تھے۔ ایک درویش اپنی جگہ سے نہ اٹھتا تھا۔ ایک کوتوال نے بادشاہ کے اشارہ پر درویش کو بھی مارا۔ درویش نے قطبِ عالم سے فریاد کی کہ میں حضور کا قدیم خادم ہوں مدد کو آئیے۔"

خواجہ بہاؤ الحقؒ صاحب کے روضہ سے ندا آئی کہ شاہ صاحب آپ کے ہوتے ہوئے میرے مرید باصفا کو تکلیف ہو تعجب ہے" میں نے سلطان کا سر قلم کر دیا۔

حضرت زبدۃ العارفین نے وہ تاریخ درج کر لی۔ اور تصدیق سے پایا گیا۔ کہ ٹھیک اسی تاریخ کو شاہِ گجرات کا سر قلم ہوا تھا۔

شیخ جلالی کھکھرؒ اپنے زمانے کے بزرگ اور تارک الدنیا درویش تھے۔ اور حضرت کبیر ملک العشاقؒ کی محفل میں جبکہ آنحضرت ملتان میں رہائش پذیر تھے۔ ہر وقت حاضر رہا کرتے تھے۔ اور حضرت اقدسؒ کی بیعت سے بھی سرفراز ہو گئے تھے۔

ایک مرتبہ وہ حج کو جانے لگے۔ حضرت اقدسؒ سے عرض کی، کہ حضور بھی ساتھ تشریف لے چلیں۔ آپؒ نے فرمایا" اگر یہ سعادت فقیر کے نصیب میں ہوئی۔ تو ضرور ساتھ ہو گا۔ فی الحال آپ خود سفرِ حج اختیار کریں۔

شیخ صاحب حج کو روانہ ہو گئے۔ جب ان کا قافلہ قندھار پہنچا تو حضرت اقدسؒ وہاں پہلے سے موجود تھے۔ شیخ صاحب قدم بوس ہوئے۔ اور عرض کی۔ کہ" حضور علیحدہ ہی تشریف لائے ہیں؟"

آپؒ نے فرمایا" اس کا خیال نہ کرو۔"

پھر قافلہ اصفہان پہنچا۔ وہاں بھی حضرت اقدسؒ پہلے سے موجود ملے۔ پھر قافلہ بغداد شریف پہنچا۔ تو وہاں بھی حضرت اقدسؒ

ملے - اور اس طرح گویا آپ بغداد کے رہنے والے ہیں کیونکہ
وہاں کا ہر ایک شخص آپؒ کو جانتا تھا - آپؒ نے شیخ صاحب
مہمان رکھا - اور خوب مدارات کی -
شیخ جلال نے ایک درویش سے دریافت کیا - کہ آپ
حضرت کو کب سے جانتے ہیں ؟"
اس نے جواب دیا کہ " یہ تو ہر روز روضہ غوث الاعظمؒ
رہتے ہیں "
شیخ جلالؒ حیرت زدہ ہو گئے - پھر آپؒ شیخ جلالؒ کو عرفات
میں بھی نظر آئے - اور واپسی پر شیخ جلالؒ سے پہلے ملتان تشریف
لے آئے -
حضرت اقدسؒ علاقہ ملتان پرگنہ سنگڑ میں تھے - وہاں ایک
سید شاہ یوسف جو زہد و تقویٰ میں مشہور تھے، آپؒ کے حلقہ
ارادت میں آ گئے تھے - اور حضرت اقدسؒ کی نظر توجہ سے مرتبہ
غوثیت کو پہنچ گئے تھے -
ایک روز رات کو یہ سید صاحب ایک دھوبی کی بھٹی میں
داخل ہو گئے - صبح ہوئی - وہ شخص بھٹی روشن کرنے آیا - دیکھتا
ہے کہ کوئی مقتول شخص بھٹی میں پڑا ہوا ہے - اس نے شور کیا

لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت اقدسؒ بھی وہاں تشریف لے آئے۔ مگر اس سے پہلے سیّد صاحب درست حالت میں ہو چکے۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا "یوسف! تم تو میرے عطیّے کو مفت رائیگاں کر رہے ہو۔ یہ خود بینی و خود پرستی انسان کو خراب کرتی ہے۔ تمہارا ظرف چھوٹا ہے اور عنایت بڑی ہے۔ یعنی تم اس کے قابل نہیں ہو۔"

سیّد صاحب کانپنے لگے اور پگڑی اُتار کر حضرت اقدسؒ کے قدموں میں ڈال دی اور عرض کی۔ "حضور غلطی معاف فرمائیں سرکارِ غوثیہ کا واسطہ۔ درگاہِ والا پر اپنے سر کو نثار کر چکا ہوں اور آپ کے لطف و کرم کا اُمیدوار ہوں"

آپؒ نے فرمایا "اچھا! خدا تمہارا مرتبہ اور بلند کرے۔"

حضرت شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلۂ صابریہ کے ممتاز بزرگ ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت کبیر ملک العشاقؒ کے روضۂ اقدس کی زیارت کو کیتھل تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ سفر و حضر میں لوگوں کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ جب شہر کے قریب پہنچے۔ شاہ بھیک صاحبؒ نے لوگوں سے کہا۔ "یا تو تم پہلے چلو یا مجھ کو پہلے شہر میں جانے دو"

ایک خادم نے وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا "یہ دربار سالارِ سلسلۂ قادریہ اور زبدۂ خاندانِ غوثیہ ہے۔ اس دربار کی حاضری کے لئے شان و شوکت سے جانا بے ادبی ہے۔ یہاں تو بے سروسامانی اولیٰ و مناسب ہے۔"

ہجوم پیچھے رہ گیا۔ اور آپ تن تنہا آستانہ شریف میں داخل ہوئے۔

آپ چوکھٹ مبارک کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ کسی نے پشت کی جانب سے کرتا پکڑ کر جھٹک دیا۔ پشت کی طرف دیکھا ایک عالی مرتبہ ابدال آپ کو گھور رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا "میرے اور سرکار کے درمیان تو کیوں رکاوٹ کا باعث گیا ہے؟"

اس پر حضرت شاہ بھیکؒ نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ اور آپ پر ہیبت سی طاری ہو گئی۔

شیخ عبدالاحدؒ سرہندی کا ایک چھ سالہ بچہ کھانے پینے کی طرف راغب نہ ہوتا تھا۔ لڑکے کی والدہ نے حضرت اقدسؒ کی خدمت عرض کی۔ حضرت نے بچے کے سر پہ ہاتھ رکھا اور اسے کھانا کھانے

فرمایا۔ پھر کیا تھا۔ وہ لڑکا اتنا کھانے لگا۔ کہ سارا دن دسترخوان اُس کے آگے ہی رہتا تھا۔ اب گھر والے اس کی بسیار خوری سے تنگ آ گئے۔ آپؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپؒ نے فرمایا۔ اس کا حال درست ہو جائے گا۔" اور پھر اس لڑکے کی خوراک اس کی عمر کے بچّوں سے کچھ زیادہ ہی رہی۔

ایک مرتبہ ایک باغ میں چند اہل اللہ آپؒ سے ملے۔ وہ حضرتِ اقدسؒ کے صحیح بلند مقام سے واقف نہ تھے۔ باغ میں یہ سب ایک باریک مسئلہ تصوف پر بحث کر رہے تھے کوتوالِ شہر گشت پر تھا۔ وہ گفتگو کا شور سُن کر باغ کے اندر آیا۔ مگر اُسے کوئی نظر نہ آیا۔ وہ باہر چلا گیا۔ پھر گفتگو کا شور سُنا۔ وہ پھر باغ میں آیا۔ مگر کوئی متنفس اُسے نہ ملا۔ وہ یہ خیال کر کے کہ کوئی غولِ بیابانی ہے۔ واپس چلا گیا۔ یہ اہل اللہ حضرتِ اقدسؒ سے رخصت ہونے لگے۔ آپؒ نے دریافت فرمایا" کہاں کا ارادہ ہے؟"

عرض کی" لاہور کا" اور پھر وہ ہوا میں پرواز کر گئے۔

جب وہ اہل اللہ لاہور پہنچے تو حضرتِ اقدسؒ کو معہ اہل وعیال لاہور ایک مکان کے آگے کھڑے ہوئے دیکھا حضرتِ

اقدس نے انہیں اس مکان میں ٹھہرایا۔
کھانے سے فراغت کے بعد انہوں نے کہا۔ کہ اب سمرقند جا رہے ہیں۔ جب وہ سمرقند پہنچے تو وہاں بھی حضرت اقدسؒ کو معہ اہل وعیال ایک محلہ میں موجود پایا۔ آپؒ نے ا کو وہاں بھی ٹھہرایا۔ اور صبح کو وہ رخصت ہو گئے۔ یہ کہہ کر وہ حرمین شریفین جا رہے ہیں۔
جب وہ حرمین شریفین پہنچے تو حضرتِ اقدسؒ کو وہاں ایک مکان کے آگے دیکھا۔ آپؒ نے وہاں بھی انہیں کھانا اپنے پاس ٹھہرایا۔ چند روز بعد زیارت مقامات مقدسہ سے فا ہو کر رخصت ہونے لگے۔ اور یہ سوال کیا۔ کہ "حضرت ہم تو ا اللہ کی طرح پرواز کرتے تھے۔ مگر آپ ہم سے بھی پہلے معہ اہل و ع اور مکان وہاں پہنچ جاتے تھے۔ یہ کیا راز ہے؟"
آپؒ نے فرمایا "عزیزان من! اللہ تعالیٰ نے ایک انگشتر مجھے پہنا رکھی ہے۔ جس کے نگینے میں تمام کائنات مضمر ہے لئے نزدیکی و دوری کا سوال ہی نہیں رہتا۔"
ملتان کے قیام کے دوران میں آپؒ حضرت بہاؤالدین ذکر کے روضہ پر تشریف فرما تھے۔ وہاں چند مشائخ یہ ذکر کر

تھے۔ کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ حال ہی میں شاہِ گجرات
کے راستے میں ایک ٹکڑ گدا کھڑا ہو گیا۔ کہ پیسہ دے کر جاؤ۔
شاہ نے سوچا اگر یہ واقعی فقیر ہے۔ تو یہ مخدوم اور بزرگ ہے
تو اس صورت میں یہ ایسا کیوں کرتا۔ اگر یہ پیشہ ور فقیر ہے تو
اسے ایسا ہرگز نہ کرنا چاہیئے تھا۔ اس لئے اس نے حکم دیا کہ
اس فقیر کو زمین پر لٹا کر سارے لشکریوں کو اس پر سے گذارا
جائے۔ تاکہ یہ اپنے کئے کی سزا پائے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ جب
سارے لشکری اس کی کمر پر سے گذر گئے۔ تو فقیر پھر کھڑا ہو گیا۔
اب تو شاہ گھبرا گیا۔ کہ یہ کوئی بزرگ ہے۔ اور یہ خیال کیا کہ
اللہ تعالیٰ کی طرح اس کے برگزیدہ بندے بھی رحم والے اور
معاف کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس نے فقیر سے کہا۔ مجھے
معاف کر دو۔ مجھ سے قصور ہوا۔ اور پھر ایک سندھی سکہ اس
کی نذر کر دیا۔ وہ لے کر چلا گیا۔ تعجب تو یہ ہے کہ وہ ٹکڑ گدا
تھا۔ مگر سارے لشکریوں کو کمر پر سے کس طرح گذار گیا۔

حضرتِ اقدسؒ نے فرمایا کہ وہ واقعی ٹکڑ گدا تھا۔ مگر فقیر
کے لباس میں تو تھا۔ مجھ کو یہ ندامت آئی۔ کہ اگرچہ یہ اہل نسبت
نہیں ہے۔ مگر پھر بھی توہین فقیری کی ہو گی۔ اس لئے میں نے

اپنی کمر سے وہ سارے لشکری گذار دیئے۔ پھر آپ نے اپنی کمر دکھائی کہ یہ دیکھئے۔ میری کمر پر کتنی خراشیں بھی آگئی ہیں۔
شیخ تاج الدین قریشی حاکم ملتان کے اصطبل کا داروغہ گھوڑے کی نگہداشت سے غفلت برتنے کے الزام پر برخاست کر دیا گیا تھا۔ وہ حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں شب و روز رہنے لگا۔

آپؒ نے ایک روز فرمایا "جو مانگنا چاہتے ہو مانگ لو"
اس نے عرض کیا "حضور افلاس و ناداری سے بے فکر ہو جاؤں اور دولت مندی میری قسمت میں ہو جائے"
آپؒ نے فرمایا "تو نے دنیا ہی طلب کی ہے"
اس نے عرض کیا کہ "دنیا درست ہونے کے بعد دین بھی مل جائے گا۔ اور جب حضور کا سہارا مل گیا تو پھر دین کا بھی کیا فکر ہے؟"
آپؒ نے اُسے چار ہزار روپے قرض دلا دیئے۔ اور ایک عمدہ گھوڑا خرید کر اُسے دے دیا۔
تاج الدین پھر حاکمِ ملتان کی ملازمت میں آگیا اور اُس کے حسن کارکردگی پر چار پرگنوں کی حکومت بھی اُسے مل گئی۔

قدر اس قدر دولت کی ریل پیل ہوئی۔ کہ بیان سے باہر ہے
حضرتِ اقدسؒ نے اسے ایک ہمانی یا کیسہ دے دیا
تھا۔ کہ جب تک یہ تمہاری کمر سے بندھا رہے گا۔ دولت
میں کمی نہ رہے گی۔ اگر کمر سے نکال دیا تو پھر ہماری ذمہ داری
نہ ہو گی۔

تاج الدین کے مصاحب اس کو کہا کرتے تھے کہ یہ پرانا سا
کیسہ کیوں کمر سے باندھ رکھا ہے۔ شروع شروع تو اس نے
ان کے کہنے کی کوئی پرواہ نہ کی اور پھر اُسے کمر سے کھول کر
ایک مخمل کے غلاف میں رکھ دیا۔

اس کے بعد حکومت کو یہ شبہ ہوا کہ پرگنوں کی مالگزاری اس
نے پوری ادا نہیں کی ہے۔ اس پر شاہی حکم سے جانچ پڑتال
ہوئی تو بہت سا روپیہ اس کی طرف نکلا۔ اس جرم میں اسے
کوڑوں کی سزا ہوئی۔

جب اس پر کوڑے پڑنے لگے۔ تو اس نے ہر کوڑے پر
صدا دی ـــــ کہ پیر دستگیر مدد کا یہی وقت ہے۔ اس وقت
حضرتِ اقدسؒ ملتان سے دُور کسی دوسری جگہ پر مدعو تھے۔
آپؒ کے سامنے دسترخوان چُنا گیا۔ مگر آپؒ نے ایک لقمہ بھی

نہ لیا۔ بلکہ ہر چوٹ کا اثر آپؒ کے بازو پہ نمایاں ہوا۔ جتنے کی
بازو سے خون جاری ہوگیا اور وہاں تاج الدین اس خیال میں
تھا کہ پیرِ کامل کا بازو اس کی کمر کے اوپر ہے۔ مریدوں نے پوچھا
"حضور! یہ خون کیسا بہہ رہا ہے" تو آپؒ نے یہ سارا حال سنایا
اس کے بعد کسی شخص نے حاکمِ ملتان سے کہا کہ تاج الدین اچھا
آدمی ہے۔ کسی جگہ اسے مقرر کر دیا جائے۔ تاکہ یہ سرکاری امور
ادا کر دے۔ حاکمِ ملتان نے اسے پرگنہ تلنبہ میں مقرر کر دیا۔
وہ خلعتِ شاہانہ لے کر وہاں چلا گیا۔ یہ بھی حضرتِ اقدس
کی توجہ کا اثر تھا۔ کہ وہ پھر برسرِ کار ہوگیا۔

کتاب "مبدء و معاد" میں حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں
کہ "مجھے نسبتِ فردیت کا سرمایہ جو اولیاء اللہ کا آخری عروج
ہے۔ اپنے والد بزرگوار سے ملا اور انہیں ایک مردِ خدا سے
جو نہایت صاحب جذبہ۔ کرامات و خوارق میں مشہور تھے
یعنی فردِ زمانہ حضرت شاہ کمال"

خواجہ حبیب اللہ مصنف "گلزار الخوارق" فرماتے ہیں کہ
اکثر دور دراز سفر کا اتفاق رہتا تھا۔ ایک دفعہ ہم پانچ
آدمی سفر کرتے ہوئے دور نکل گئے۔ اور ایک خطرناک مقام

آ گیا - ہم میں سے ایک شخص یوسف بودلہ پر پیاس کا بے حد غلبہ ہوا - اور وہ اپنی جگہ سے ہلنے کے قابل بھی نہ رہا - ہم نے اپنی توجہ حضرتِ اقدسؒ کی جانب کی اور امداد چاہی - اتنے میں ایک درویش صورت پانی سے بھرا ہوا لوٹا لئے سامنے سے آتا دکھائی دیا - ہم نے اس سے پانی کی درخواست کی - اس نے کہا - تمہارے واسطے ہی لایا ہوں - ہم سب نے پانی پیا اور اپنے برتن بھی بھر لئے - پھر وہ درویش غائب ہو گیا۔

کچھ دور چل کر وہی یوسف بودلہ بھوک سے بیتاب ہو کر گر گیا اور کہا تم سب جاؤ - میں تو ایک قدم بھی نہیں چل سکتا - ہم نے پھر حضرتِ اقدس کو پکارا - کہ حضور مدد فرمائیے - اتنے میں ایک نقاب پوش اونٹ سوار غیب سے آ گیا اور چند میٹھی روٹیاں دے کر غائب ہو گیا - اندریں سفر ایک مردِ غیب نے میرے چچا کو جو کہ حضرت اقدس کے غلاموں میں سے ہیں - بشارت دی کہ ایسے مجہول الحال لوگوں کو سفر میں ساتھ نہ لیا کرو۔

حضرتِ اقدسؒ کے بہت سے مرید علی خاں حاکم پائل کے ملازم تھے ، ایک شخص شہاب خاں اس حاکم کا خاص منظورِ نظر تھا اور وہ اُسے ایک لمحہ کے لئے بھی جُدا نہ کرتا تھا۔ یہ حاکم یہاں

تک شہاب خاں کا شیدائی تھا۔ کہ اگر کوئی شخص شہاب خاں کی جانب اس کی موجودگی میں دیکھتا تو یہ اس کو سزا دیتا۔ اور کبھی کسی کو اس بات پر قتل بھی کرا دیتا۔

شہاب خاں حضرت اقدسؒ کا مرید ہو گیا اور شب و روز حضرتؒ کے پاس رہنے لگا۔ حاکم مذکور نے ملازمان سے اس کی غیر حاضری کا سبب پوچھا۔ شہاب خاں کے بدخواہ نے بتایا کہ وہ حضرت کبیر ملک العشاقؒ کا مرید ہو گیا ہے اور وہیں رہتا ہے۔ حاکم نے شہاب خاں کو بلوایا اور کہا کہ جب وہ آجائے تو اسے سو درّوں کی سزا دی جائے۔

جب شہاب خاں کو قاصد لینے آیا۔ تو چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

حضرت اقدسؒ نے پوچھا۔ "یہ حال کیوں ہو گیا"۔

اس نے تمام ماجرا سنایا۔ آپؒ نے فرمایا۔ "بے فکر جاؤ۔ وہ کچھ نہ کر سکے گا۔"

شہاب خاں حاکم کے پاس چلا گیا۔ حاکم نے اُسے برا بھلا کہنا شروع کیا ہی تھا۔ کہ اس کے پیٹ میں سخت درد اٹھا۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔ شہاب خاں نے کہا۔ یہ میرے پیر دستگیر کی ناراضگی کا اثر ہے۔

علی خاں حاکم نے کہا۔ کہ اس شہر میں کوئی ایسا ہے جو میری
..د کو آئے۔ کسی نے کہا۔ ملا حسین بڑے عالم اور فاضل ہیں۔
..یں بُلایا گیا۔ علی خان نے کہا۔ ملا صاحب یہ پچاس روپے لو اور
..ں درویش کے پاس لے جاؤ اور اس سے پوچھو۔ کہ اس وقت
..رے دل میں کیا ہے۔ اگر وہ بتادے تو شہاب خاں کے حق میں
..تر ہوگا۔ ملا حسین کے ساتھ دو آدمی اور روانہ کئے۔ انہیں
..لم دیا کہ جو کچھ دیکھیں علیحدہ علیحدہ آکر بیان کریں۔

یہ سب حضرت اقدسؒ کی درگاہ میں پہنچے۔ آپؒ اندر تشریف
..کھتے تھے۔ ملا حسین نے وہ لفافہ لونڈی کے ہاتھ اندر بھیج دیا
..پؒ باہر تشریف لے آئے۔ تمام حال سُننے کے بعد آپ نے
..ہ لفافہ طلب کیا۔ لونڈی وہ لفافہ لے آئی۔ آپؒ نے اپنے
..ست خاص سے حاکم کے سوال کا جواب لکھ دیا۔ اور اس میں
..س روپے اور لپیٹ کر لفافہ ملا کے حوالہ کیا۔ کہ جواب اس میں
..ہے اور اس میں سے دو روپے نکال لئے کہ اس کے سوال کا
..واب یہی ہے۔

وہ حاکم کے پاس واپس گئے۔ حاکم نے لفافہ کھول کر پڑھا
..ور پھر کمر کا پٹکا اتار کر گلے میں ڈال لیا۔ اور ملا سے کہا۔ کہ مجھ

سے بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ وہ درویش تو بڑا بزرگ ہے مجھے اس کے پاس لے چلو۔

حضرتِ اقدسؒ اس کے بعد جنگل کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ حاکم حضرتِ اقدسؒ کی درگاہ پر آیا۔ معلوم ہوا کہ جنگل کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ وہ سب جنگل کی جانب روانہ ہوئے اور ایک جگہ حضرتِ اقدس کو بیٹھے ہوئے پایا۔ علی خاں نے اپنا سر حضرتِ اقدس کے قدموں میں رکھ دیا اور معافی چاہی۔ آپؒ نے فرمایا۔ اے فضول انسان۔ دنیائے فانی کے مال و متاع پر درویشوں کا امتحان کر کے اپنا منہ کالا کرتا ہے۔ ایسے کاموں سے بچنا چاہیئے۔

علی خاں نے پھر معافی چاہی اور حضرتِ اقدسؒ کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔

جب اکبر بادشاہ نے گجرات پر چڑھائی کی تو علی قلی خاں جو حضرتِ اقدسؒ کا مرید تھا۔ بادشاہ کے ساتھ تھا۔ کیونکہ اس کے مشورے کے بغیر بادشاہ کوئی کام نہ کرتا تھا۔

اس مہم سے فراغت کے بعد علی قلی خاں نے ایک شب حظِّ نفس کے لئے ایک دلالہ کو بلایا۔ دلالہ کسی حسینہ کو لانے

لڑکی کے لئے ایک محلے میں جا رہی تھی۔ ادھر سے حضرت اقدسؒ تشریف لا رہے تھے۔ حضرتؒ نے دلالہ کو دیکھتے ہی اس کے کوڑے مارنے شروع کر دیئے۔ مگر وہ کوڑے علی قلی خان کو لگ رہے تھے۔ اور آپؒ یہ فرماتے جاتے تھے کہ "اے پلید! ہمارے سلسلے میں داخل ہو کر بھی ایسے قبیح افعال کا مرتکب ہوتا ہے"۔

شہر لدھیانہ میں بھی حضرت اقدسؒ کا قیام چند دنوں کے لئے رہا ہے۔ آپؒ نے ایک روز وہاں اپنی مسواک زمین میں گاڑ دی تھی۔ اس سے ایک درخت بن گیا۔ جو اب تک موجود ہے۔ اگر اس درخت کی ٹہنی کو مسواک بنا کر استعمال کیا جائے۔ تو بخار جاتا رہتا ہے۔ اسی جگہ ہر سال روشنی کا میلہ بھی ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت اقدسؒ کا قیام ملتان میں تھا۔ وہاں دو درویش ابو اسحاق اور علیم الدین رہتے تھے۔ یہ دونوں حضرت اقدسؒ کی نظر کرم سے صاحب نظر بن گئے تھے۔ اور کشف و کرامات میں اچھا مقام حاصل کر چکے تھے۔ مگر حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ یہ ازلی بدنصیب ہیں۔ جب یہ خدمت خلق پر مامور ہوں گے۔ تو ان کے پاس یہ دولت حال نہ رہ سکے گی۔

حضرت اقدسؒ نے ان دونوں کو شیخ عیسیٰ بخاری کی تحویل
مقرر فرما دیا تھا۔ یہ حضرت شیخ عیسیٰ بخاری اعلیٰ پائے کے
حال اور واقفِ رموز تھے۔

ایک مرتبہ ان شیخ صاحب کی خدمت میں خدام نے عر
کیا۔ کہ حضور فلاں بلوچ نے درگاہ کے مجاوروں کی ایک
سے بہ جبر زنا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "اس جوان ہی کو حمل
چنانچہ اسی جوان کے مدتِ حمل کے بعد دردِ زہ ہوا۔ اس
پیٹ پھٹ گیا اور اس نے چوہوں جیسے دو بچے جنے۔
شیخ صاحب موصوف کا اور حال سنیئے۔ ایک وقت ا
آیا کہ ان پر فقر و فاقہ کا غلبہ ہوا اور بسا اوقات نانِ شبینہ
ان کو میسر نہ آتی تھی۔ ملتان کے علاقے میں قوم سیّال بزر
دین سے بہت عقیدت رکھتی تھی۔ انہوں نے حضرت اقدس
کی خدمت میں عرض کی کہ اگر شیخ صاحب ہماری کچھ زمین کا
کر لیں تو ان کی یہ تنگدستی دور ہو جائے گی۔ حضرتِ اقدسؒ نے
شیخ صاحب کو حکم فرمایا اور انہوں نے کچھ اراضی کاشت کر لی
اور شب و روز حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں حاضر رہنے لگے
فصل کاٹنے کا وقت آگیا۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا "یہ حا

اور فصل کاٹتے ہی واپس چلے آؤ۔"

ایک دن کسی مرید نے شیخ صاحب کی دعوت کی اور مرغ کا گوشت پکایا۔ شیخ صاحب نے دعوت سے فارغ ہوکر مرغ کی ہڈیاں جمع کر کے کہا "قم باذن اللہ" فوراً ہی ایک مُرغ پیدا ہو گیا۔

ایک روز شیخ صاحب مراقبے میں تھے۔ ایک شخص نے دیکھا کہ ایک جنگلی شیر رات بھر شیخ صاحب کی خدمت میں رہا۔ صبح کو شیخ صاحب نے شیر سے کہا۔ "جاؤ اب تمہاری ضرورت نہیں۔" وہ شیر سلام کر کے واپس چلا گیا۔ اس سے شیخ صاحب کا شہرہ بہت پھیل گیا۔ اور مخلوق کا ہجوم ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ اس دوران میں شیخ صاحب حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں دیر سے حاضر ہوئے۔ حضرتِ اقدسؒ نے وجہ دریافت فرمائی۔ تو شیخ صاحب نے گستاخانہ جواب دیئے۔ اس پر حضرتِ اقدسؒ ناراض ہو گئے اور ایک مرید تاج الدین کو جو حاکم ملتان کا ملازم تھا حکم دیا کہ فوراً اندر آؤ۔ وہ دیوار پھاند کر اندر آیا۔ آپؒ نے حکم فرمایا۔ کہ شیخ صاحب کے کپڑے اتار کر آگ میں جلا دو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اور پھر شیخ صاحب کے پاس کشف و کرامت

کی کوئی چیز باقی نہ رہی - اور اس پر بھوک کا غلبہ اس قدر ہوا کہ دن رات درختوں کے پتے کھاتا رہتا۔ پھر بھی تسلی نہ ہوئی آخر کار مر گیا - اور شیخ صاحب کا مقام تاج الدین کو بخش دیا گیا۔

اب ان دونوں کا حال سنیئے - ایک روز عین الدین مذکور حضرت اقدسؒ کی گھوڑی کو چرانے کے لئے جنگل میں لے گیا۔ حضرت عماد الدینؒ حضرتِ اقدسؒ کے بڑے صاحبزادے بھی جو ان دنوں پانچ چھ برس کے ہوں گے ہمراہ تھے۔ شیرازی سوداگر اس طرف سے گھوڑے لئے گذر رہا تھا۔ اس نے عین الدین سے کہا کہ اپنی گھوڑی دور لے جاؤ۔ کیونکہ ہمارے بار برداری کے گھوڑے اس گھوڑی سے اُلجھنے کی کوشش کریں گے۔ اور پھر سوداگر کے آدمی دست درازی پر اُتر آئے - جب انہوں نے حضرت عماد الدینؒ کی طرف ہاتھ اٹھائے تو ان کے ہاتھ اور پاؤں شل ہو گئے - قافلے کا سردار سمجھ دار تھا - اس نے حضرت عماد الدین سے دست بستہ معافی چاہی - آپ نے معاف فرما دیا - اور ان کے ہاتھ اور پاؤں پھر اسی حالت میں آگئے - سردار قافلہ نے ایک خوبصورت گھوڑا حضرت عماد الدینؒ کی نذر پیش کیا۔ آپ نے منظور فرما لیا۔ اور گھر پہنچ کر عین الدین نے

واقعہ حضرتِ اقدسؒ کے گوش گذار کیا۔

کچھ دنوں بعد حضرتِ اقدسؒ کلانور تشریف لے گئے وہاں بارش نہ ہونے سے قحط پڑا ہوا تھا۔ لوگوں نے حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بارش کے لئے دعا چاہی۔ آپؒ نے فرمایا "ہم اللہ تعالیٰ کی مشیّت میں دخل نہیں دیں گے۔"

عین الدین نے عرض کی "حضور ایسے نازک وقت میں تو ضرور مخلوق کی امداد ہونی چاہیئے۔"

آپؒ نے فرمایا "نادان اللہ کی رضا کے خلاف کوئی کام نہ کرنا چاہیئے"۔ اور آپؒ اندر تشریف لے آئے۔

عین الدین نے اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لئے بارش کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ بارش برسنے لگی۔ حتیٰ کہ لوگ تنگ آگئے حضرتِ اقدسؒ اس کارروائی سے سخت ناراض ہوئے۔ اور عین الدین کی تمام کرامات سلب کر لیں۔

چونکہ عین الدین کے قلب پر جلا آچکی تھی۔ اس کا کچھ حصّہ باقی رہا جب کوئی مر جاتا۔ عین الدین کہا کرتا " وہ تو یہ ہے"۔ یعنی اب وہ اس حال میں ہے۔ اور یہ بات کشفِ ارواح کے مراتب سے ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ یوں رقمطراز ہیں " ہم کو جب خاند
قادریہ عالیہ کے سلسلۂ مشائخ کا کشف ہوتا ہے۔ تو حضرت غو
الثقلین کے بعد حضرت شہ کمال قادریؒ جیسا علو مرتبت بزرگ
نہیں آتا۔" جس سے ظاہر ہے کہ آپ کی ولایت اور قطبیت
دنیا میں ایک عظیم ترین منصب ہے۔
ملک العلماء حضرت عبدالاحدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضر
اقدسؒ سرہند تشریف فرما تھے۔ میں جنگل میں ان کے ہمراہ ہو
تھا۔ ایک مقام پر آرام کی غرض سے بیٹھ گئے۔ اور میں مگس را
کرنے لگا۔ میں نے دیکھا۔ کہ یک دم حضرت کے دہن مبارک
ایک نور برآمد ہوا۔ اس کی چمک اور دمک سورج سے زیادہ ہو گ
میں کچھ دیر ان تجلیات کو دیکھتا رہا۔ پھر جب حضرت اقدسؒ
طبیعت معمول پر آئی تو میں نے اس حال کی کیفیت دریافت
فرمایا۔ " یہ عنایت الٰہی اور توجہ رسالت پناہی ہے۔"
پھر میں نے عرض کی " حضور کا نسب نامہ کہاں تک پہنچتا
حضرت اقدسؒ نے فرمایا۔ " تم جیسے ذی ہوش انسان
ایسی باتیں نہ کرنا چاہئیں - اس لئے کہ مذہب فقر میں ذا
صفات اور حسب نسب خود ستائی اور خود پرستی کے مترا

ہیں۔ ہمارے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سیّد اولادِ آدم ہوتے ہوئے اپنے آپ کو مسکین فرماتے ہیں تو ہمیں دم مارنے کا یارا کیا ہو سکتا ہے۔"

میں نے پھر بصد عجز و انکسار اپنے سوال کی وضاحت چاہی۔ تو حضرتِ اقدسؒ نے فرمایا" ہمارا نسب نامہ بارہ پشت میں شیخ السموات والارض حضرت محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور ہم کو خلافت بھی اسی بارگاہ سے ہے۔ ہمارا وطن بلادِ کوفہ ہے۔ اور ہم سیر و سفر کے لئے بغداد آئے ہوئے ہیں۔ ہم حسب و نسب کا ذکر زبان پر نہیں لایا کرتے۔ کیونکہ یہ آئینِ فقر کے خلاف ہے۔ یہ محض آپ کی خاطرداری کے لئے بیان کیا گیا ہے۔"

حضرت اقدسؒ جب کیتھل تشریف لائے۔ تو کیتھل میں ایک ہندو درویش باوا سیتل پوری نامی تالاب کے کنارے اپنی انتڑیاں باہر نکال کر دھویا کرتے تھے۔ یہ اُن کی بہت بڑی کرامت سمجھی جاتی تھی۔

ایک روز حضرتِ اقدسؒ جنگل سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپؒ نے دیکھا کہ وہ ہندو درویش اپنے پیٹ کی تمام

آنتیں باہر نکالے تالاب کے کنارے بیٹھا ہوا انہیں دھو رہا ہے اور بیشمار آدمی اس کے ارد گرد درشن کے لیئے جمع ہیں۔ آپؒ نے دیکھ کر فرمایا "اس کھیل سے مراد محض شہرت ہے تو اور بات ہے ورنہ صفائی قلب سے اس کا کوئی واسطہ نہیں" اور تبسم فرماتے ہوتے اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔

ہندو درویش نے آنتوں کو دھو کر انہیں اندر ڈالنا چاہا۔ تو وہ ٹھیک نہ بیٹھیں تو انہیں بہت تشویش ہوئی۔ وہ حضرتِ اقدسؒ کی وہ بات سن چکے تھے۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہ شعر پڑھتے ہوئے حضرت اقدسؒ کی قیام گاہ کی جانب روانہ ہوئے۔ شعر

یارِ ہر سو کہ بود چشم بداں سو گردد
چشمِ من خاصیتِ قبلہ نما پیدا کرد

آستانۂ عالیہ پر آکر قدمبوس ہوئے۔ حضرت اقدسؒ نے ان کو کمال عنایت اور توجہ سے دیکھا۔ اور ان کے سینے کو انوارِ الٰہی سے معمور کر دیا حتیٰ کہ اپنی کلاہِ مبارک بھی ان کو عنایت فرما دی باوا سینتل پوریؒ بھی ہر وقت خدمتِ عالیہ میں حاضر رہنے لگے اور حضرت اقدسؒ کی صحبت میں جو فیضان ان کو حاصل ہوئے وہ بیان سے باہر ہے۔

تذکرہ غوثیہ میں حضرت میراں شاہ بھیکؒ صابری اور باوا سیتل پوریؒ کے درمیان ایک گفتگو کا تذکرہ ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ باوا سیتل پوریؒ کو کمالی نظر نے کس ارفع و اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا وہ گفتگو یہ ہے:

ایک دفعہ حضرت میراں شاہ بھیکؒ نے باوا سیتل پوریؒ کے حضور یہ شعر لکھ کر ارسال فرمایا۔

چلتے چلتے جگ گیو اور بھیک دوارے دور
خرچی نبڑی پاگ تھکے کوئی جا کہے حضور

اس کے جواب میں باوا سیتل پوریؒ نے یہ شعر تحریر فرمایا۔

جن نیّن تم جات ہو اُن نیّن ہے دور
ست نام سیتل پوری جو تَن ملھ رہے حضور

ایک روز باوا سیتل پوریؒ حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہ چھوٹے صاحب زادے اندر سے باہر آئے۔ ان کے چہرے سے خستگی اور ناتوانی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ باوا سیتل پوریؒ نے اس کا سبب پوچھا۔ صاحب زادے نے بوجہ صغیر سنی اور بے تکلفی صاف صاف بتا دیا۔ کہ کئی روز سے کھانا نہیں کھایا۔ باوا سیتل پوریؒ نے خیال کیا کہ اتنا

جلیل القدر شیخ اور یہ مفلسی اور ناداری - میں اس آستانے کا ادنیٰ خادم ہوں اور روزی کے فکر سے آزاد ہوں - بلکہ بعض لوگوں کو صبح و شام کھلا سکتا ہوں - پھر باوا سیتل پوریؒ اپنے ڈیرے گئے اور سنگِ پارس لے آئے - حضرت اقدس بھی اس عرصے میں باہر تشریف لے آئے تھے - باوا صاحب نے وہ پارس کی پتھری حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کی - کہ "میرے پاس بہت سے رس یعنی جوہر ہیں - جن کی ایک چٹکی سے بہت سا سونا تیار ہو سکتا ہے - مگر پھر بھی اس کے لئے تھوڑی بہت محنت کرنا پڑتی ہے - اِس لئے یہ پارس کا ٹکڑا پیش کرتا ہوں - اس کو صرف لوہے سے مَس کرنا پڑتا ہے - اور لوہا فوراً سونا بن جاتا ہے۔"

حضرتِ اقدسؒ نے فرمایا "اسے طاق میں رکھ دو۔"

کچھ دن بعد اسی صاحبزادے سے پھر اسی تنگی اور فاقے کا حال معلوم ہوا - باوا صاحب اس خیال میں تھے - کہ میں نے پارس کا ٹکڑا بھی پیش کر دیا تھا - مگر پھر بھی وہی تنگی ہے - کہ اتنے میں حضرت اقدسؒ اندر سے باہر تشریف لائے - اور باوا صاحب سے فرمایا "آؤ باہر چلیں۔"

جنگل جا کر آپؒ نے استنجے کا ڈھیلا زمین پر پھینکا - اور باوا

[ص]احب سے فرمایا "سامنے دیکھو"

بادا صاحب نے ادھر دیکھا۔ تو جس جگہ ڈھیلہ پڑا تھا۔ وہ [ت]مام سونا بن گئی تھی۔ پھر آپؒ نے فرمایا "جس قدر سونا چاہو اٹھا [لو]" پھر فرمایا "تنگدستی اور بے لبسی کی وجہ سے یہ فاقہ کشی نہیں [ہ]ے۔ بلکہ یہ تو اپنے جدّ امجد حضور رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی [سن]ت ادا ہو رہی ہے۔ کیونکہ آنحضورؐ کی متابعت میں فقر سے بڑھ [کر] کوئی نعمت نہیں"

بادا صاحب نے عرض کی "الحمد للہ۔ کہ انسانِ کامل کی صحبت [س]ے مجھے نخلِ ہستی کا ثمرہ مل گیا ہے" پھر عرض کی کہ "اگرچہ اس [عم]ل سے تانبا سونا ہو جاتا ہے۔ مگر دل پر گرانی رہتی ہے۔ خدا [کا] شکر کہ دنیاوی آرزوؤں سے نجات مل گئی"

اور اس کے بعد وہ تمام چیزیں دریا میں پھینک دیں۔ کسی [نے] بادا صاحب کے متعلق کیا خوب کہا ہے۔

بادا سینتل دامن را از عارفانِ حق بداں

زانکہ او از خاندانِ قادری نورشید جام

منقول ہے کہ حضرت خواجہ عبد الرشید شاہِ ولایتؒ نے جن کا [مزا]ر شریف کیتھل میں ہے۔ اور جو حضرت قطب الاقطاب خواجہ بختیار

کاکیؒ کے خلیفہ ہیں - عوام میں اعلان شروع کر دیا تھا۔ کہ اس شہر میں
عنقریب ایک شیرِ خدا تشریف لانے والے ہیں - جو لوگوں کو دولت
ایمان سے مالا مال کر دیں گے - ان کی شانِ جلالت سے بچنے رہنا
شیرِ خدا سے ان کی مراد حضرتِ کبیر ملک العشاق شاہ کمال قادریؒ
روایت ہے کہ حضرت کبیر ملک العشاقؒ کا اکثر یہ معمول تھا
ہے کہ حجرہ شریف بند فرما کر کئی روز، کئی ہفتے اور بسا اوقات
کئی کئی ماہ برآمد نہ ہوا کرتے تھے - ایک مرتبہ حضرتِ اقدسؒ اسی
طرح حجرہ شریف کا دروازہ بند فرما کر اندر عبادت و ریاضت میں
مشغول ہوئے - اور چار ماہ تک باہر تشریف نہ لائے -

آپؒ کے صاحبزادے حضرت عماد الدینؒ نے اس توقف سے
اُکتا کر دروازہ کھول کر حجرے کے اندر داخل ہونے کا ارادہ فرمایا
خادموں نے آپؒ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا - مگر آپؒ اندر داخل
ہو گئے -

حضرتِ اقدسؒ اپنے حال میں محو تھے - خیال ہوا کہ آپؒ وصال
فرما گئے ہیں - غسل کی تیاری ہوئی - جب پانی سر مبارک پر ڈالا گیا -
حضرتِ اقدسؒ نے آنکھیں کھول دیں - نظر میں اس قدر جلال اور
تیزی تھی کہ سب خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے - صرف سخی خادم وہاں

اور اس نے تمام سرگذشت حضرت اقدسؒ کو سنائی۔
فرمایا "میری موت کا شہرہ ہر طرف ہو چکا ہے۔ اب دوبارہ
زندہ ہونا مناسب نہیں۔ کیونکہ یہ امر شریعت کے خلاف ہے کہ
کوئی دوبارہ زندہ ہو" یہ فرمایا اور آپ نے آنکھیں بند کرلیں اور اپنے
رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

جملہ مریدین۔ خادمین۔ عقیدت مند اور مشائخ غم و اندوہ سے
بیٹھے محسوس کر رہ گئے۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشکبار نہ ہو۔ اور
کوئی قلب ایسا نہ تھا جو صد پارہ نہ ہو۔ تجہیز و تکفین کی گئی اور نماز
جنازہ میں فقہا۔ اولیائے ہم عصر۔ نجبا۔ اوتاد۔ اغواث۔ اقطاب
ابدالات۔ رجال الغیب اور ملائکہ تک شامل ہوئے۔ جنازہ بڑے
شان و جلال سے لاکھوں اشخاص کے ہجوم میں ایک تالاب کے
کنارے لایا گیا۔ اور پھر وہ جسدِ اطہر اور وہ تنِ پاکیزہ و نورانی
حسب احکامِ شریعت دفن کیا گیا۔ اس کے بعد قبر شریف پر ایک
شاندار گنبد بنایا گیا۔ مزار شریف شہر کیتھل میں واقع ہے اور
آج بھی زیارت گہِ خواص و عوام ہے۔ آپؒ کا سنِ وفات ۹۸۱ھ
ہے۔ کسی نے یہ سالِ وفات نکالا ہے۔

لَا تَمُوتُونَ اَوۡلِیَاءَ اللّٰہِ

اللہ کے اعداد نکالنے سے ۹۸۱ رہ جاتے ہیں" لبایۂ ذوالجلال" بھی تاریخ وفات ہے۔

کچھ مؤرخین کی رائے ہے کہ حضرتِ اقدس کی تاریخ وصال ۹ جمادی الآخر ۹۸۱ھ اور کچھ کا خیال ہے کہ ۱۹ جمادی الاول ۹۸۱ھ

اسی سلسلے میں ایک صاحب حال فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اولیاء اللہ کے گروہ کے گروہ کسی خاص مقام کی طرف پرواز کر رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ایک مردِ خدا نے نہایت عجلت میں بتایا۔ کہ پیر دستگیر نے آج پردہ کیا ہے۔ میں حیران رہ گیا۔ کہ حضرت غوثِ اعظم رح کے وصال کو قریباً چار سو سال کا عرصہ ہو گیا ہے میں نے اپنے پیر بھائی کو جو پرواز کر رہا تھا۔ بازو سے پکڑ کر دریافت کیا۔ کہ ان اولیاء اللہ کی یہ جماعتیں کس طرف اور کیوں جا رہی ہیں۔ اور پیر دستگیر رح کے وصال سے کیا مراد ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ " آج حضرت کبیر ملک العشاق شاہ کمال قادری رح کیتھلی کا وصال ہو گیا ہے۔ چونکہ آپ رح نے صحیح معنوں میں دورِ غوثیت کی تجدید کی ہے۔ اس لئے انہیں ثانی محبوبِ سبحانی کہا جاتا ہے۔"

حضرتِ کبیر ملک العشاقؒ کی ہستی مبارک اس عالمِ امکان کے لئے صد بہار اور انسانیت کے لئے ہزار منفعت بخش تھی۔ آپؒ کے مقامِ باطنی اور ارتفاعِ روحانی کا اندازہ محال ہے۔ البتہ جو کچھ آپؒ کے ظاہری اعمال اور آپؒ کی نظر کیمیا گر سے اندازہ کیا گیا ہے۔ اس کا ملخص یہ ہے کہ آپؒ نے سلسلۂ غوثیہ کی تجدید و احیاء کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ہندوستان میں آپؒ ہی کے دم سے سلسلۂ قادری کو اس قدر عروج حاصل ہوا۔ کچھ ہندوستان پر ہی منحصر نہیں حضرتِ قدسؒ کے فیض نے افغانستان۔ ایران۔ ترکستان۔ عراق۔ روم عرب اور مصر تک اس سلسلے کی اشاعت اور ترقی کے لئے جادو جہد فرمائی، ہزاروں دل نورانی و پر کیف بن گئے اور لاکھوں انسان دولت سکون و اطمینان سے مالا مال ہو گئے۔ لاکھوں گمراہ صراط مستقیم پر آگئے۔ اور لاکھوں بے امید اور مایوس آرزوؤں اور کامرانیوں کی آغوش میں پہنچ گئے۔ اگر طریقت کی محفل میں ہمہمی پیدا ہوئی۔ تو شریعت کی بزم بھی ہنگاموں سے جگمگا اٹھی۔ دینِ اسلام کی شہرت دوبالا ہو گئی۔ اور دینِ قیم کی حالت اور زیادہ بھڑک اٹھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسی بزرگ اور بلند مرتبہ شخصیتوں کے دم قدم سے اس دنیا میں نئے سرے سے زندگی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اور

یہ انسانیت اپنی غفلت اور لاپرواہی کے سبب ترقی کی دوڑ میں جس قدر پیچھے رہ جاتی ہے۔ ایسے مقدس اور پر جلال انسانوں کی تشریف آوری کی جھنکار سے پھر جاگ اٹھتی ہے۔ اور اپنی منزل کی طرف تیزی سے قدم اٹھانے لگتی ہے اگرچہ ایسے پاکیزہ لوگ بظاہر انسانیت کے جامہ میں ہوتے ہیں۔ مگر ان کی روحانی اقدار پہ غور اور تدبر کیا جائے تو یہ کچھ اور ہی نظر آتے ہیں۔ اشیائے عالم پر ان کو دسترس ہوتی ہے۔ موجودات پر ان کا قبضہ ہوتا ہے۔ دریا پہاڑ چاند ستارے حتیٰ کہ فضائیں اور سمٰوات ان کی تسخیر کے تحت رہتے ہیں۔ اور یہ ان سے اسی طرح کام لیتے ہیں جس طرح ہم اپنے ہاتھ اور پاؤں سے زمانے کی رفتار۔ مقامات کی نزدیکی اور دوری۔ موسم کی تیزی یا نرمی ان کے لئے ہمیشہ برابر ہوتی ہے۔ ان کے راستے میں نہ کوئی دریا مزاحم ہوتا ہے اور نہ کوئی پہاڑ۔ یہ برف کے جگر سے گذر جاتے ہیں اور آگ کے سینے سے نگاہ کی مانند نکل جاتے ہیں۔ ان کی محبت کی جائے تو ہزار منافع ہوتے ہیں۔ اور ان سے عداوت رکھی جائے تو تباہیوں اور بربادیوں کا زمانہ آجاتا ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ کا وجود دنیا اور دنیا والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نوازش کا مظہر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ اولیاء اللہ ہر لحظہ اور ہر نفس

اللہ ہی کی طلب میں رہتے ہیں۔ اللہ ہی کے نام کے لئے جیتے ہیں اور اللہ ہی کے نام کے لئے مرتے ہیں۔

حضرتِ کبیر ملک العشاق رحؒ نے جو مکتوب صاحب زادوں یا مریدین کو تحریر فرمائے۔ ان میں سے کچھ درج کئے جاتے ہیں۔ یہ مکتوب فارسی زبان میں ہیں۔ مگر استفادۂ عام کے لئے ان کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ اگرچہ ترجمے میں اصل جیسی چاشنی، کشش اور فصاحت نہیں ہے۔ مگر مفہوم کا اظہار تو ہو جاتا ہے۔

مکتوبِ اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بہم بیگانگاں تا چند باشی؟
بیا جاں قدرِ تو ایشاں چہ دانند

(تو کب تک بیگانوں کے ساتھ رہے گا؟ اے جان یہاں آ وہ تیری قدر کیا جانیں؟)

حمد و ثنا۔ دعائے دارین و ترقی درجات اور مزید حیات کے بعد عارفِ ربانی۔ واصل سبحانی، مقبولِ رحمانی۔ فرزندِ عزیز، قرۃ العیون راحت الروح، شیخ المشائخ والاولیاء، معدنِ جود والسخاء

برگزیدۂ درگاہِ کبریا ، سید ابوالمکارم مسعود الملقب بہ شاہ مو
اپنے والد فقیر حقیر مسکین حزین دیے تسکین احقر الانام کمال
ساکن مقام کیتھل کی طرف سے مطالعہ کریں۔

یہاں اللہ کی عنایت سے زندگی اچھی گذر رہی ہے۔ کسی
کی خرابی نہیں۔ معاملات درست ہیں۔ ہر حالت میں اللہ کا شکر
تمہارا محبت نامہ اختیار خاں نامی ملازم لے کر آیا۔ مضمون
آگاہی ہوئی۔ دل کو بے انتہا مسرت حاصل ہوئی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ علیٰ
تم نے لکھا ہے کہ چند دن تک تم وہیں قیام کروگے۔ میں نہ
سمجھ سکا کہ اس قیام و توقف سے تمہاری مراد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے
عاشقوں پر توقف حرام ہے۔ السکون حرامٌ علی قلوب الاولیاء
اللہ (اولیاء اللہ کے قلوب پر سکون حرام ہے) من استو
یوماہُ فھو مغبونٌ معیونٌ (جس کا آج کا دن کل کے دن
گذرا وہ نقصان اور خسارہ میں ہے)۔

اگر یہ توقف سیر ربانی کے لئے ہے۔ تب بھی حرام ہے
یہ توقف لوگوں کی صحبت کی وجہ سے ہے۔ جو اللہ سے دور رہتے
ہیں تو یہ بھی حرام ہے۔ اگر اس فقیر کی طرف آنے سے جھجکتے
اور اس فقیر کے مزاج سے گھبراتے ہو اور دوسروں سے میل

رکھتے ہو۔ تو یہ بھی بُری بات ہے۔

برخوردار! سنو۔ اللہ کے عاشق جو کچھ کرتے ہیں۔ وہ نصیحت ہوتی ہے ان لوگوں کے لئے جو ابھی ابتدائی منزل میں ہیں۔

عزیز من! تم تو اللہ کے فضل سے انتہائی منزل میں ہو۔ تم ہدایت اور نصیحت سے بلند اور دوست (اللہ) سے ملے ہوئے ہو۔ جمع و تفریق سے آزاد اور حق تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہو۔ تم جیسے کے لئے کسی نصیحت کی حاجت نہیں۔ اور جس میں یہ خصوصیات ہوں۔ اس کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو کی ضرورت نہیں۔ ضروری یہ ہے کہ پہلے اپنے ماں باپ اور بہنوں سے ملاقات کر کے بغیر کسی پابندی کے چند روز یہاں رہ کر بعد ازاں جہاں کی صحبت تمہیں پسند آئے اور جہاں طبیعت کو کوئی پریشانی لاحق نہ ہو وہاں اللہ کے ساتھ قیام کرو۔

اے فرزند! سنو۔ فقیر سراسر اخلاص کا خواہش مند ہے۔ جس جگہ مکمل اخلاص ہو۔ چاہے وہ لوگ دنیا دار ہوں یا دیندار ان کے خلوص کے ساتھ اس جگہ قیام کر۔ مشہور ہے کہ مخلصوں، محبوں اور معتقدوں کے ساتھ مشغولیت زیادہ ہوتی ہے۔ اور طبیعت کو پریشانی نہیں ہوتی۔

لیکن یہاں آکر دو چار روز قیام کرو اور جتنے دن دل چاہ
اتنے دن رہو۔ تمہیں کوئی پابند نہیں کر سکتا۔ خدا کے دوستوں
پابند کرنا کس مذہب میں روا ہے۔ چونکہ وہ قید سے آزاد ہیں
فرزندِ من! دوسری بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے اس فقیر
طبیعت کی تیزی اور جلال کم ہو گیا ہے۔ اور حلم پیدا ہو گیا
اللہ جل شانہٗ اس مقام میں میرے حالات کو حضرت خلیل اللہ
ساتھ ہم اوقاف کرے کہ قرآن شریف میں حق تعالےٰ نے اس
وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلاً (اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست
صادق قرار دیا ہے) فرمایا ہے۔

اے فرزند! نہ عاشقوں کا جلال نفسانی ہے نہ ان کا حلم انس
ہے۔ عوام اس جلال و حلم میں اور باتیں خیال کرتے ہیں۔ لیک
عاشقانِ خدا اس جلال و حلم میں خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتے
ہمیشہ ذاتِ الٰہی میں غرق اور مشغول رہتے ہیں۔ ع

ابجدِ عشقت چو بیا موختم
دیدہ ز اغیارِ فردِ دوختم

(جب تیرے عشق کی ابجد سیکھی۔ غیر کی طرف سے آنکھیں
پھیریں)

اے فرزند! یہ ناقصوں کا کام ہے۔ جو کہا کرتے ہیں، کہ فلاں درویش کے اہل وعیال زیادہ ہیں۔ لیکن (عشاق) عیال واطفال کے پابند نہیں۔ جس طرح کہ عوام ہوتے ہیں۔

برخوردارِ من! کاملوں کا شیوہ یہ ہے کہ ان کے اہل وعیال جتنے زیادہ ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے ساتھ ان کی مشغولیت اتنی ہی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اہل وعیال سے دور رہنا اور ان سے بھاگنا ناقصوں کا کام ہے۔ عشاق ایک لمحہ اور لحظہ بھی خدا سے جدا نہیں ہیں اور ہمیشہ انوارِ رحمانی اور مشاہدۂ ربانی میں محو اور مستغرق رہتے ہیں۔

عقل راتدبیر باشد عشق راتدبیر نیست
عاشقاں راعقل نزدامن گریباں گیر نیست
عشق برتدبیر خندد زانکہ درصحرائے عقل
ہرچہ تدبیراست خبر بازیچۂ تقدیر نیست

یا دیوانہ بن اور مستی اور دیوانگی کی طرف رخ کرلے۔ تدبیر کو مدبّروں پر چھوڑ دے۔ عاشقوں کو تدبیر سے کیا مطلب!

اے فرزند! میری یہ کیفیت کچھ نفس کی رہنمائی سے پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ جو کچھ ہے اللہ کی طرف سے ہے۔ پردۂ غیب

میں جو کچھ پوشیدہ ہوتا ہے۔ رازِ رحمانی اور حکمت ربانی پر عیاں ہے۔ جو کچھ وہ کرتا ہے خود کرتا ہے۔ ہمیں کرنے نہ کرنے سے واسطہ یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید (اللہ جو چاہتا ہے ہے اور جو اس کا ارادہ ہوتا ہے۔ اس کا حکم دیتا ہے) عوام کے دوستوں کی ہزارہا شکائتیں اور ان پر بےشمار طعن و تشنیع میں قدیم سے ہوتا آیا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ رسولِ پاک انبیائے اور صحابۂ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنتِ قدیم ہے۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلہ (اور خدائی طریق کار تبدیل نہیں ہو سکتا) نیز یہ آیت شریفہ کہ ان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک بھی اس مضمون کی آئینہ دار ہے۔

اے خدا بر عاشقاں خوشنود باش
عاشقاں را عاقبت محمود باش

اے فرزند! بے خودی کے مکتب میں پڑھنا شروع جب تک یہاں کی الف بے نہیں پڑھے گا۔ تب تک عاشقی کے راز کو نہیں پائے گا۔

اے میرے فرزند سن! نہ صالحین کے ساتھ رہ، نہ زاہدوں کے ساتھ رہ۔ نہ اہل آخرت کے ساتھ نہ اہل دنیا کے ساتھ

بے خود ہو جا۔ دیوانہ بن جا۔ بے خودوں اور دیوانوں کے ساتھ ذرہ خاک ہو جا اور خاک میں سے بن جا۔

سن اے فرزند! نہ زاہد بن، نہ صالح بن۔ نہ فاسق بن۔ نہ آقا بن، نہ تاجر بن، نہ امیر بن، نہ فقیر بن، نہ دنیا کا بن، نہ دین کا بن اگر بنے تو یہ بن عَدَمَانَہٗ وَجُوْدٌ لَہٗ (تیری موت و حیات سب اس کے لئے ہے)

فاینما تولو فثم وجہ اللّٰہ اس مقام میں زیادہ قیل و قال وہی کرتا ہے جو راز سے ناواقف ہوتا ہے۔ سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم میرا قلب، میری روح، میرا راز تیری طرف ہے۔ اے جان۔ اس پاک چہرہ، ان پاک گیسوؤں اس پاک عادت پر فدا، جو حق کی طلبگاری میں چالاک ہے۔

مکتوب دوم

حمد و ثناء و دعائے دارین!

اے فرزند! جو بھی نصیحت کی جاتی ہے وہ یقینی طور سے راحت کا

سبب ہے۔ نہ اس میں خزانہ پانے کی سی خوشی ہے اور نہ
کی ٹیس سے

خاک تو آمیختہ از رنجہاست
بر سر ایں خاک بے گنجہاست

البتہ جو علم عمل سے خالی ہو وہ یوں ہے جیسے دیگ بے نمک
یا کھوٹا سونا کسوٹی کا محتاج۔

سنو اے فرزند! جتنی مرید کی ارادت اور عقیدت میں ترقی
جاتی ہے۔ اتنا ہی اس کے دل میں مرشد کے کمال اور جمال کا نور
چلا جاتا ہے۔ یقیناً معرفتِ ازلی کی بنا پر مرشد اور مرید کے د
محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر عشق و محبت کی چاشنی اپنا
دکھاتی ہے۔ عاشق صادق مرید کے لئے مرشد کا جمال نورِ حق
کی تجلی بن جاتا ہے۔ اسی وقت مرید پیر پرستی کا درجہ پاتا ہے
لئے کہتے ہیں کہ پیر پرست مرید خدا پرست سے بہتر ہے۔ چونکہ
حق تعالیٰ کے مشاہدہ میں رہتا ہے۔ اور حقیقت میں خدا پر
ہے۔ اور جو خدا پرستی کا دعویٰ دار ہے وہ اپنے مشاہدہ میں مصر
اور اپنی ذات میں مشغول رہتا ہے۔ اور یہ خود پرستی ہے۔ خدا
پرستی سے دور ہے۔ مرشد سے جتنی زیادہ محبت ہو گی۔ اتنا

کمال و جمال میں افزونی ہو گی۔

یہی مضمون اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ ایک بار حضور
ت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔
ے عمرؓ! کیا تو ہمیں عزیز رکھتا ہے؟"
کہا "ہاں"۔
پھر حضور رسولِ پاکؐ نے دریافت فرمایا۔ "کیا ہمیں جان سے
ہ عزیز رکھتا ہے"۔
حضرت عمرؓ راست گو تھے۔ راستی کے طریق پر جواب دیا "یا
ل اللہ۔ میں آپ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز نہیں رکھتا۔
ں سب سے زیادہ عزیز ہے۔"
حضورؐ نے فرمایا "اے عمرؓ! تو جب تک مجھے جان سے زیادہ
نہ جانے گا۔ ایمان دار نہ ہو گا۔ جب تک تو جان کو قربان نہ
ے گا۔ اور اپنے وجود کو درمیان سے نہ نکال دے گا۔ تب تک تیرا
گوہر ایمان تک نہ پہنچے گا۔
اس بنا پر یہ کہنا درست ہے کہ پیر پرستی حقیقت میں خدا پرستی
اور پیر پرستی ہی سے ایمان کامل ہوتا ہے۔ اگر سو سال تک
اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا جائے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر یقین نہ

رکھے۔ تو ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پیر پرستی درحقیقت خدا پرستی ہے۔ خدا پرست پیر پرست کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت عمرؓ چونکہ خدائے تعالیٰ کے سچے عاشق تھے۔ اپنے میں انہوں نے غور کیا۔ اور اپنے احوال کی درستی کی۔ اور آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا "حضور! میں آپ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں اور ایک جان تو کیا چیز ہے۔ سو جانیں بھی آپ کے سے قربان ہیں"

اے فرزند! عاشق پوشیدہ نہیں رہتا۔ اور دیگ بغیر جوش کئے نہیں رہتی۔ منہ سے کف نکالتی ہے۔ عاشق مجبور بھی یونہی فریاد کرتا ہے۔ معروفِ کار ہو جا۔ رازدں کو تلاش کر اور حق تعالیٰ کا رازداں ہو جا ؎

محرم دوست نبود ہر سرے
(۱)
بار مسیحا نہ کشد ہر خرے

نہ ہر شوریدہ سر واقف ہے رازِ دوستداری کا
(۲) مسیحا کی سواری کا گدھا بھی خاص ہے

وقت اپنے موقع پر خود پکار اٹھتا ہے کہ اٹھ شراب پی اور جوش و خروش پیدا کر۔ جب حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ نبی نبی بن جاتا

…ر دلی دلی - نبی صاحب وحی ہوتا ہے اور ولی اپنے کام میں پوشیدہ
…راز دل کا محرم ہوتا ہے - نبی صاحب دعوت ہوتا ہے اور وہی دعوت
…لی کے لئے تربیت ہوتی ہے - نبی صاحب اعجاز ہوتا ہے - اور ولی
…حب کرامت - نبی صاحب نبوت اور ولی صاحب ولایت ہوتا
…ہے - نبی کے لئے نہایت ہوتی ہے اور ولی کے لئے اقامت، نہ ہر
…ت نبی نبی ہوتا ہے نہ ہر وقت ولی ولی - دونوں کے حضور میں
…ئی کمی بیشی نہیں - نبی جس انجام سے آگاہ ہوتا ہے - ولی اس کا
…ان کرتا ہے - نبی کے پاس اصل ہوتی ہے اور ولی کے پاس نقل -
…ن کے خلاف واقع نہیں ہوتا - شریعت کے آداب کا لحاظ رکھتے
…ں - اس لئے نبی کے ساتھ مساوات کا دعویٰ نہیں کرتے -

برخوردارِ من! سنو! یہاں ایک راز ہے - جس کا رازداں ایک
…ہے - اس کے سوا اس راز کا کوئی محرم نہیں - تو اپنی جان گنوا
…ے - دنیا لٹا دے - اور رازدار بن جا - وہ آفتاب ہرگز یہاں نہیں
…کا - جو کچھ وہاں کا وعدہ تھا - وہ ہرگز یہاں پورا نہیں ہوا - عاقبت
…خاتمہ بخیر ہو -

اے فرزند! جن لوگوں نے فقر اختیار کیا - اللہ تعالیٰ کی محبت
…نے ان کو غنی بنا - فقر و غنا ان کے جسم کا لباس ہے دنیا کا مال و منال

ان پر غالب نہیں آتا۔ اور جہانِ آب و گل کا گرد و غبار ان کے دامنِ ہمّت کو آلودہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے عشقِ مولا میں گھر بار اور مال و دولت سب کو ترک کر دیا۔ اور پورے طور سے آزاد ہو گئے عشق و محبت کی منزل میں ان کا یہ پہلا قدم ہے۔ دوسرا قدم یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنی ذات اور اپنی ہستی کو بالکل مٹا دیا۔ وہ ایک عالمِ بے خودی میں جیتے ہیں۔ اپنی طرف سے جیتے ہیں۔ اپنی طرف سے مردہ ہوتے ہیں اور خدا کی طرف سے زندہ۔ یہ بات سمجھ لینا کافی ہو گا۔

واللہ اعلم بالصواب

مکتوب سوئم

بسمِ اللہ الرحمٰنِ الرحیم

حمد و صلوات، درازیٔ عمر و حیات، ترقیٔ دو جہاں کی دعا کے بعد قرۃ العیون شیخ الاسلام، برگزیدۂ درگاہ کبریا ابو المکارم مسمّٰی عرف موسیٰ، اپنے والد فقیر حقیر کمال کی طرف سے مطالعہ کریں۔

دیگر! اللہ تعالیٰ کے کرم سے حال بخیر ہے اور تمہاری خیریت درگاہِ باری
تعالیٰ سے نیک مطلوب۔ دوسرے یہ کہ مدتِ مدید اور عرصہ بعید سے
گجرات کے سفر سے آچکا۔ اور کیتھل میں مقیم ہوں۔ آج کل بھی کیتھل
میں قیام ہے۔ تمہاری خیریت کی کوئی خبر نہیں پہنچی۔ یہ اچھا نہیں کیا۔
میرا اور تمہارا تعلق ایک ہی طرح کا نہیں ہے۔ اوّل تو باپ بیٹے
تعلق ہے۔ دوسرے پیر مُرید کا رشتہ۔ لیکن تم نے دونوں تعلقات
فراموش کر دیا۔ تمہاری والدہ اور بہن تمہارے لئے بے تاب و
بے قرار ہیں۔ اگر تم آؤ اور اپنا دیدار دکھاؤ تو بہت ہی خوب ہو۔
اس فقیر کی یہ بھی خواہش ہے کہ تم یہاں آؤ تو درویشی اور
معرفت کے کچھ نکات بہ طور تعلیم و تربیت کے تمہیں سکھاؤں جو
اب تک تمہیں پورے طور سے تعلیم نہیں کئے گئے۔ نیز تمہیں
بیعت کرنے کے بعد خلافت عطا کی جائے۔ طریقِ مشائخ یہی ہے
بعد بلوغ بیعت کرتے ہیں۔ تمہیں بزمانۂ طفولیت بیعت کیا گیا
تھا اور سر تراشا گیا تھا اور شاید تمہیں یاد بھی نہ ہو۔ دوسرے
کہ تم مجھ سے بیعت ہو۔ ممکن ہے کہ تمہاری توجہ کسی اور
طرف ہو جائے۔ یہ امر میری ناراضی کا باعث ہوگا۔ اس طرح
فائدہ تمہیں اب تک ہوا ہے یہ سب ضائع ہو جائے گا۔ ممکن ہے

تمہیں اپنے کمال کا گمان ہو۔ جب تک تم یہاں نہ آؤ گے اور درویشی کے متعلق کچھ راز مجھ سے نہ سمجھو گے۔ تب تک تمہاری درویشی مکمل اور مستقل نہ ہو گی۔ نیز جب تک خلافت تمہارے حوالے نہ کردوں اور وہ ایک حرف کہ جس کے بغیر درویشی تکمیل نہیں پاتی ، نہ سمجھا دوں۔ اور تمہارے سپرد نہ کردوں۔ تب تک تمہیں توحید خالص مکمل کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ اس کے بغیر تم درجۂ کمال کو نہیں پہنچ سکتے۔ تم سمجھتے ہو کہ تم مکمل ہو گئے ہو۔ اور دوسرے بھی تمہیں کامل خیال کرتے ہیں اور حقیقتاً تمہاری کمالیت میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں۔ لیکن یاد رکھو حق تعالیٰ کی کوئی انتہا نہیں۔

کمال کے بعد کمال ہے۔ جس کو انتہا خیال کیا جاتا ہے۔ وہ بے انتہا ہے۔ اس منزل کا کوئی آخیر نہیں۔ اور نہ کوئی اس کی انتہا وغایت ہے۔

"فمن استوی یوماہ فھو مغبون" (جس کے دونوں دن برابر ہوں وہ دراصل نقصان میں ہے)

خدا کے لئے ایک بار آؤ۔ اور اپنا دیدار دکھاؤ۔ قاضی عبدا... اس فقیر کمال کی طرف سے دعا پہنچا دیں۔ اور قاضی خیر الدین کو...

فرزند عبدالرحمٰن کو بھی سلام دعا پہنچا دیں۔

والدّعا

مکتوبِ چہارم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد دعائے ترقیٔ درجات ومرادات، برآمدنِ حاجات وکفایت مہمات، فرزندِ عزیز، قرۃ العیون، راحت الروح، ثمرہ فواد، عارفِ ربانی، واصلِ سبحانی، مشتاقِ صمدانی، فرزندِ من ابوالمکارم المعروف شاہ موسیٰ سلام و دعا، مدحت وثناء کے ساتھ اپنے مشتاقِ لقا اللہ کمال نام ساکن خطۂ کیتھل کی طرف سے مطالعہ کریں۔

خدائے تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہاں ہر طرح خیریت ہے کسی قسم کی خرابی اور کوئی خلل نہیں ہے۔ معاملات درست ہیں۔ اس پر ہمیشہ اللہ پاک کا شکر ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ فقیر ماہِ شوال کی بارہ تاریخ کو دہلی کی سیر اور سفر سے بخیریت گھر آگیا ہے۔ میری خواہش تھی کہ اسی وقت کسی آدمی کو تمہارے

پاس نہ بھیجوں۔ لیکن کوئی آدمی مہیا نہ ہو سکا۔ تمہارا یہ وعدہ تھا کہ
وقت حضرت والد صاحب سفر سے واپس آئیں گے۔ میں حاضر خد
ہو جاؤں گا۔ خاص طور سے آدمی بھیجا جاتا ہے۔ براہِ کرم اس آدمی
ساتھ اس علاقہ کی طرف توجہ فرمائیں۔ کہ یہاں آنے والوں پر یہ آپ
بڑی عنایت ہوگی۔ امید ہے کہ خلافِ وعدہ نہ کریں گے۔ جتنے د
تمہاری طبیعت چاہے رہو۔ اور جب چاہو روانہ ہو جاؤ۔ اس
میں تم خود مختار ہو۔ میں کسی طرح بھی پابند نہ کروں گا۔

دوسرے گھوڑی اور مبلغات تیار تھے۔ فقط اس وجہ سے نہ
کئے گئے کہ شاید آپ قبلہ چلے گئے ہوں۔ جب آپ یہاں آئیں
رقم ادا کر دی جائے گی۔ یقین جانیئے کہ اس میں کوئی شک نہیں

تمہارے بھائی بہن اور والدہ بہت بہت دعا سلام پہنچاتے ہیں
قبول کریں۔

تمہاری ملاقات کا شوق بے انتہا ہے۔ امید ہے کہ چند دنوں
تمہارا دیدار میسر آئے گا۔ بعنۃ وکرمہٖ۔

برخوردار! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ داؤد کو خاص طور سے
بھیجا جاتا ہے۔ چنانچہ ضرور آئیں اور ہرگز توقف نہ فرمائیں۔

والدعا

مکتوب پنجم

بنام ملک العلماء شیخ عبد الاحد سرہندی الکابلی

بعد سلام و دعا، مدحت و ثناء۔ دائم در طلب رضائے مولا۔ شیخ عبد الاحد۔ فقیر حقیر احقر الانام کمال نام مقیم خطہ کیتھل کی طرف سے مطالعہ فرمادیں۔

ہماری طرف ہر طرح خیریت ہے۔ اس محب کی سلامتی تمام عزیزوں اور متعلقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواہاں ہوں۔

دوسرے ضمیر روشن پر واضح ہو کہ یہ فقیر بروز چہار شنبہ تاریخ پندرہ ربیع الثانی صحت و سلامتی کے ساتھ سیر و سفر سے فارغ ہو کر کیتھل پہنچ گیا ہے۔ اور آپ جیسے محب کو ان دونوں آنکھوں سے سفر اور قیام کی ہر جگہ دیکھتا تھا۔ آپ کے پسندیدہ خط آگرہ میں ملا۔ جو کچھ مضمون تھا۔ اس کو سمجھا اور بہت محظوظ ہوا۔ اس پر اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔

ضمیر روشن پر واضح ہو کہ اے عزیز من ! دریائے عشق میں غوطہ زنی ہے۔ اگر موج نے راحت کے ساحل پر ڈال دیا تو سبحان اللہ!

یہی سب سے بڑی سرفرازی ہے۔
(فقد فاز فوزاً عظیما) اور اگر نہنگِ قعرِ دریا کی گہرائیوں
کھینچ لے گیا تو (وقع اجرہ علی اللہ) تجھ پر کوئی اعتراض کر سکتا
کر سکتے۔
اگر ساحل پر بیٹھے بیٹھے وقت گذار دیا تو مردہ مچھلی کا مستحق
اور اگر غواص کی طرح سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ لگایا تو درِ آبدار
کا حق دار ہے ؎

یا تاجِ وصالِ یار بر سر بنہم
یا در سر جستجوئے او سر بدہم

؎ یا تپش فراقش از دلم بر دارم
یا بیشِ فراقش بلحد بسپارند

ع به دریا در منافع بے شمار است
؎ زمے سر کہ تواں کردن ولیکن
زمے سر کہ طمع داری نمانند

بہت سے جرائم کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ وہ محبت
کا باعث بن جاتے ہیں۔ چونکہ جرم بندہ کی فطرت ہے اور
حق تعالیٰ کی صفت اور طالبانِ درگاہ اور عاشقانِ بارگاہِ محبت

جرائم کی نوعیت بھی جدا ہے۔ جو شخص ہر وقت عیال و اطفال میں گرفتار
رہا ہے۔ اس سے گفتگوئے توحید بیکار ہے۔ مردانِ خدا کا کمال یہ ہے کہ
جب وہ عرفانِ وصال سے بہرہ ور ہو کر مرتبہ بلند پر پہنچے تو توحید میں گم
ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ پھر جب حق تعالیٰ
کا ارشاد ہوتا ہے تو بندگانِ خدا کی ہدایت کے لئے ہوش میں آجاتے
ہیں۔ چنانچہ تو بھی دیگر مخلوق کا چلن اختیار کر۔ ظاہر میں دنیا والوں
کے ساتھ باطن میں حق تعالیٰ کے ساتھ مصروف۔ جیسے کہ ارشادِ رسولِ
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کاحد من الناس۔

عزیز من! جب ایک شخص نے اپنے آپ کو دریائے توحید
میں غرق کر دیا۔ تو پھر اس میں بشریت کہاں رہی۔ نہ یہ رہا نہ وہ رہا
هو الاول هو الآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء محيط
پس جو شخص جلال و جمال میں محو ہے۔ وہی فائز المرام اور درجات
بلند کا حق دار ہے۔ جو شخص اپنے آپ سے گذر گیا۔ فقط خدا رہ
گیا۔ بشریت اور غیر خدا کا قدم درمیان میں سے جاتا رہا۔ جب
فقط ذاتِ خداوندی رہ گئی تو زوال کہاں۔ بقا ہی بقا ہے۔ فنا اس
کے لئے مقدر ہے جو حق تعالیٰ سے دوری اور مہجوری رکھتا ہے۔
اور قانون یہی ہے کہ مہجور ہمیشہ دور رہتے ہیں۔ اور جو لوگ جلال

وجمال کے مفہوم سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی آخر کار حضو
سے محروم رہتے ہیں۔ جلال و جمال میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔
بدلتے رہتے ہیں۔ جلال و جمال کی اس جگہ گنجائش نہیں ے

شاد است بوالحسن کہ عشق را کمال شد
چوں بعدِ ہر کمال زوال است پے بہ پلے

شاعر بوالحسن نے خوب کہا ہے۔ حسن و کمال کو مجازی محبو
ہیں اور اس کے درمیان حق کو تلاش نہیں کرتے۔ البتہ قید میں
آزاد کو تلاش کرنا مشکل ہے۔ مرشدِ کامل کے بغیر اس مقام پ
کو بھی زوال سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک باریک نقطہ
جیسا کہ شمس تبریزؒ فرماتے ہیں :-

چہ ناداں بود آں مجنوں کہ عاشق گشت بر لیلیٰ
چو لیلیٰ رفت از دستش پریشاں ہمچناں باقی

ترجمہ (وہ مجنوں کیسا مجنوں تھا کہ لیلیٰ پہ ہوا عاشق
جو لیلیٰ اس کے ہاتھوں سے گئی تو پھر پریشاں تھا)

ے

عجب من شمس تبریزی کہ عاشق گشتہ ام بر خود
چو خود خود را نظر کردم ندیدم جز خدا در خود

جیسا کہ شیخ عماد کرمانی فرماتے ہیں :۔

شعر
صاحب نظراں عشق نیاز ند بازی
کز اہل حقیقت نہ کنند عشق مجازی

شیخ فرید الدین عطارؒ :۔

شعر
مردِ معنی باش در صورت مپیچ
اصل معنی ہست صورت ہیچ ہیچ

اس صورت میں صورت و معنی جلال و جمال نفی اور زوال میں ہیں کمال کے بعد متواتر زوال ہے ۔ اس جگہ دین و دنیا کے کمال کو زوال سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ جو لوگ ناپائیدار، غدار اور دورخی دنیا سے محبت والفت پیدا کرتے ہیں ۔ اور کبھی دینی ممالکت اور دنیوی ملکیت پر مغرور و مسرور ہوتے ہیں ۔ اور اپنے آپ کو حضوری میں محسوس کرتے ہیں ۔ تو ان کا ان اشیاء میں مقید ہو جانا ان کے زوال کا باعث بن جاتا ہے ۔ جو شخص کہ توحید کے حرف خالص سے بہرہ ور ہے ۔ وہ زوال سے محفوظ ہے ۔ کمال وہ ہے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات کا کمال ہے ۔ یہ کمال توحید کے حرف سے مالا مال ہے ۔ یہاں کمال در کمال ہے جس کو نہ تغیر ہے نہ زوال ہے ۔ نہ جلال و جمال کی طاقت ہے ۔ وہ ہمیشہ کے لئے زوال میں ہے اس کو توحید کے دعوے کی جرأت نہیں ہے

اور توحیدِ حق میں ہمیشہ وہ ناکامیاب اور متغیر ہوتا رہتا ہے - اس لئے وہ وبال میں ہے اور اس کا دعویٰ کمزور ہے - لہٰذا اس سے گفتگو اور مباحثہ بیکار ہے - اس کو چھوڑ دے کہ وہ وہم میں پڑا ہوا ہے اور وصال سے محروم ہے -

عزیزِ من! مثالوں سے دست بردار ہو جانا چاہیئے - اگر تمثیل کو بقا ہوتی تو حضرت رسالت مآب کیوں ترقی کی طلب کر کے وحدت کے میدان میں زبانی گھوڑے نہ دوڑاتے - اور آخر الامر اپنے آپ کو اس حدیث سے نوازتے - مقبول اللّٰھم رفیق الاعلیٰ حقیقی مثل کو بقا نہیں تو مجازی کو کیسے ہو سکتی ہے -

مکتوب ششم

بجانب :- شیخ اللہ داد

در بیان :۔ " الانسان سری وانا سرہٗ ۔ الانسان بنیان الرب والانسان سری وصفتی "

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیک ۔ اے دوست برگزیدۂ کونین شیخ اللہ داد بن شیخ بہاؤ الدین و شیخ المشائخ شیخ عبد الاحد سرہندی، فقیر حقیر اسیر نفس شریر احقر الانام کمال نام سے مطالعہ فرمادیں۔ کہ آپ نے الانسان بنیان الرب کے بارہ میں دریافت فرمایا ہے کہ یہ حدیث عوام وخواص دونوں کے بارہ میں ہے۔ یا اس سے فقط خواص مراد ہیں۔

اے میرے عزیز! سنو! یہ حدیث خواص کے حق میں ہے۔ عوام سے متعلق نہیں ہے۔ جو حیوان انسان کی صورت میں ہیں۔ ان کو انسان نہیں بلکہ حیوان ناطق کہا جاتا ہے۔ لہٰذا حیوانِ ناطق کو انسان کہنا نازیبا ہے۔ انسان وہ ہے۔ جس میں جان نہ ہو نہ کہ حیوانی

صفات سے

جاں بشو اے دل کہ بجاناں رسی
کفر نماند چوں بہ ایماں رسی

انسان اس کو کہتے ہیں جو باری تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو۔ اور حق جل و جلالہٗ کے عاشق صادق ہو۔ جو زیر و زبر سے محفوظ اور بلند کا مشتاق ہو۔ سے

اے عاشقاں اے عاشقاں من عاشق یکتائیم
اینجا منم آنجا منم بسیار مانوس آدمم

انسان کہلانے کا مستحق وہ ہے کہ جو اپنے آپ سے آزاد اور حال سے محفوظ ہو۔ حق سے ملا ہوا ہو۔ وصل و فراق سے بے پروا ہو اور جس نے "موتو قبل ان تموتو" کا مزہ چکھا ہو۔ اس کے دل میں عشق کی آگ بھڑکتی ہو۔ حق کے سوا جو شے ہو جل گئی ہو۔ عدم لہٗ وجود لہٗ" (زندگی اور موت دونوں اس کے لئے ہوں) اور ہر طرف اور ہر سمت فاینما تولوا فثم وجہ اللہ" خیال کرے۔ انسان اسے کہتے ہیں نہ کہ وہ جو کوتاہ بین ہو۔ اور یہ "سرّی و صفتی" کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ آج کل کم نگاہ اور کوتاہ بین آدمی ہر ناقص اور فاسق کو انسان کہتے اور انسان سمجھتے ہیں۔ خدا محفوظ رکھے

سری وصفتی " ہرگز ان کا نشان نہیں ہے۔ جو لوگ کہ ظاہری احکامِ شریعت سے بے خبر ہیں تو باطن کی صفائی کو وہ کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ جو بہت ہی مشکل ہے۔ ہر کس و ناکس کو " سری وصفتی کا مصداق کہتے ہیں۔ اور انسان سمجھتے ہیں۔ نہ حق کو پہنچے، نہ مشاہدہ حق کیا۔ اور نہ استغراق کا مزہ چکھا۔ ہر بے بصیر مقلدِ تقلید کی باتیں بناتا اور ہر ناتراشیدہ آدمی انسان کہلاتا ہے۔ اگرچہ ربانی راز اور سبحانی انوار اس پر نہ چمکے ہوں اور نہ ہی اس نے اپنے آپ کو پہچانا ہو۔ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا جو کہ اس صفت سے موصوف نہیں۔ اس کو انسان کہنا ضروری نہیں۔

اگر نماز کی ہزار رکعتیں ادا کرتا ہے اور زہد و عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اگر اس میں وہ صفت نہیں جو بیان کی گئی ہے۔ تو یہ سب کچھ قطعی بیکار ہے۔ اور ذوق و شوق کی آگ کے سوا مطلقاً کچھ حاصل نہیں ہے۔

ایک دن حضرت علی مرتضیٰ رض کسی جگہ کافروں سے جنگ آزما ہوئے اور ان کے دستِ مبارک سے سینکڑوں آدمی مارے گئے۔ صبح کے وقت وضو فرما رہے تھے۔ اور حضرت سلمان پارسی خدمت میں حاضر تھے۔ امیر المومنین رض سے سوال کیا۔ کہ " آپ مشتاقِ ربانی، مقربِ سبحانی اور واصل

حق ہیں۔ آپ کے ہاتھوں سے انسانوں کی اس کثیر تعداد کا مارا جانا
تعجب خیز ہے"۔
آپؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے سلمانؓ
کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ ان مقتولوں کے پاس جاؤ"۔
وہاں جا کر وہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ سب کے سب حیوانوں کی صورت
میں پڑے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی انسان کی صورت پر نہیں کسی
کی صورت گیدڑ کی اور کسی کی لومڑی کی۔ اور اسی طرح قسم قسم کے حیوانوں
میں ان کی صورتیں تبدیل ہو گئی ہیں۔
فرمانے لگے کہ "اے سلمانؓ! عیاذ باللہ۔ میں ہرگز انسان کو
قتل نہیں کر سکتا"۔
ایک دن یہ فقیر بزرگوں میں سے ایک بڑے بزرگ کی صحبت
میں حاضر ہوا۔ ایک سو کے قریب درویشوں کو دیکھا۔ کہ ہر روز
لاکھ کے قریب مٹی کی گڑیاں بناتے ہیں۔ یہ فقیر پریشان ہوا۔ کہ
کیا ستم ہے۔ کہ اتنے آدمیوں کو تکلیف دی جاتی ہے۔
ان بزرگ نے باطن کی صفائی اور کشف کے زور سے میرے
خیال کو جان لیا اور فی البدیہہ اس شعر پر جواب کو ختم کیا۔

این کہ تو بینی نہ ہمہ مردم اند بیشتر آں گاؤ خرے بے دم

(یہ جو تم دیکھ رہے ہو سب کے سب انسان نہیں ہیں۔ بلکہ زیادہ تر بغیر دم کے گاؤ خر ہیں)

اس دور میں درویش اور سالک پیدا ہوتے ہیں جو اپنے آپ میں مارنے اور پیدا کرنے کی طاقت بیان کرتے اور در بدر مارے مارے پھرتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ شرف الدین منیریؒ کہتے ہیں کہ "ایک زمانہ آئے گا۔ کہ لوگ مرید بنائیں گے۔ تاکہ اُن سے سیم و زر ہاتھ لگے۔ بلکہ بعض بزرگوں نے کہا ہے۔ کہ جو شخص اس نیت سے مرید بنائیں گے۔ کہ دنیا کا جاہ و جلال میسر آئے۔ تو یہ رتبہ غیر مجذوبیت کا ہے۔

خواجہ اجمیریؒ فرماتے ہیں۔ کہ سالک مجذوب کے سوا کہ اس کے دل پر جذبہ ربانی نہ طاری ہوا ہو۔ اور اس نے خدائی رازوں کو نہ پہچانا ہو۔ تو اس کے لئے مرید کرنا حرام ہے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام ایک روز اپنی عبادت گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی ایک سور کے گلے میں رسی ڈالے ہوئے ان کے سامنے آیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ اس سور کو کہاں سے لایا؟

کہنے لگا "اے نبی اللہ! یہ آپ کا خادم ہے۔ آپ کے پاس سے رخصت ہو کر ہمارے پاس چلا گیا تھا۔ اور اس نے آپ سے

ہر قسم کا علم حاصل کیا تھا۔ اور اس علم سے ہمیں نصیحت کیا کرتا تھا۔ ایک روز یہ مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور وعظ کرتا تھا۔ کہ اچانک سور کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔

موسیٰ علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی اور کہا۔ کہ یہ شخص کس وجہ سے سور کے قالب میں تبدیل ہو گیا۔

فرمان آیا کہ آدم علیہ السّلام کا دوگانہ جو انہوں نے توبہ کے لئے ادا کیا تھا۔ تو بھی ادا کر۔ اگرچہ یہ شخص آدمی کی صورت تو تبدیل نہیں کر سکے گا۔ البتہ اس کی صورت کے مسخ ہونے کا سبب معلوم ہو جائیگا

پھر موسیٰ علیہ السّلام نے دوگانہ ادا کیا تو فرمان ہوا۔ کہ طالب الدنیا مالہ الدین (طالبِ دنیا، دین سے محروم ہے)

حضرت قطب العالم شیخ نور پر نور فرماتے ہیں۔ کہ انسان وہ ہے کہ جس کا نفس روح کی صورت اختیار کر لے اور روح دل کی صفت حاصل کرے اور دل سر کی صفت اور سر میں صفات حق تعالیٰ پیدا ہوں یہ نکتہ ذرا دقیق ہے۔ ہر کوئی اس کے معانی نہیں سمجھ سکتا۔

ایک سوال تھا۔ کہ سالک کی منازل کیا ہیں؟

سنو اے عزیز من! سالک کے لئے تجلی کے تین درجے ہیں اوّل صوری، دوئم معنوی، سوم ورائے صوری و معنوی۔

دل سیرِ صوری :- کہ یہ بھی ایک طرح کا مشاہدۂ حق ہے کہ سالک
اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔
سیر معنوی :- یہ ہے کہ سالک خود تو بیٹھا رہے۔ اور اس کی روح
اپنے وطن میں سفر کرے۔ اور پھر اپنی جگہ پر واپس آجائے۔
اے عزیز من! یہ روح القدس کا مقام ہے۔ اگر روح صفائی حاصل
کرلے تو پھر وہ اپنے مقام پر جا کر واپس آجاتی ہے۔ لیکن یہ مقام مکانی
ہے۔ روح کے لئے ایک مقام مقرر ہے۔ اور روح اپنے مقام کی
سیر کرتی ہے۔ البتہ ورائے مکان روح کے لئے جانے کی گنجائش
نہیں۔ ماورائے مکانِ سبحانیت ہے۔ عالمِ مکانی نہیں۔ اس مقام
میں بھی پریشانی و سرگردانی ہے۔
یہ بات اس مثال سے واضح ہوگی کہ جب شیخ بایزید بسطامیؒ
اپنی روح کو مقامِ قدس میں لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو فرمان
ہوا کہ "اے بایزید تو ہماری درگاہ میں کیا تحفہ لایا ہے؟"
کہنے لگے" باری تعالیٰ! میں اپنے وجود کی نفی کر کے تیری درگاہ
میں آیا ہوں"
دوبارہ ارشاد ہوا۔ کہ "وجودِ انسانی پروردگار کی حکمت ہے تو
نے اپنے پروردگار کی حکمت کو کیوں نفی کیا؟"

جواب دیا کہ "تیری صفات کا ادراک کرنے کے لئے میں نے اپنے وجود کی نفی کی تھی۔"

پھر فرمان ہوا۔

"اوکرحی لیلۃ ولیس فنحر فیخاف
الکز نیسبۃ اللبن فنحر فیخاف"

بایزید کو پھر حکم ہوا کہ خوف نہ کر اور غم نہ کھا کہ یہ وسوسہ بھی میری طرف سے تھا۔ جو خیال کہ تیرے دل میں آیا۔ وہ ہماری درگاہ سے جدا نہ تھا۔ ہم نے تجھ کو سلطان العارفین بنایا ہے۔ لیکن اس مقام میں کمالیت نہیں تھی کہ اس میں ہمیشگی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد محو دائمی کا مرتبہ ہے۔ فنا یا البقاء کے بعد شہود دائمی کا درجہ ہے۔ یہاں جو تجلی نظر آتی ہے وہ ورائے صوری و معنوی ہے ایک مقام اس سے بھی بلند تر ہے۔ جس کا بیان کسی اور خلوت پر منحصر ہے۔ جب رسالتمآبؐ نے معراج میں "قاب قوسین او ادنیٰ" کا درجہ حاصل کیا۔ جس وقت اس مقام پر پہنچے۔ تو وہاں اپنی امت کے فقراء کو دیکھا۔ ان کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ اور اصحاب نے آنحضرتؐ کی دست بوسی کی۔

چنانچہ صدیق اکبرؓ نے دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ۔ کیا آپ

معراج میں حق تعالیٰ کا دیدار کیا تھا"

فرمانے لگے کہ "ہاں"

پس اس درجہ اور اس مقام میں حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب الٰہی حاصل کیا۔ اور محرم اسرار ربانی ہوئے۔ اس کے بعد واپس ہوئے۔ اور اس عالم میں تشریف لائے اور جو کچھ درگاہ رب العزت سے سنا تھا۔ اور جس پر مامور من اللہ تھے۔ دنیا کو اس کے کرنے کا حکم دیا۔

یہ مرتبہ ورائے صوری و معنوی ہے۔ کہ انسان کو حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا۔ کہ اس اسرار گاہ کا محرم کوئی نہیں ہے۔ نہ حضورؐ نے اپنے اصحاب سے اور نہ دنیا سے اس راز کا ایک شمہ بھی بیان کیا۔ جو حضورؐ نے دیکھا وہ کسی کو نظر نہ آیا۔ اور جو کچھ سنا۔ وہ کسی نے سنا پس یہ قرب جو آنحضرتؐ نے حاصل کیا۔ بے جہت و بے مکان تھا یہاں نہ کون و مکان ہے نہ این و آں ہے۔

ایک مدت کے بعد صحابہ میں سے کسی نے دریافت کیا "ھل رأیت ربک یا رسول اللہ" تو آپؐ نے اپنی حضوری کی خبر نہ دی اور یہ قصہ درمیان میں نہ لائے۔

اے عزیز من! آپ نے روح کے سیر و سفر کے متعلق دریافت

کیا تھا۔ یہ مرتبہ کہ جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔ حضور رسالت پناہ ﷺ نے پایا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بلند تر گئے ہیں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس کار راز نہاں کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ مشائخ اس احوال سے قطعی بےخبر ہیں۔ اس مقام پر وہ فقط "ھل من مزید" کی صدا لگاتے اور خم خانۂ توحید سے پیالے نوش کرتے۔ اور قطعاً خاموش رہتے ہیں۔

گر قبولم کنی از لطف و کرم یک نفسے
ہمہ اقبالِ جہاں را بجوے نستانم

شراب محبت بے لب و بے کام اور بے دست و بے پیالہ پیتے ہیں۔ اور جس کسی کی روح اپنے وطن کی سیر کرتی ہے۔ اس سے زیادہ بلند اور بلند تر مقامات ہیں۔ یہ راز ہر مجلس میں بیان کرنا مناسب نہیں۔ کاغذ پر لکھنا میسر نہ آسکا۔ نبی الکریم کے طفیل عاقبت اور خاتمہ بخیر ہو۔

مکتوبات ختم ہوئے

اب وہ قصیدے جو حضرت کبیر مالک العشاقؒ کی شان میں کلیئر شریف کی محفلوں میں عام طور پر پڑھے جایا کرتے تھے۔ نقل کیئے جاتے ہیں:۔

قصیدہ

★ ———— مائل کرنالی

یہ صحیح کہ عشق کی بیخودی میں قرار ہوش محال ہے
اسے فدائے ذوق سنبھل کے آکہ یہ بزم شاہ کمالؒ ہے
تیری بارگہ میں شہِ جہاں، وہ تجلیوں کا ہے دبدبہ
نہ کسی کو تاب جواب ہے نہ کسی کو جرأتِ سوال ہے
تیرے آستاں کی بلندیوں میں بلا کی ہیں ہمہ گیریاں
یہ سکندری و مجددی بھی تیری نظر کا جمال ہے
یہی تجھ سے میری ہے التجا نظرِ کرم ہو ادھر ذرا
مجھے ناز تجھ پہ ہے ہر طرح کہ تو غوث پاکؒ کا لال ہے
درِ آں حضور پہ کس طرح ہو رسائی مائلِ بینوا
نہ تجھے بیان کا شعور ہے، نہ فغانِ غم کی مجال ہے

قصیدہ

صابر کرنالی

★

شانِ جلال ہاشمی، قوت و زورِ حیدری
شاہِ کمالِ قادری، شاہِ کمالِ کیتھلی

جس کی ضیاء سکندری جس کی ادا مجددی
شاہِ کمالِ قادری، شاہِ کمالِ کیتھلی

تابشِ حسنِ ظاہری جلوۂ نورِ باطنی!
شاہِ کمالِ قادری، شاہِ کمالِ کیتھلی

جس سے شکست کھا گئی، ہند میں رسمِ آذری
شاہِ کمالِ قادری، شاہِ کمالِ کیتھلی

کون ہے شانِ زندگی، کون ہے خضرِ رہبری
شاہِ کمالِ قادری، شاہِ کمالِ کیتھلی

کون ہے واقفِ جلی، کون ہے محرمِ خفی؟
شاہِ کمالِ قادری، شاہِ کمالِ کیتھلی

کون ہے جس سے غوث کی بزم میں روشنی ہوئی
شاہِ کمالِ قادری، شاہِ کمالِ کیتھلی

اب نہ وہ بیخودی مری، اب نہ وہ شاعری مری
شاہِ کمال قادریؒ، شاہِ کمال کیتھلیؒ

مائلِ بے قرار کی، کون کرے گا دلدہی
شاہِ کمالِ قادریؒ، شاہ کمالِ کیتھلیؒ

قصیدہ

فرمان

نورِ چشمِ مرتضےٰ ہیں شاہ کمالِ قادریؒ
جانِ محبوبِ خدا ہیں، شاہ کمال قادریؒ
ان کی والا ذات پر روشن ہے رازِ کن فکاں
جوہرِ گنجِ خفی ہیں، شاہ کمال قادریؒ
گوہرِ دُرجِ نبیؐ و اخترِ بُرجِ علیؓ
وارثِ غوث الوریٰؒ ہیں شاہ کمال قادریؒ
قلزمِ اسرارِ وحدت میں ہوئے ہیں غوطہ زن
مظہرِ شانِ انا ہے شاہ کمال قادریؒ

آپ کے گوہر کو دی کیا غوثِ اعظمؒ نے جلا
محوِ حیرت اولیا ہیں شاہ کمالِ قادریؒ

اولیا میں کم نظر آتے ہیں ایسی شان کے
انتخابِ اصفیا ہیں شاہ کمالِ قادریؒ

گر بصیرت ہو تو دیکھے حسن کے بازار میں
ایک جنسِ بے بہا ہیں شاہ کمالِ قادریؒ

لٹ رہے ہیں جام کیتھل میں مئے بغداد کے
نازِ مستوں کے بجا ہیں شاہ کمالِ قادریؒ

کچھ نہیں پرواہ اسے جو آپ کے دامن لگا
دوسرا میں رہنما ہیں شاہ کمالِ قادریؒ

ہو عطا فرمانؔ گدائے در کو بھی قطرہ کوئی
آپ تو بحرِ سخا ہیں شاہ کمالِ قادریؒ

— فرمانؔ تخلص حضرت قبلہؒ

قصیدہ

صوفی

مصحفِ ناطق ہے روئے شاہ کمالِ قادریؒ
معنیٔ قرآں ہے خوئے شاہ کمالِ قادریؒ

سورۂ والشمس تشریحِ رخِ زیبائے آں
سورۂ واللیل موئے شاہ کمالِ قادریؒ

گلشنِ عالم کے ہوتے گل شگفتہ کس طرح
یہ تو ہے اعجاز بوئے شاہ کمالِ قادریؒ

پڑھ رہی ہیں بلبلیں بھی قُل ھُوَ اللّٰہُ احد
دیکھ کر شانِ غلوئے شاہ کمالِ قادریؒ

میں بناؤں، طوطیائے چشم قسمت ہے اگر
ہاتھ آئے خاکِ کوئے شاہ کمالِ قادریؒ

وجد میں آجائیں سن کر عندلیبانِ چمن
لحنِ داؤدی گلوئے شاہ کمالِ قادریؒ

شہر کیتھل بن گیا ہے منبعِ توحید و علم
پھیلی عظمت کو بکوئے شاہ کمالِ قادریؒ

کفر و ظلمت دور ہو کر ابرِ رحمت کی گھٹا

چھا رہی ہے چار سوئے شاہ کمالِ قادری

بھول جائے باغ جنت کی فضا رضواں اگر

دیکھ لے اک بار کوئے شاہ کمالِ قادری

توشۂ عقبیٰ تو کافی ہے چلے دنیا سے ہم

دل میں عشق و آرزوئے شاہ کمالِ قادری

عاشقانِ خلد جائیں سیرِ جنت کے لیے

جاتے ہیں صوفی تو سوئے شاہ کمالِ قادری

قصیدہ

★ ——— حیرت

تو آں شمعِ شبستانی کمال الدین جیلانی

کہ بزم است از تو نورانی، کمال الدین جیلانی

رموزِ معرفت دانی کمال الدین جیلانی

کہ شاہ ملکِ عرفانی، کمال الدین جیلانی

کشیدت از وطن تبلیغ دین مصطفیٰ اینجا
تو آں محبوب ربانی، کمال الدین جیلانی
مجدد فیض یابد از نبیرہ ات تعال اللہ
خوشا دورِ الف ثانی، کمال الدین جیلانی
نمودند از تو حاصل فیضِ عرفانی زعدین تو
کمال عزتے انسانی، کمال الدین جیلانی
گدایت میشود شاہ ولایت از عطایئے تو
کند مورے سلیمانی، کمال الدین جیلانی
بضاعت نیست در دستم چہ آرم بہر نذرِ تو
گدائم من تو سلطانی کمال الدین جیلانی
خوشا آنکس کہ در دربار تو چوں طالباں آید
کہ یابد فیضِ روحانی کمال الدین جیلانی
اگر مشکل شود پیدا بسوئے تو رجوع آرید
کہ حل گردد بہ آسانی کمال الدین جیلانی
چہ خوش وقتے کہ در ذکرِ تو مشتاقاں غزل خوانند
چہ خوب است ایں غزلخوانی کمال الدین جیلانی
ہمی نازند خدامت کہ آں مسند نشیں داری

کہ دارد خلق لاثانی، کمال الدین جیلانی

زہے بخت رسائی او کہ حیرت بر مزار آمد

برائے فاتحہ خوانی، کمال الدین جیلانی

قصیدہ

★ ———— وزیر

دو عالم میں بڑا رتبہ کمال الدین قادر کا

کمالِ عشق ہے درجہ کمال الدین

زیارت روضہ کی کرتی ہے دل میں روشنی پیدا

تجلی گاہ ہے روضہ کمال الدین

فرشتے جھاڑتے ہیں گردِ مرقد اپنی پلکوں سے

عجب عزت عجب رتبہ کمال الدین

پئے تبلیغ وہ بغداد سے ہندوستان آیا!

ہوا ہر مدعا پورا کمال الدین

ہوئی سب کھیتیاں سیراب کیتھل کے علاقے کی
جب آیا جوش میں دریا کمال الدین قادر کا

یہ ہے وہ رشتے میں جناب غوث اعظمؒ کا
بہ ہے کس پائے کا رشتہ کمال الدین قادر کا

مجدد الف ثانی مجددؒ ہیں خلیفہ شاہ سکندرؒ کے
سکندر شاہ ہے پوتا کمال الدین قادر کا

کبھی گر یاد یوں پیہم نظر آ جائے گا اک دن
تصور میں رخ زیبا کمال الدین قادر کا

وزیر المنت ہے مجھ کو خاندانِ قادریہ سے
کہ ہوں اک خادمِ ادنیٰ کمال الدین قادر کا

قصیدہ

مسعودؔ

علیا میں اللہ تمامی افضل و برتر ہوئے
جنابِ غوثؒ کے ولیوں کی گردن پر ہوئے

شاہ کمال الدین ترے ہی فیض کے مظہر ہوئے
دور میں اپنے وہ ثانی غوث پاک اظہر ہوئے

اللہ اللہ زورِ بازو دیکھ کر گردیاں
وقت پرسش مرقدِ پرنور میں مضطر ہوئے

انتہائے فیض ہیں شانِ مجدد دیکھئے
ذرۂ ناچیز سے تابندہ تر گوہر ہوئے

غلبۂ فیضِ کمالی شیخ سرہندیؒ سے پوچھ
آسمانِ اوج پر پائندہ تر اختر ہوئے

یہ تو اے مسعود، غوث پاک ہی کا فیض ہے
جو سبق تھے آرزو کے مجھ کو وہ ازبر ہوئے

رقص کرتی ہے جہاں گلزارِ جنت کی بہار
ہے روس الاولیا شاہِ سکندر کا مزار
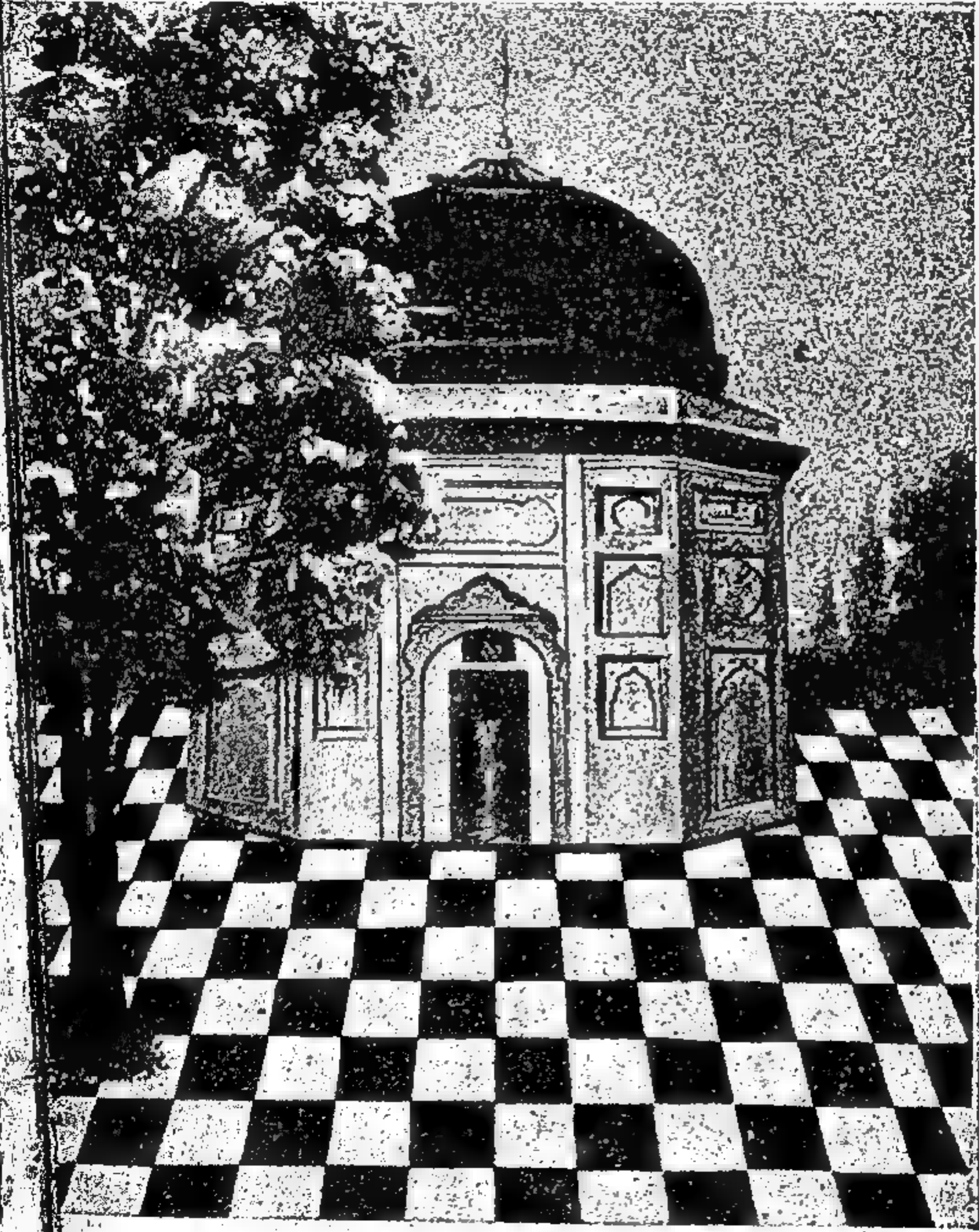
دربار عالیہ حضرت شاہ سکندر روس الاولیا محبوب الٰہی رحمتہ الله علیہ
(کیتھل شریف)

ذکرِ خیر

رئیس الاولیا حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی

حضرت شاہ سکندر رئیس الاولیا محبوب الٰہی کا شمار
مشاہیر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے جو آسمانِ معرفت پہ مہر و ماہ
کی طرح چمکے۔ جن کے ابرِ کرم سے ہندوستان کا گوشہ گوشہ فیضیاب
اور اطراف و اکناف آپ کی توجہ قلبی اور نگاہِ کمال سے
لہلہا اُٹھے۔ آپ کے دربارِ عالی میں مشائخ دہر ہزار عقیدت و
ارادت سے سر نیاز خم کرتے تھے اور کسب فیض سے روحانی
مراتب حاصل کرتے تھے۔ جو سائل یا طالب خالص نیت سے آپ
کی بارگاہ میں آگیا وہ قلبی کیفیتوں کی دولت سے مالا مال ہو گیا ۔
ایک دریائے فیض تھا جو بہہ رہا تھا۔ ایک کرم کا ابر تھا جو
شب روز اطمینان و سکون برسا رہا تھا اور ایک میخانۂ اسرار تھا۔

جو پیاسوں کو شب و روز پلا رہا تھا حضرت کبیر ملک العشاق شاہ کمال قادریؒ کی روحانی سلطنت کو بحیثیت جانشین آپ نے حسنِ کمال اور خوبیٔ انتظام سے سنبھالا اور کسی کو یہ محسوس نہ ہو سکا کہ کبیر ملک العشاقؒ اس دور میں نہیں ہیں۔ آپؒ اپنے وقت کے سلطان الاوتاد۔ سرتاج الاغواث، افسر ابدال اور سرآمد اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ اور آپؒ کے لطف و کرم سے بے شمار لوگ شیخ اور ولی کے اعلیٰ مقام تک پہنچ کر تصوف کی دنیا میں موجب افتخار آپؒ کا طریقہ صبر و شکر، تسلیم و رضا، عبادت و ریاضت اور یادِ الٰہی تھا، آپؒ اولیا کے سردار، مقبولِ بارگاہ خداوندی اور محبوب الٰہی کے مراتب پر فائز تھے۔

آپؒ حضرت کبیر ملک العشاقؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ عماد الدینؒ کے نورِ نظر ہیں۔ آپؒ نے بچپن ہی میں اپنے جدِ امجد صحبت میں رہ کر روحانی اور باطنی علوم کی تکمیل فرمائی۔

روایت ہے کہ ایک روز چند مشائخ اور خدام نے حضرت کبیر ملک العشاقؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہر سہ صاحبزادگان کے بارے میں تقدیر کا قلم تدبیر کے مخالف رہا ہے۔ یعنی بڑے صاحبزادے معتوب ہو کر حیدر آباد (دکن) چلے گئے ہیں۔ منجھلے صاحبزادے

...نو ولایتِ قبولہ عنایت فرمادی گئی۔ اور چھوٹے صاحب زادے حضرت شہ
...رحمۃ اللہ نو عمری ہی میں وصال فرما چکے ہیں۔ اب یہ عالی مقام صاحبِ سجادہ
...سے خالی نظر آتا ہے۔ آپ کے بعد کس سے رجوع کر کے استفادہ کیا کریں؟
فرمایا" گھبرانے کی بات نہیں۔ میرا جانشین عنقریب ہی منصۂ شہود
پر جلوہ گر ہونے والا ہے۔ جس کی تابانیوں سے ایک عالم منور ہوگا۔
اور جس کے خوان کرم سے مجدد جیسی عالی مرتبت ہستی ریزہ چینی کریگی"۔
اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ سکندرؒ کی ولادت باسعادت
...ل میں آئی۔ حضرت کبیر ملک العشاقؒ معہ مشائخ وادیامااللہ دیوان
...نے میں تشریف فرما تھے۔ کہ دایہ نے دیوان خانے میں آکر یہ مسرت
...یز مژدہ سنایا کہ صاحبزادے حضرت عمادالدینؒ کے مشکوئے دولت
...ں فرزند کی ولادت ہوئی ہے۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا۔ کہ بچے کو چادر
...ں لپیٹ کر ہمارے سامنے لے آؤ۔ دایہ نے بچے کو لپیٹ کر حضرت
...دسؒ کی گود میں لٹا دیا۔ حضرتِ اقدس نے مشائخ کبار اور اولیائے
...رام سے مخاطب ہو کر فرمایا" یہ میرا جانشین ہے"۔ اور پھر اپنی انگشت
مبارک بچے کے مبارک دہن میں ڈال دی، جس کے چوسنے کے بعد حضرت
...مقدس دِل نورِ معرفت سے معمور ہو گیا۔
حضرت شاہ سکندرؒ کی والدہ فرماتی ہیں کہ آدھی رات آپ کے تولد

کے وقت میں نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک گھر میں روشنی
میں اٹھی اور درگاہِ الٰہی میں التجا کی کہ الٰہی یہ کیا بھید ہے؟"
ندا آئی "کہ یہ تیرے فرزند کی پیدائش کا وقت ہے۔ یہ روشنی
اس کے دل کا نور ہے"!
جب آپ چار سال کے ہوئے تو ظاہری علوم کی تحصیل کے
آپ کو ایک متبحر عالم کے سپرد کیا گیا۔ مروی ہے کہ ایک روز آپؒ
معلم صاحب کسی ضروری کام کے لئے باہر گئے۔ طالب علموں نے
کو غنیمت جان کر کھیلنا شروع کر دیا۔ آپؒ بھی بوجہ خورد سالی کھیلنے
اتنے میں معلم صاحب واپس آگئے وہ دیکھتے ہیں کہ کچھ ملائکہ حضرت
سکندرؒ کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ معلم صاحب حیرت زدہ ہو گئے۔
انہوں نے اس وقت آپؒ کو یہ کہا۔ کہ صاحبزادے تم لہو و لعب
لئے پیدا نہیں ہوئے ہو۔ تمہیں تو کمالاتِ باطنی و روحانی کے
جد و جہد کرنا چاہیئے۔ آپؒ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر
معلم صاحب پھر کسی کام سے باہر گئے۔ تو ایک شیر ان پر حملہ
ہوا۔ انہوں نے آپؒ کا تصور کر کے گریہ وزاری کی۔ اس
شیر غائب ہو گیا۔
معلم صاحب اسی وقت حضرت کبیر ملک العشاقؒ کی خدمت

حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور یہ صاحبزادے صاحب رتبہ و کرامت ہیں
میں ان کی تعلیم پر مقرر کیا گیا ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھ سے ان کی شان
میں گستاخی یا بے ادبی نہ ہو جائے اور پھر میں تباہی اور بربادی کے چکر میں
پھنس جاؤنگا اگر صاحبزادے کی معلمی کسی اور اچھے معلم کے سپرد ہو جائے۔ تو
مناسب ہوگا۔"

حضرت اقدسؒ نے فرمایا" آپ کے پاس انہیں کسی حکمت کے تحت بھیجا
گیا ہے ورنہ ان کا معلم تو اللہ تعالیٰ ہے" پھر اسی روز حضرتِ اقدسؒ نے یہ
ظاہری درس و تدریس کا سلسلہ ختم فرمادیا۔ اس طرح حضرت شاہ سکندرؒ کو
ظاہری علوم کے حصول کے لئے کسی استاد کی شاگردی یا کسی درس گاہ کی
ضرورت پیش نہ آئی۔ اس میں بھی آپؒ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
سنت ادا فرمائی۔ اور جملہ علوم ظاہری و باطنی بفضلِ خدا آپؒ پر منکشف ہو گئے۔
ایک شب کا واقعہ ہے کہ غیب سے ندا آئی "شاہ سکندر قرآن کیوں
نہیں سیکھتا" آپؒ نے فرمایا "یا الٰہ العالمین! تو قادرِ مطلق ہے مجھے تعلیم فرما"
عرض کرنا تھا۔ کہ غیب سے ایک نورانی ہاتھ نمایاں ہوا۔ اور اس ہاتھ
نے آپؒ کے سینہ مبارک سے مس کیا۔ اور قرآنِ پاک کا علم آپؒ کے
سینے میں آگیا۔ اور اسی وقت علوم اسمیہ اور غیر اسمیہ آپؒ پر منکشف ہو گئے۔
روایت ہے کہ کم عمری میں ہی علمائے وقت کی ایک جماعت آپؒ کے

گرد رہتی تھی اور آپؒ کی دعاؤں سے ان کی دینی اور دنیاوی آرزوئیں پوری ہوتی رہتی تھیں۔

روایت ہے کہ ایک روز آپؒ حضرت کبیر ملک العشاقؒ کی خدمت آئے۔ اور ان کی کلاہِ مبارک اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ حضرت کبیر ملک العشاق نے فرمایا "فرزند! خیال تھا کہ تجھے کچھ دن دیکھ کر مسرور رہوں۔ لیکن تو نے معاملے میں بہت عجلت کی۔ اسلئے تجھے خرقۂ خلافت ابھی عطا کر دیا جاتا ہے مبارک اس کے کچھ عرصے بعد حضرت کبیر ملک العشاقؒ کا وصال ہو گیا اور پھر شاہ سکندر رئیس الاولیائؒ مسندِ ارشاد پر رونق افروز ہو گئے۔ اس طرح نیابت غوثیہ آپؒ کے حصے میں آئی۔ اور آپؒ نے اپنے فیضِ روحانی سے شرق سے غرب تک تمام عالم کو منور فرما دیا۔ آپؒ حضرت کبیر ملک العشاق کے پوتے ہیں اور حضرت اقدسؒ کے خلیفہ جانشین ہیں۔ اس لئے آپ کا نسبی و روحانی سلسلہ وہی ہے۔ جو حضرت کبیر ملک العشاقؒ کا ہے

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہی شاہ سکندرؒ کابل سے واپس ہوتے ہوئے سرہند کے علاقے میں وارد ہوئے۔ حضرت شیخ احمد کابلی سرہندی۔ مجدد الف ثانی نے حاضر خدمت ہو کر استدعا کی کہ سرہند ہی میں قیام فرمایا جائے۔ اور پھر آپؒ کو جامع مسجد میں جو ملک العلماء کی قیامگاہ کے متصل تھی ٹھہرایا گیا اور ملک العلماء شیخ سرہندیؒ دست بستہ آپ کے سامنے

کھڑے ہو گئے۔ آپؒ نے فرمایا "شیخ احمد۔ ہمارے کتے گرمی کی شدت سے بے تاب ہیں۔ ذرا انہیں نہلا دو۔"

شیخ سرہندیؒ کتوں کو لے کر جامع مسجد کے حوض میں داخل ہو گئے۔ اور انہیں نہلا دھلا کر واپس لے آئے۔ آپؒ شیخ سرہندی کے اس فعل سے بہت مسرور ہوئے اور فرمایا "اے احمد! جس اخلاص اور محبت سے تو نے ہمارے کتوں کو نہلایا ہے۔ اور انہیں راستے کے گرد و غبار سے صاف کیا ہے اسی طرح ہم نے تجھ کو بھی غیر کے خیال سے پاک و صاف کر دیا۔" اس کے بعد سلسلۂ قادریہ میں داخل فرما کر خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اس واقعہ کے متعلق یوں رقمطراز ہیں "خدائے تعالیٰ از شستن سگان شاہ سکندر قدس محبوب الٰہی آں قدر دبارہ من عنایت فرمود کہ در عمر خود گاہے ندیدہ بودم" کسی نے خوب کہا ہے:۔

برالف ثانی مجددؒ زاں چناں کردی کرم
کن کرم بر حال من شاہ سکندرؒ قادری

یہ واقعات عام لوگوں کی سمجھ سے بہت دور ہوتے ہیں۔ یہ تو وہی جانیں جو اس کے اہل ہیں۔ بظاہر کتوں کا نہلانا خدا جانے در پردہ کتنے معاملات کو اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔

جب شاہِ شاہان حضرت شاہ سکندر قدس محبوب الٰہیؒ نے شیخ سرہندیؒ

کو خرقۂ خلافت عنایت فرمایا۔ اس وقت عجیب سماں تھا۔ اس وا[قعہ کی]
نسبت خود حضرت مجدد الف ثانیؒ یوں فرماتے ہیں۔ کہ جب مجھے
عالیہ قادریہ عطا ہوا۔ تو مجھ پر انوارِ قادریہ نے اس قدر غلبہ کیا۔ کہ اس
عالیہ کے سوا میرا رخ کسی اور خاندان کی طرف نہ رہا۔ جب انوار قاد[ریہ]
نے مجھ کو اس طرح گھیر لیا۔ تو دیکھتا ہوں۔ کہ میرے ایک طرف خوا[جگان]
نقشبندیہ معہ اپنے سالار خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ تشریف فرما ہیں
میری دوسری طرف سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مشائخ عظام حضرت
الدین حسنی قادری کیتھلیؒ تک موجود ہیں۔ غرضیکہ سرزمین سرہند پر
روز اس قدر اولیائے عظام کا ہجوم تھا۔ کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی
پر مدہوشی کی سی حالت طاری تھی۔ میں نے سنا کہ سالارِ نقشبندیہ حض[رت]
خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ حضرت پیر دستگیر غوث الثقلین کی خدمت
کر رہے ہیں۔ کہ "خاندانِ نقشبندیہ کی رونق اور بہار شیخ احمد سر[ہندی]
ہی کے دم سے ہے۔ اگر اس خاندان سے یہی ہستی نکل گئی تو یہ
بے رونق ہو کر رہ جائے گا۔ لہٰذا ہم اس امر کے متمنی ہیں کہ یہ
ہمیں عنایت فرمایا جائے"

اس پر قطب الکونین حضور غوث الثقلینؒ نے فرمایا" عال[م]
ہیں اس کا ورود میرے پوتے شہ کمال قادریؒ کی دعا سے

فیضان بھی بذریعہ انگشت میرے ہی خوانِ نعمت سے ہوا ہے اور خرقہ خلافت بھی میرے پوتے شہ سکندر رد مس رحؒ سے عطا ہوا ہے"۔ یہ سلسلۂ کلام یہیں تک پہنچا تھا کہ اس اثنا میں آنحضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم معہ اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رونق افروز ہوئے۔ اور یہ مقدمہ دربارِ غوثیت سے دربارِ رسالت میں پیش ہوا۔ فریقین کی بات سننے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا "فرزند نسبتِ نقشبندیہ بھی جاری رکھنا ہوگی"۔ جب یہ حکم دربارِ رسالت سے صادر ہوا تو جو غلبۂ فیضانِ کمالیہ نے یک دم مجھ پر کیا تھا۔ اس میں ذرا کمی ہوئی اور میرا رخ نسبتِ نقشبندیہ کی طرف بھی ہوگیا"۔ چنانچہ دونوں نسبتیں قادریہ و نقشبندیہ بصد آب و تاب حضرت مجدد الف ثانی رحؒ سے جاری و ساری ہیں۔

حضرت شاہ سکندر رد مس محبوبِ الٰہی کے خوارق اور ان کی کرامات اس قدر ہیں کہ ان کے بیان کے لئے ایک دفترِ عظیم چاہیئے۔ تاہم ذیل میں کچھ حالات درج کئے جاتے ہیں۔

ایک رات حضرت رد مس محبوبِ الٰہی رحؒ حضرت کبیر ملک العشاقؒ کے مزار شریف کے احاطے کے باہر ایک اونچے ٹیلے پر یادِ الٰہی میں مصروف تھے۔ نصف شب کے قریب چار چور چوری کی نیت سے اس طرف آئے

آپؒ کو دیکھ کر دریافت کرنے لگے۔ کہ شہر کس طرف ہے۔ اور کتنی دور
رہ گیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا۔ میرے قریب آجاؤ۔ جب وہ آپؒ کے قریب
آئے تو آپؒ نے ان چاروں کو اپنے دامن میں لے لیا۔ اور ایک
نظر میں انہیں صاحب کمال بنادیا۔ اور پھر ان چاروں سے فرمایا کہ جاؤ
تمہیں فلاں فلاں مقام پر صاحب ارشاد کر کے تعینات کیا جاتا ہے
سبحان اللہ کیا فیض ہے۔ اور فیض کی کس قدر تیزی اور روانی
روایت ہے کہ ایک روز آپؒ لاہور تشریف لائے۔ اور حضرت
طاہر بندگیؒ (جو پیر میانی شریف کے نام سے مشہور ہیں۔ اور آپؒ کے
خلیفہ ہیں) کے مکان کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ شیخ طاہر بندگیؒ اس
وقت اپنے مکان کی بالائی منزل پر تھے۔ انہوں نے آپؒ کو دیکھتے ہی
یہ چاہا کہ بے اختیار بالائی منزل سے چھلانگ لگا کر قدم بوسی کر دیں
آپؒ کو ان کی قلبی حالت معلوم ہو گئی۔ اس لئے آپؒ نے فوراً ہی
"طاہر تم جلدی نہ کرو۔ زینے کے راستے سے آؤ" شیخ طاہرؒ زینے کے
راستے سے آگئے۔ اور قدمبوس ہوئے۔ آپؒ نے فرمایا "طاہر تم
رہو۔ ہم شہر کی سیر کر کے یہیں آتے ہیں۔" شیخ طاہرؒ سمجھے
کہ حضرت والا شہر کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو
شہر کے ملاں لوگ آپؒ کے ساتھ کتوں کو دیکھ کر گستاخی سے پیش آئیں

اور پھر اس گستاخی کی مکافات میں یہ شہر لاہور تباہ و برباد ہو جائے اس لئے آپ بالاخانے سے حضرتِ والا کو دیکھتے رہے۔ شیخ طاہرؒ دیکھ رہے تھے کہ جس طرف آپؒ تشریف لے جاتے ہیں لوگ ہیبت زدہ اور سراسیمہ ہو جاتے ہیں اور کیا مجال کہ کوئی چوں و چرا بھی کر سکے۔ آپؒ کا گذر ملّا عبدالرحمٰن کے مکتب سے ہوا۔ جب ملّا کی نظر آپؒ کے روئے منور پر پڑی تو وہ بے اختیار ہو کر دوڑا اور قدم بوس ہوا۔ پھر آپؒ نے شیخ طاہرؒ کے گھر کا رخ کیا۔ مگر ملّا عبدالرحمٰن پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ آپؒ نے شیخ طاہرؒ کے گھر پہنچ کر شیخ طاہرؒ سے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "یہ بڑا نیک ملّا تیرے لئے شکار کر کے لایا ہوں" اور پھر ملّا عبدالرحمٰنؒ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل کر کے خرقۂ خلافت بھی عنایت فرما دیا۔ اس کے بعد شہر لاہور کے سینکڑوں ہزاروں افراد آپؒ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہو گئے

ایک مرتبہ آپؒ نے اپنے قیام لاہور کے درمیان میں شیخ طاہر بندگیؒ کو حکم فرمایا۔ کہ سارے شہر میں منادی کر دی جائے کہ جس کو لڑکے کی ولادت منظور ہو، وہ نذر و نیاز لے کر حاضر آجائے۔ منادی کرا دی گئی ہزاروں حاجت مند معہ نذر و نیاز حاضر آگئے۔ بعد قبولِ نذر کے آپ فرما دیتے تھے کہ "جاؤ لڑکا ہوگا"۔

شہر کے چند بد باطن اس اعلان پر تمسخر کر رہے تھے۔ انہوں نے

ایک لڑکے کو عورت کے لباس میں نذر دے کر آپؒ کی خدمت میں بھیجا آپؒ نے نذر قبول فرمالی اور فرمایا "جاؤ لڑکا ہوگا"۔ وہ بدباطن اس بات پر اور زیادہ بیہودہ گوئی پر آ گئے۔ کہ دیکھئے انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ لڑکا ہے عورت نہیں ہے۔ آپؒ نے ان ایام میں سوالاکھ لڑکوں کی بشارت صادر فرمائی اخیر میں ایک ضعیفہ لڑکے کی تمنا لے کر آئی۔ آپ نے فرمایا اب تعداد پوری ہوگئی ہے۔ اس نے گریہ وزاری شروع کی اور یہ عرض کی "حضور میں دربار غوثیہؒ سے محروم و ناکام جا رہی ہیں اور تمام اہل شہر کامیاب ہو کر جا رہے ہیں"۔ پھر آپؒ بہت متاثر ہوئے اور اس کی نذر بھی قبول فرمالی۔

اس واقعہ کے بعد آپؒ لاہور ہی میں قیام فرما رہے۔ جن کو لڑکوں کی بشارتیں دی گئی تھیں۔ ان کے وضع حمل کا وقت آ گیا۔ خدا کے حکم سے ان گھروں میں لڑکے پیدا ہو رہے تھے۔ اور اس لڑکے کو بھی جسے ان بدباطن لوگوں نے بھیجا تھا۔ اور آپؒ نے اس کی نذر قبول فرمالی تھی۔ درد زہ شروع ہوا۔ درد کی شدت سے وہ چیخنے لگا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اور ان بدباطن آدمیوں کو نفرین کرنے لگے۔ آخر اہل محلہ نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ اس لڑکے کو آپؒ کی خدمتِ بابرکت میں پیش کر کے اس کا قصور معاف کرایا جائے۔

چنانچہ اہل محلہ اس لڑکے کو لے کر آپؒ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ حضور یہ کور باطن ہیں انہیں معاف فرما دیا جائے۔ اسی عرصے میں و

بڑھیا بھی آگئی جسے آپؒ نے اولاً یہ فرمادیا تھا کہ اب تعداد پوری ہوگئی ہے۔ اور پھر اس کے رونے پیٹنے پر اس کی نذر قبول فرمائی تھی۔ آپؒ کو اس لڑکے کی تکلیف پر رحم آگیا اور بڑھیا کو حکم فرمایا کہ اس لڑکے کے پیچھے سے نکل جا۔ بڑھیا اس لڑکے کے پیچھے سے نکل گئی۔ چنانچہ وہ حمل لڑکے سے نکل کر بڑھیا کے قرار پاگیا۔ اور لڑکا اس دردِ زہ کی مصیبت سے بچ گیا۔ اس واقعہ سے اہل لاہور جوق در جوق آپؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔

ملفوظاتِ مجددیہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ موسم گرما میں سورج کو جب وہ پوری آب و تاب سے درجۂ حرارت میں ہو اچھی طرح دیکھ سکتا ہوں۔ مگر جب کبھی میں نے حضرت شاہ سکندر قدس محبوب الٰہیؒ کے قلب مبارک کی طرف دیکھنا چاہا تو نگاہیں تاب جمال نہ لاسکیں۔ بلکہ خیرہ و شرمندہ ہوکر رہ گئیں۔

کتنا تعجب ہے کہ جو نظریں صدہا تجلیات کو پار کرکے صاف نکل جاتی ہوں۔ وہ حضرت شہ سکندر قدس محبوب الٰہیؒ کے قلب کو دیکھ نہیں سکتیں۔ اللہ اللہ جلال قادریہ کی کیا شان ہے۔

ایک مرتبہ آپؒ سرہند تشریف لائے اور حضرت مجدد الف ثانیؒ سے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص جو زیور علم و فضل سے مزین ہو۔ ہمارے پاس بھیج دو۔ تاکہ ہم قصیدہ بردہ کے بعض الفاظ درست کرلیں۔ حضرتؒ

مجدد الف ثانیؒ نے حضرت طاہر بندگیؒ کو جو اپنے وقت کے ممتاز و بے نظیر صاحب علم و فضیلت تھے۔ حضرت والا کی خدمت میں روانہ فرما دیا اور پھر آپ بھی ان کے ہمراہ چل پڑے۔ ہر دو حضرات کیتھل پہنچے۔ کئی روز گزر گئے۔ مگر حضرت والا نے اس بارہ میں کوئی گفتگو نہ فرمائی۔ شیخ طاہرؒ اکتا گئے ایک روز قصیدہ بُردہ اپنی قلم سے تحریر کر کے حضرت والا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؒ نے قصیدہ بُردہ دستِ مبارک میں لے کر پہلا ہی شعر قواعدِ صرف و نحو کے خلاف پڑھا۔ شیخ طاہرؒ نے اس کی درستی کرنا چاہی آپؒ نے شیخ طاہرؒ کی اس حرکت پر جلال میں آ کر فرمایا "اے شیخ طاہرؒ! یہ شعر اسی طرح درست ہے جس طرح میں نے پڑھا ہے"۔

اس جلالتِ مزاج کا شیخ طاہرؒ پر یہ اثر ہوا کہ وہ تین دن بیہوش پڑے رہے۔ اور پھر جب آپؒ نے اپنا دستِ مبارک ان کے چہرے پر پھیرا تو انہیں ہوش آیا۔ ہوش میں آنے کے بعد آپ پریشان سے ہو گئے اور بغیر اجازت سرہند کی راہ لی تین دن تک چلتے رہے مگر اپنے آپ کو کیتھل ہی کی حدود میں پایا۔ چوتھے روز حضرت والا نے ان سے بطور الہام فرمایا "اے طاہرؒ بد دل مکن۔ قسمت تو وابستہ فتراکِ ما است و عنقریب خدا تعالیٰ دربارۂ تو عنایت سازد"۔ شیخ طاہرؒ واپس آئے اور حاضرِ خدمت ہوئے آپؒ نے انہیں داخل سلسلہ عالیہ قادریہ فرما کر لاہور کی قطبیت کے فرمان سے نواز دیا۔ اور حضرت مجددؒ

الف ثانیؒ کو ہدایت فرمائی کہ شیخ طاہرؒ کے حق میں خاص توجہ رکھیں۔
شیخ طاہرؒ نے بھی بے شمار مخلوق کو ہدایت و کرامت سے منور فرمایا۔
آپؒ نے ۸ محرم الحرام کو ۱۰۴۰ھ میں وصال فرمایا۔ میانی صاحب مرگھٹ
لاہور میں آپؒ کا مزار شریف ہے۔ اور آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔
ایک مرتبہ حضرت شاہ سکندر قدس محبوب الٰہیؒ شیخ طاہر بندگیؒ کے
ہاں قیام پذیر تھے۔ واپسی پر سرہند قیام فرمایا۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ
کے سب سے چھوٹے صاحبزادے کھیلتے ہوئے آ گئے۔ آپؒ نے انہیں
اپنی آغوشِ مبارک میں لے لیا۔ اس پر امام ربانی نے جملہ مشائخ اور اولیائے
حاضر کی جانب رُخ کر کے فرمایا "آج سے میں اس بچے کو ایسے نہ پکاروں گا
جس طرح بچوں کو پکارا جاتا ہے۔ اب اس کا ادب ملحوظ رکھوں گا آئندہ اس
کا نام لے کر کوئی نہ پکارے کیونکہ یہ شاہوں کی گود میں بیٹھ چکا ہے اور
اس لئے اس کا نام کے ساتھ "شاہ" بھی لگانا ضروری ہو گیا ہے"۔
روایت ہے کہ ایک روز بابا اسمٰعیل پوریؒ حضرت قدس محبوب الٰہیؒ کی
خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا "یا سیدی۔ دربارِ کمالیہ سے
جو فیض اور کمالات اس ناچیز کو حاصل ہیں وہ بیحد و بیحساب ہیں مگر اب
مسندِ کمالیہ کے آپ وارث و مالک ہیں۔ اس لئے میں آپ کی ذاتِ والا
صفات سے امیدوار ہوں کہ دربار سکندری سے بھی کچھ حاصل ہو"۔

حضرت محبوب الٰہیؒ اس وقت لحاف اوڑھے ہوئے تھے۔ آپؒ نے لحاف سے ایک دھاگا نکال کر انگلی سے چکر دیا۔ اور پھر وہ دھاگا باوا سینتل پوریؒ کے حوالے کر دیا۔ باوا صاحبؒ موصوف نے وہ دھاگا لے کر اپنی ٹوپی کے اوپر کے حصے میں گرہ دے کر لگا لیا۔ یہ ایک عنایت خاص تھی جسے دینے والا اور لینے والا ہی جانتے۔ یہ دھاگا بصورت ظاہری ٹوپی کے اوپر کے حصے پر دائرے کی شکل میں تھا۔ مگر اس گول دائرے نے ہندو فقراء کے بھیک اور سلاسل میں ایک امتیازی نشان حاصل کر لی اور یہ ایک مقدس نشان بن گیا۔ جس طرح ہندو فقراء میں کبیر پنتھی۔ دادو پنتھی۔ رادھا سوامی وغیرہ مختلف بھیک ہیں۔ مگر سب کی ٹوپی قریب قریب یکساں ہے۔ مگر اس گول دائرے نے باوا سینتل پوریؒ کے سلسلے کے بھیک کو سب سے علیحدہ اور مختلف کر دیا ہے جس کی شناخت آج بھی آسانی سے کی جاتی ہے۔

شیخ طاہر منڈگی فرماتے ہیں "کہ کبیر ملک العشاق حضرت شاہ کمال قادریؒ اور رئیس الاولیا حضرت شاہ سکندر محبوب الٰہی ان فقید المثال اور صاحب تصرف بزرگوں میں سے ہیں۔ جن کی نظیر متقدمین اولیاء اللہ میں بھی کم ملتی ہے۔"

شیخ طاہرؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رئیس محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں رہتے ہوئے چلہ کشی کیا کرتا تھا۔ ایک بار میں نے مراقبے میں دیکھا کہ حضرت شاہ

رئیس محبوب الٰہیؒ ایک پہاڑ پر تشریف رکھتے ہیں اور ان کے گرد زر و جواہر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ مخلوق کا اژدھام ہو رہا ہے۔ اور آنجنابؒ دونوں ہاتھوں سے لوگوں کو زر و جواہر تقسیم فرما رہے ہیں مگر زر و جواہر کے ڈھیر میں کمی کی بجائے اضافہ ہو رہا ہے میں مراقبے سے فارغ ہو کر آں جنابؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ یہ واقعہ بیان کرنے والا تھا کہ آنجنابؒ نے فرمایا یہ طاہر! جو کچھ تم نے دیکھا ہے یہ اس شفقت بے پایاں کا نتیجہ ہے جو حضرت غوث اعظم محبوب سبحانیؒ کی ہم پر ہے"

آپؒ کو مکاشفے میں آپ کے وصال کا وقت بتا دیا گیا تھا۔ چنانچہ وصال کے روز آپؒ نے غسل تازہ فرمایا۔ نماز ادا کی۔ ادائے نماز کے بعد بہت دیر تک سربسجود رہے۔ پھر اہل خانہ اور جملہ اہل عقیدت و ارادت کے لئے دعائے خیر مانگی۔ دونوں صاحبزادوں حضرت گلار حمان عباسؒ اور شاہ محب اللہ الیاس زیدیؒ کو طلب فرمایا۔ اور انہیں نصیحتیں اور تلقین فرمائی۔ پھر وہ تبرکات عالیہ جو خواجگان قادریہ سے سلسلہ بہ سلسلہ چلے آ رہے تھے۔ اور حضرت کبیر ملک المشائخؒ نے آپؒ کو مرحمت فرمائے تھے۔ دونوں صاحبزادوں کو عنایت فرمائے اس کے دوسرے روز بعد طلوع آفتاب سلطان المشائخ۔ محبوب الٰہی۔ رئیس الاولیاء سرچشمۂ فیض و برکات حضرت شاہ سکندر قادری رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے

ناپائیدار کو چھوڑ کر عالمِ بقا کی جانب مراجعت فرما ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپؒ کی تاریخ وصال کسی روایت سے ۱۰۲۵ھ ہے۔ اور دیگر روایات سے سنہ ۱۰۲۳ھ ہے۔ کسی نے مؤخر الذکر تاریخ کے لیئے یہ شعر کہا ہے ؎

مردانِ خُدا، خدا نہ باشند
لیکن ز خُدا، جُدا نہ باشند

مصرعِ اوّل سے مصرعِ دوم کے اعداد نکالنے سے ۱۰۲۵ھ برآمد ہوتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ آپؒ کے دو عالی قدر صاحبزادے تھے، حضرت گدا رحمان عباسؒ اور حضرت شاہ محب اللہ الیاس زیدیؒ۔ حضرت محب اللہ الیاس زیدیؒ سے آپ کا وہ خاندان جاری ہے۔ جو کیتھل میں آپؒ کی درگاہ کا سجادہ نشین ہے۔ پیر روشن ضمیر حضرت سید علی احمد شاہ صاحب مدظلہٗ العالی موجودہ وقت میں صاحب سجادہ ہیں۔ جن کے دریائے فیض سے اب تشنہ گان ذوق و شوق سیراب ہوتے ہیں۔ نیز حضرت شاہ محب اللہ الیاس زیدیؒ کیتھلی حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ اور حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری آپؒ کے ممتاز خلفاء سے ہیں، جن کے فیوضِ رحمانی سے ہندوستان

علاوہ دنیا کے اور ممالک میں بھی اہل اللہ اور اہلِ اشتیاق مالا مال ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

حضرت رئیس محبوب الٰہیؒ کا مزار شریف حضرت کبیر ملک العشاقؒ کے مزار شریف کے قریب ہی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ جو کھرنی کے درخت دونو مزار شریف کے احاطوں اب موجود ہیں۔ یہ اس وقت بھی تھے۔ جب یہ گراں قدر حضرات حیات تھے اسی خیال سے لوگ ان درختوں کے پتے توڑ کر لے جاتے ہیں اور بیماروں اور مریضوں کو پیس کر پلاتے ہیں خدا کے حکم اور ان حضرات والا کرام کے فیض سے شفا ہو جاتی ہے۔ سنہ ۱۹۲۵ء کا ذکر ہے۔ میں کیتھل تعینات تھا کہ میری والدہ محترمہ کی بیماری کا تار موصول ہوا۔ ان دنوں حضرت کبیر ملک العشاقؒ کا عرس شریف ہو رہا تھا۔ مخلوق ان کھرنیوں کے پتے توڑ کر لے جا رہی تھی مجھ کو بھی ایک دوست نے کہا کہ تم صبح کو گھر جا رہے ہو۔ کھرنیوں کے پتے لے جاؤ۔ یہ اپنی والدہ صاحبہ کو پیس کر پلانا۔ یہ دیکھ لینا کہ انہیں شفا ہو جائے گی۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور اللہ کے فضل سے والدہ کو اسی روز شفا ہو گئی۔

منقول ہے کہ آپؒ حضرت کبیر ملک العشاقؒ کی طرح قطب ارشاد کے منصب پر متمکن تھے۔ صوفیاء کی کتب سے پایا جاتا ہے کہ آسمانوں پر قطب

ارشاد کا نام عبد اللہ یا عبد الرب ہوتا ہے۔ کائنات کی ہر شے اس کے اشارے پر کام کرتی ہے۔ اور یہ مرکز کائنات کے طور دور و نزدیک حاوی ہوتا ہے۔

خواجہ حبیب اللہؒ مصنف کتاب "گلزار الخوارق" حضرت ردّس عمر الٰہیؒ کے مرید ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب حضرت کبیر ملک العشاقؒ کی سوانح حیات اور خود آپؒ کے حالات کے سلسلے میں لکھی تھی۔ مگر آپ نے اس میں سے اپنے بیشتر حالات نکلوا دیئے تھے۔ یہ گلزار الخوارق آپ ہی کے عہد مبارک میں شائع ہوئی تھی اور اسی وجہ سے آپؒ کے بیشتر حالات سے آئندہ کی نسلیں بے خبر رہیں۔ گلزار الخوارق کی اشاعت کے بعد کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ اور جب زمانہ زیادہ گذر گیا۔ تو وہ لوگ بھی اُٹھ گئے۔ جو آپؒ کی صحبت میں رہ چکے تھے، یا جنہیں آپ کی صحبت میں رہنے والوں کے ذریعے کچھ آپ کے حالات سے آگاہی ہو گئی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ خرقۂ قادریہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے جاری ہو کر حضرت پیر دستگیر غوث الاعظمؒ کو تفویض ہوا اور وہاں سے حضرت کبیر ملک العشاقؒ اور حضرت شاہ سکندرؒ کے سپرد ہوا۔ حضرت ردّس الاولیاءؒ نے وہ خرقہ مبارک مجدد الف ثانی

بابا رحمت فرمایا۔ اور آنجناب کے بعد اس خرقہ مبارک کا تذکرہ کسی کتاب میں نہیں ملتا۔

شیخ العلماء حضرت عبدالاحد سرہندیؒ سے روایت ہے۔ کہ ایک روز حضرت کبیر ملک العشاقؒ نے فرمایا۔ کہ لوگ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ سے واقف ہیں۔ ہمارے صاحبزادوں کے حالات کی انہیں خبر نہیں۔ ورنہ یہ مشائخ عظام سے کم نہیں۔ صاحبزادوں سے حضرت اقدسؒ کی مراد حضرت رئیس الاولیاء شاہ سکندر قادریؒ اور حضرت شیخ المشائخ شاہ ابوالمکارمؒ تھے۔

آج سو سال سے زائد عرصہ ہوا۔ قادری سلسلہ کے ایک شاعر شیخ تاج محمود کی ایک طویل نظم کا جو قصیدہ کے رنگ میں ہے ایک یہ شعر ہے۔

اندر جہاں شہرے ندیدم ہمچو کیتھل خوش مقام
زانکہ آسودند در وے اولیا صاحب کرام

اولیاء صاحب کرام سے ان کی مراد "حضرت کبیر ملک العشاق" شاہ کمال قادریؒ اور حضرت محبوب الٰہی شاہ سکندر قادریؒ ہیں۔

اب وہ قصائد درج کئے جاتے ہیں جو کہ محفل شریف کی محفلوں میں حضرت قدس محبوب الٰہیؒ کی شان میں عام طور پر پڑھے جایا کرتے

قصیدہ

مائل کرنالی

دربارِ شہ سکندرؒ بخشش پہ آرہا ہے
لطف و کرم کے دریا ہر سو بہا رہا ہے

اندازِ قادری کے جلوے دکھا رہا ہے
جلوے دکھا دکھا کے سکے جما رہا ہے

درگاہِ ذی نشاں کے رتبے کا کیا ٹھکانہ
گردوں بھی اس زمیں پر سر کو جھکا رہا ہے

ہر سمت رنگ رلیاں از بسکہ ہو رہی ہیں
مے خوار پی رہے ہیں ساقی پلا رہا ہے

چھن چھن کے لامکاں سے گرتا ہے نورِ عرفاں
دربارِ شاہِ والا کیا جگمگا رہا ہے

تاثیر کی کمی ہے مائلؔ تیری زباں میں
مانا کہ تو جنوں میں نغمے سنا رہا ہے

قصیدہ

چل رئیس الاولیا کی درگہ دربار دیکھ
ہیں رواں دریا جہاں رحمت کے وہ سرکار دیکھ

گر جمالِ غوثِ اعظم کی تمنا دل میں ہے!
آ کے چشمِ شوق سے اس شاہ کا دربار دیکھ

سیرِ جنت پہ ہے بھولا زاہدِ ناکام کیا
رشکِ صد جنت بنا ہے ان کا ہر گلزار دیکھ

کیا ہی سج دھج ہے نرالی قادری دربار کی
ذرہ ذرہ اس زمیں کا گوہرِ شہوار دیکھ

نائبِ غوثِ معظمؒ نورِ چشمِ مصطفےؐ!
ہیں جگر گوشہ جناب حیدرِ کرار دیکھ

سرزمیں بغداد کی کیفقل ہیں ہم کو مل گئی
غور سے اپنا مقدر طالع بیدار دیکھ

تیری آنکھوں سے اگر ہو دور غفلت کا حجاب
ذرہ ذرہ میں عیاں وحدت کے پھر انوار دیکھ

اے مریدِ شاہِ جیلاں کیں لئے گریاں ہے تو
اپنی گردن میں "مریدی لاتخف" کا ہار دیکھ
جس تجلّی سے ہوا ہے طور جل کر مثلِ خاک
اے علی احمد کمالی اس کے حل اسرار دیکھ

نغمہِ آرزو

اے شاہ سکندرؒ آجا
قدرت کے دلارے آجا
اے ماہ پارے آجا
آجا اے پیارے آجا
اے ماہ پارے آجا، قدرت کے دلارے آجا
آجا اے پیارے آجا، آجا اے پیارے آجا
دریائے کرامت ہے تو
قطرے کے برابر ہوں مَیں
خورشیدِ تجمّل ہے توُ!
ذرے کے برابر ہوں مَیں

اے ماہ پارے آجا، قدرت کے دلارے آجا
آجا اے پیارے آجا، آجا اے پیارے آجا

اے شان لطافت والے
اے طرفہ کرامت والے
من موہنی مورت والے
اے پیاری صورت والے

اے ماہ پارے آجا، قدرت کے دلارے آجا
آجا اے پیارے آجا، آجا اے پیارے آجا

دنیائے جنوں ہیں شاہا
ناشادِ محبّت ہوں میں
ناکامِ محبّت ہوں میں
بربادِ محبّت ہوں میں

اے ماہ پارے آجا، قدرت کے دلارے آجا
آجا اے پیارے آجا، آجا اے پیارے آجا

ہاں برقِ تمنّا ہو کر
بیتاب کی آہوں میں آ
کرنوں کی طرح مائل کی

مشتاق نگاہوں میں آ

اے ماہ پیارے آجا، قدرت کے دلارے آجا

آجا اے پیارے آجا، آجا اے پیارے آجا

قصیدہ

ہے دلبندِ خیر الوریٰ شاہ سکندرؒ
جگر پارۂ مرتضےٰ شاہ سکندرؒ

تیری دید سے کھل گیا شاہ سکندرؒ
خدا مل گیا مل گیا شاہ سکندرؒ

دکھا چہرۂ حق نما شاہ سکندرؒ
مجھے مست و بیخود بنا شاہ سکندرؒ

میں قرباں ہوں تجھ پہ یا شاہ سکندرؒ
میرے پیشوا رہنما شاہ سکندرؒ

تیرا در ہے دار الشفا شاہ سکندرؒ
ملے دردِ دل کی دوا شاہ سکندرؒ

ہو نورِ نظر اس مسیحا کے جس نے
دیا دینِ مردہ جلا شاہ سکندرؒ

میرا دین و ایماں ہو تجھ پر تصدق
میری جان تجھ پہ فدا شاہ سکندرؒ

حبیبِ خدا نے ترے آئینے کو
عجب رنگ سے دی جلا شاہ سکندرؒ

حسینوں میں ڈھونڈا کیا تیرا ثانی
نہ آیا نظر دوسرا شاہ سکندرؒ

وہ یثرب کا بادہ وہ جامِ عراقی
دیا تو نے سب کو پلا شاہ سکندرؒ

ہے خمخانۂ ذات تیرے حوالے
لٹا جامِ وحدت لٹا شاہ سکندرؒ

ولایت کے درجوں میں تیرے مقابل ملی کم ہے اوروں کو جا شاہ سکندرؒ

نگاہِ ولایت پڑی جس کے اوپر مجدّد اسے کر دیا شاہ سکندرؒ

تیرے حال میں اولیا گم ہیں ایسے کہ ملتا نہیں کچھ پتا شاہ سکندرؒ

ملے خیر کچھ غوثِ اعظمؒ کا صدقہ تیرے در کا ہوں میں گدا شاہ سکندرؒ

نگاہِ کرم کا ہے محتاج فرماں
ذرا اک نظر دیکھنا شاہ سکندرؒ

رباعی

گلِ گلزارِ ولایت مخزنِ جود و سخا !
فیض بخشِ اہلِ عالم مظہرِ نورِ خدا
عاجز و درماندہ ام جز تو نہ دارم رہنما
المدد یا قطبِ ربانی، رئیس الاولیاؒ

قصیدہ

فرمانؔ

اے رئیس الاولیاء اے شاہ سکندرؒ باحیا
مہر کی مجھ پر نظر ہو اے شہِ ملکِ سخا

آپ کے در کا بھکاری ہوں میں اب جاؤں کہاں
خضرؑ بن کر رہنمائی کیجیے بہرِ خدا

روضۂ اقدس کی تیرے خاک بھی اکسیر ہے
کاش مل جائے مجھے سرمہ بنالوں چشم کا

چشمہ تیرے فیض کا جاری قیامت تک رہے
ایک جرعہ تشنہ لب کو بھی پلادے ساقیا

جام وہ مجھ کو عطا ہو جس کے پیتے ہی ہرا
وہم دوئی کا مٹے دیکھوں عیاں نورِ خدا

کنت کنزاً مخفیاً کے بھید ہوں سب آشکار
ثم وجہ اللہ کی ہر سمت سے آئے صدا

منکشف اسرار ہوں انفاس اور آفاق کے
نحن اقرب کی کھلے تفسیر دل پر اے شہا

تارِ صوتِ سرمدی کی دل میں جب بجنے لگیں
ہیچ ہیں نغمے سبھی محتاج کب ہے ساز کا

کیوں نہ تیرے فیض کی ہو دھوم چار اطراف میں
تو ہے بزمِ غوثیہ کا اِک چراغِ پُر ضیاء

ناز ہے ہم کو بہت یا شاہ تیرے نام پر
ہے گدائے در ترا عزّت میں شاہوں سے سوا

بوئے گلزارِ نبوت ؐ شمعِ بزمِ حیدری ؓ
گوہرِ بحرِ ولایت قلزمِ صدق و صفا

اے سخی کچھ تو عطا ہو غوثِ اعظم ؒ کے طفیل
معنیٔ مہر و وفا ہے ذات تیری اے شہا

جلوۂ شانِ کمالی ؒ کی تجلّی دیکھ لے
کھول کر چشمِ بصیرت اے علی احمد ؒ ذرا

جبکہ ہے فرمانِ حضرت بس مریدی لاتخف
اے علی احمد کمالی، خوف پھر کیا حشر کا؟

قصیدہ

ہادیٔ دینِ نبی ہیں شاہ سکندر قادریؒ
بے شبہ یکتا ولی ہیں شاہ سکندر کیتھلیؒ

طالبِ حق فیض پاتے ہیں ہزاروں اِسجگہ
کاشفِ سِرِّ خفی ہیں شاہ سکندر کیتھلیؒ

کرتے ہیں سب آپ کے در پر سرِ تسلیم خم
مردِ حق ایسے قوی ہیں شاہ سکندر کیتھلیؒ

آپ کے در سے کبھی خالی نہیں جاتا کوئی
اللہ اللہ وہ سخی ہیں شاہ سکندر کیتھلیؒ

شیشۂ دِل نورِ حق سے جس نے روشن کر دیئے
آپ وہ مہرِ جلی ہیں شاہ سکندر کیتھلیؒ

فیض پاتا ہوں علی احمد ولی سے اس لئے
مرشدِ احمدؒ علیؒ ہیں شاہ سکندر کیتھلیؒ

ایک دِن تو شربتِ دیدار کر دیجئے عطا
در پہ نظریں لگی ہیں شاہ سکندر کیتھلیؒ

وزیر

دِل مرا بیتاب ہے اور عشق کا بیمار ہے
یا رئیس الاولیاء تیری مدد درکار ہے

کیا بتاؤں میں نشیمن اپنا مرغانِ چمن
قادری بلبل ہوں میں کیتھل مرا گلزار ہے

عاجز و درماندہ بیکس ہوں یا شاہ کمالؒ
دستگیری آپ فرمائیں تو بیڑا پار ہے

خادمِ دربار ہوں اے بادشاہ دو جہاں
مہربانی آپ کی ہر دم مجھے درکار ہے

دیکھ کر شانِ ولایت آپ کی جو محو ہو
یا رئیس الاولیاء وہ دیدۂ بیدار ہے

تیرہ دل ہوتے ہیں آ کر فیض سے روشن ضمیر
سرزمینِ کوئے حضرت مشرقِ انوار ہے

سیّد عبدالعلی شاہ صاحب دستار تھے
شاہ علیؒ احمدؒ تیرا اب صاحب دستار ہے

کیا بڑی سرکار ہے اور کیا بڑا دربار ہے
گود ہیں مسعود احمدؔ یہ تیرا دلدار ہے
آپ کی محفل سے خالی ہاتھ کیوں جائے وزیر
فیضِ بخشِ اہلِ عالم آپ کا دربار ہے

قصیدہ

ہستی رؤس الاولیاء شاہ سکندر قادریؒ
جان و دلم بر تو فدا شاہ سکندر قادریؒ
ایں تیرہ خاکِ ہند را از تو شرف حاصل شدہ
شد خاک پایت کیمیا شاہ سکندر قادریؒ
تبلیغِ ایماں کردۂ ہر دم احساں کردۂ
مشکور تو خلقِ خدا شاہ سکندر قادریؒ
تو از نیائے خود کمال الدینؒ خلافت یافتی
ورثہ مبارک شد ترا شاہ سکندر قادریؒ
بود از مریدانِ تو سرہندی مجدد ہم یکے
ایں رتبہ بخشیدت خدا شاہ سکندر قادریؒ

اَے ہر خیال و ذکرِ تو می بخشد اطمینانِ دل
اَے یادِ تو راحت فزا شاہ سکندر قادریؒ

صوفی نیم ، زاہد نیم ، اِک بندۂ عاصی منم
کافی است ایں نسبت مرا شاہ سکندر قادریؒ

آں شے بیاید در دلم چیزے عیاں شد از بیاں
گفتن ندانم شعرہا شاہ سکندر قادریؒ

شہرے کہ داری خواب گاہ ہست آں وِلادت گاہ من
نازم بر ایں لطفِ خدا شاہ سکندر قادریؒ

در دین و دنیا سرخرو دار د خدائے ذوالجلال
بہرِ مسلماں کن دعا شاہ سکندر قادریؒ

آمد وزیرِ خستہ جاں امیدوارِ لطفِ تو
اے قبلۂ اہلِ صفا شاہ سکندر قادری

قصیدہ

الٰہی آرزوئے دِل تمام ہو جائے
حضورِ شاہ سکندرؒ سلام ہو جائے

تجلئ رُخِ روشن پہ مثلِ پروانہ
ہزار جان سے قرباں غلام ہو جائے

شمیم زلفِ معنبر اگر کبھی پھیلے
تو اک جہاں کا معطّر مشام ہو جائے

پھر اس سے قصہ کرے میں سن لے اک عالم
حضور سے جو کوئی ہم کلام ہو جائے

فضائے روضۂ اقدس ہے رشکِ جنت
نہ ہے کسی کو میسّر قیام ہو جائے

ہجومِ عاشقاں ہے آج تو بشرِ خوباں
ذرا برائے خدا اذنِ عام ہو جائے

وہ بیخودی ہو کہ جو رشکِ ہوشمندی ہو
عطا شہا مئے کیفِ دوام ہو جائے

زمانہ جس کا ہے مشتاق وہ نگاہِ کرم
اِدھر بھی یا شہِ عالی مقام ہو جائے

رؤسُ الاولیاء ارشادؔ پُر معاصی کا
قبول درگہِ عالی سلام ہو جائے

رُباعی

اے نورِ چشمِ مصطفٰے و راحتِ جانِ علی رض
مصدرِ فیض و کرامت واقفِ رازِ خفی
منبعِ لطف و عنایت مخزنِ جود و سخا
چشمۂ فیض ہدایت شاہ سکندر قادری رح

قصیدہ

نظر میں جلوۂ انوار ہے شاہِ سکندرؒ کا
تعالیٰ اللہ کیا دربار ہے شاہِ سکندرؒ کا

نگاہیں حُسن کی تابش سے سہمی جاتی ہیں
اے اہلِ مصر یہ بازار ہے شاہِ سکندرؒ کا

یہاں کا غنچہ غنچہ خُلد کی رونق پہ ہنستا ہے
اے رضواں دیکھ یہ گلزار ہے شاہِ سکندر کا

چلے آؤ چلے آؤ یہاں دامن سلامت ہے
کہ گلشن گلشنِ بے خار ہے شاہِ سکندرؒ کا

یہ لاہوری یہ سرہندی جو دو جلوے نمایاں ہیں
حقیقت میں یہ کاردبار ہے شاہِ سکندرؒ کا

جو یہ مستی میں بپھرے گا تو یہ تاروں پہ جھپٹے گا
نہ چھیڑو اس کو یہ سرشار ہے شاہِ سکندرؒ کا

یہ میخانے میں آیا ہے یہ میخانہ اُلٹ دیگا
خبر بھی ہے کہ یہ میخوار ہے شاہِ سکندرؒ کا

ارے یہ بادشاہوں کی حضوری ہے خبر بھی ہے
ترے لب پر جو یہ اظہار ہے شاہ سکندر کا

اے مائلؔ ڈیرہ غازیخاں میں تم دل ہی نہ دے بیٹھو
کہ دیوانہ بڑا ہشیار ہے شاہِ سکندرؒ کا

ذکر حضرت باوا سیتل پوری کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ

آپ قصبہ کیتھل کے مشہور ہندو درویش تھے، ریاضت اور مجاہدہ کا بڑا شوق رکھتے تھے۔ اور اس علاقے میں آپ کو کافی شہرت اور عظمت حاصل ہو گئی تھی۔ اسی دوران میں حضرت کبیر ملک العشاق شاہ کمال قادری رح کیتھل تشریف لائے۔ اور آئندہ کے لئے یہیں رہائش پذیر ہو گئے۔

ایک روز حضرت کبیر ملک العشاق رح جنگل سے آستانہ شریف پر واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں آپ نے دیکھا۔ کہ باوا سیتل پوری رح ایک تالاب کے کنارے حسب معمول اپنی آنتیں پیٹ سے باہر نکال کر دھو رہے ہیں۔ اور بے شمار مخلوق آپ کے درشن کے لئے ارد گرد جمع ہے۔ حضرت کبیر ملک العشاق رح نے فرمایا کہ یہ مظاہرہ شہرت کے لئے تو اچھا ہے۔ مگر اس سے دل کی صفائی نہیں ہو سکتی' یہ فرمایا اور وہاں سے چل پڑے۔

باوا سیتل پوری رح جب اپنی آنتوں کو دھونے کے بعد پیٹ میں سے

گئے تو وہ درست نہ بیٹھیں اور سخت تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔ آپ
نے تاڑ لیا تھا۔ کہ وہ مسلم درویش مجھ کو کیا کہہ کر گئے ہیں۔ اس
وہ حضرت کبیر ملک العشاق رح کے آستانہ مبارک پر پہنچے اور قدم
ہوئے۔ حضرتِ اقدس رح نے انہیں ایک نظر میں معمور فرما دیا۔ او
پھر ایک خلعت خلافت سے بھی نوازا۔

حضرت کبیر ملک العشاق رح کے وصال کے بعد آپ حضرت
قدس محبوب الٰہی شاہ سکندر رح کے عہد مبارک میں حیات رہے
کا سنِ وصال ۹۸۳ھ مطابق ۱۶۲۲ء ہے۔ اگرچہ آپ حض
کبیر ملک العشاق رح کے خلفاء سے ہیں۔ مگر اہلِ ہنود نے ان کے
وصال پر انہیں ہندو ہی تصور کیا۔ آپ کی مڑھی حضرت کبیر ملک
العشاق رح سے تھوڑے فاصلہ پر ایک تالاب کے کنارے وا
ہے جہاں ہر سال اہل ہنود اعتقاداً درشن کے لئے حاضر ہوتے

منبع جود و سخا ہے مرجع ہر خاص و عام   قطب العالم شاہ موسیٰ بو المکارم کا مقام
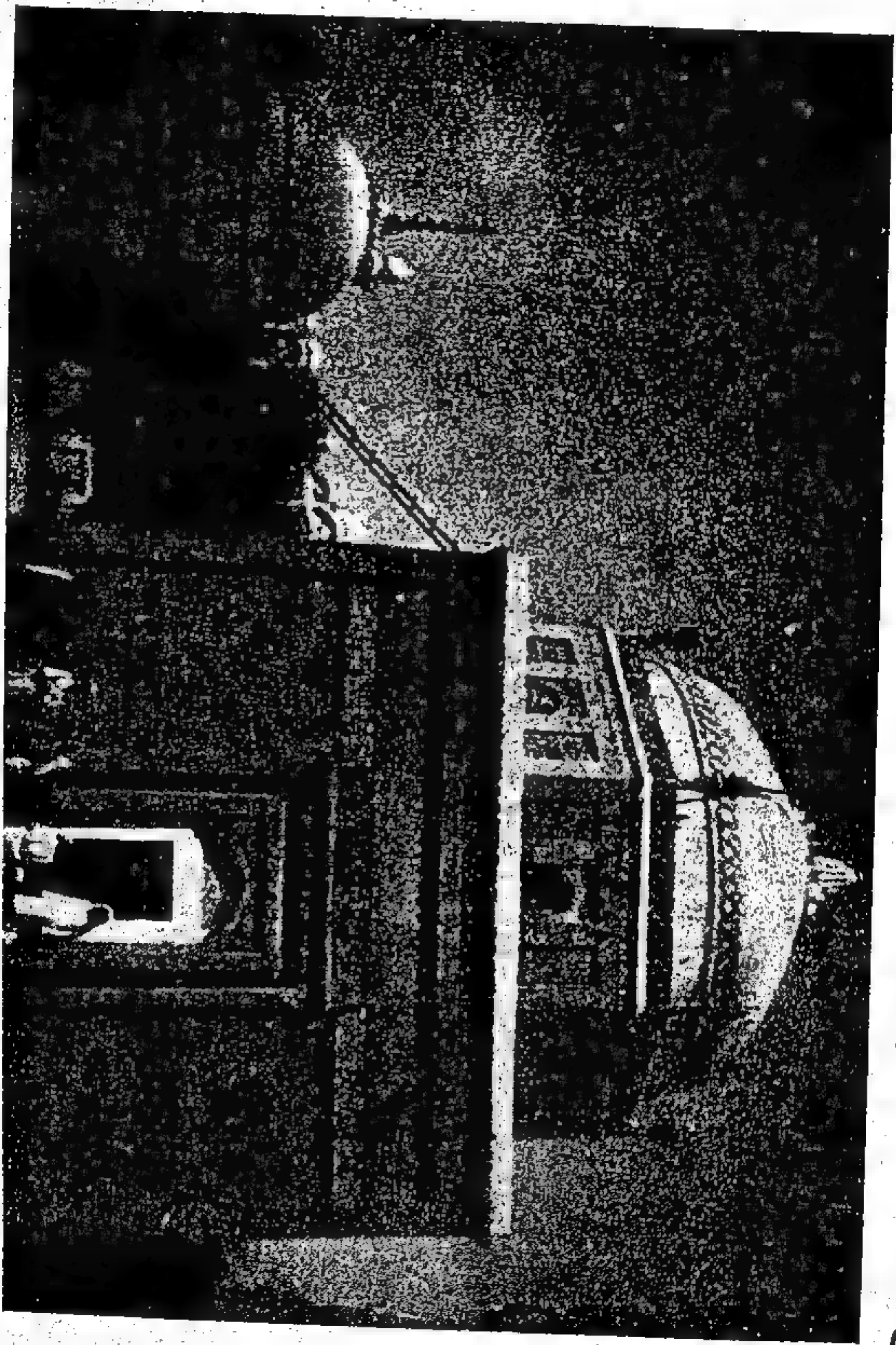
[illegible] حضرت قطب الدین شاہ [illegible] ابو المکارم رحمتہ اللہ علیہ

ذکرِ خیر حضرت شاہ قطب الدین ابوالمکارمؒ

حضرت شاہ قطب الدین ابوالمکارم ملقب بہ شاہ موسیٰؒ حضرت کبیر ملک العشاقؒ کے دوسرے فرزند ارجمند اور خلفاء سے ہیں۔ ابتدا سے ہی آپ ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہا کرتے تھے اور آپ کی کرامات و خوارق کا چرچا عام ہوگیا تھا۔ چونکہ اس کتاب میں عدم گنجائش کی بنا پر آنحضرت کے سوانح حیات درج نہیں کئے جارہے ہیں۔ اس لئے آپ کی فضیلت، کمالات باطنی اور فضل و کرامت کے اظہار کے لئے یہی اجمال کافی ہے کہ آپ حضرت کبیر ملک العشاقؒ کے صاحبزادے اور خلفاء سے ہیں۔

آپ کو ولایت قبولہ شریف حضرت کبیر ملک العشاقؒ کے فرمان کے مطابق ہی عطا ہوئی تھی۔ اس علاقے میں آپ کی فیض رسانیاں اور لطف افزائیاں عام تھیں، ہزاروں قلوب آپ کی نگاہِ کرامت آثار سے نور سے کر جگمگا اٹھے۔ اور پھر ان منور قلوب سے دور دور روشنی پھیلی۔

آپ کا مزار شریف بھی اسی جگہ ہے۔ جہاں ہر سال ہزاروں

عقیدت مند حاضری دے کر دلوں کو تسکین دیتے ہیں۔ اور
اپنی روحانی تشنگی کو دُور کرتے ہیں۔ اس وقت آپ کا خاندان
ہی درگاہ مبارک پر سجادہ نشین ہے۔ مزارِ مبارک پر ہر سال
آپ کا عرس شریف منایا جاتا ہے۔
آپ کا وصال ۲۵ رماہِ رمضان المبارک ۹۸۵ھ میں ہوا
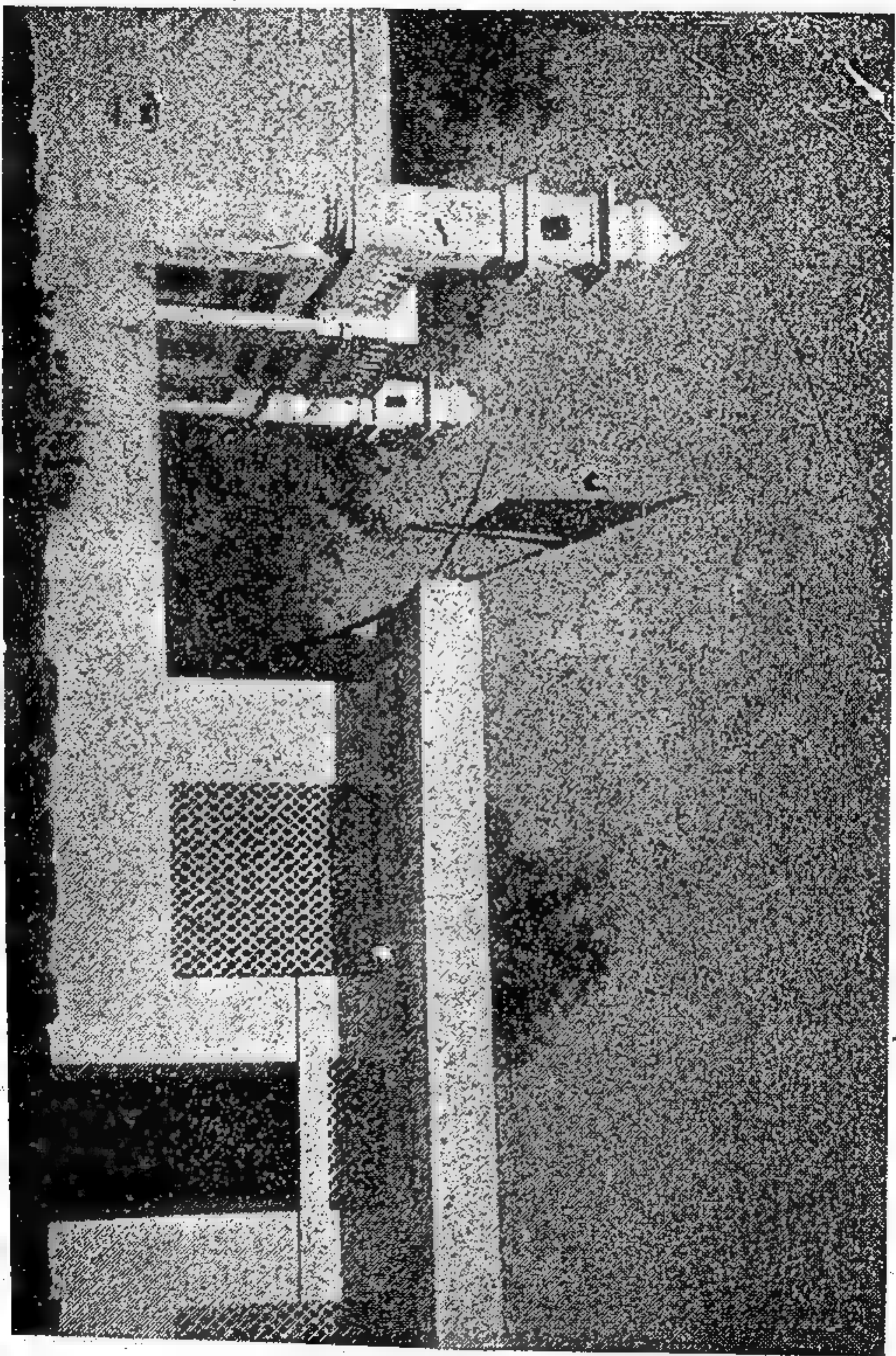
روضہ مبارک زبدۃ العارفین حضرت شیخ طاہر بندگی قادری رحمتہ اللہ علیہ

(لاہور)

ذکرِ خیر حضرت طاہر بندگی لاہوریؒ

کاشفِ اسرارِ نہانی و مبدۂ فیض ذکرم حضرت طاہر بندگی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ حضرت رئیس محبوب الٰہی شاہ سکندر قادریؒ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ کن حالات میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ذریعہ حضرت طاہر بندگیؒ کی رسائی حضرت رئیس الاولیاء محبوب الٰہیؒ کی سرکار میں ہوئی۔ اور پھر حضرت والا نے انہیں خلعت سے سرفراز فرمایا۔ آپ عام طور پر پیر کی درگاہ میں حاضر رہ کر چلہ کشی فرمایا کرتے تھے۔ اور پیر کے دربار کی حاضری کو مقدم سمجھتے تھے۔ آپ کے حالاتِ باطنی بہت بلند اور علومِ ظاہری میں یکتائے روزگار تھے۔ قرآن پاک آپ نے بچپن ہی میں حفظ کر لیا تھا۔ عقیدت کا یہ حال تھا کہ پیر کی خانقاہ میں ہزار عقیدت سے جاروب کشی کیا کرتے۔ اور پھر حضرت محبوب الٰہیؒ سے آپ کی محبت اور عقیدت اس قدر بڑھی کہ حضرت رئیس محبوب الٰہی کو ایک پل کے لئے بھی آپ کی جدائی مطلوب نہ تھی۔ جب راہِ سلوک کی منزلیں طے ہو گئیں، تو

آپ کو لاہور جانے کا حکم ملا۔ جدائی کے خیال نے آپ کو بہت پریشان کیا۔ اس پر حضرت رؤس محبوب الٰہیؒ نے فرمایا۔

"ظاہرا قرب روحانی کی راہ میں بعد مکانی حائل نہیں!"

آخر آپ لاہور کی قطبیت پر متمکن ہو گئے۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر سال اپنے درویشوں کی ہمراہی میں پیادہ پا حضرت رؤس محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں کیتھل شریف حاضر ہوتے۔ پیر کامل نے آپ کو ہدایت فرمائی تھی کہ بادشاہوں کے دربار سے ہمیشہ پرہیز کیا جائے اور یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ شیخ سرہندیؒ کے توسّل سے آپ کی رسائی ہمارے دربار میں ہوئی ہے اس لئے ان کے آداب کا لحاظ رکھیں اور ان کی صحبت میں بھی رہا کریں۔

اس ہدایت کی تعمیل میں آپ ہمیشہ بادشاہوں سے دور رہے اور سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی آپ کی زندگی کا واحد نصب العین رہا۔ آپ کسی سے نیاز و فتوح نہ لیتے تھے۔ خواہ کتنا ہی اصرار ہوتا۔

ایک مرتبہ حاکم لاہور نے بہت کوشش کی کہ آپ اس کے دربار میں تشریف لے جائیں۔ مگر آپ تشریف نہ لے گئے۔

حضرت شیخ آدم بنوریؒ نے جب آپ کا شہرہ سنا۔ تو بنور سے

پیادہ پا آپ کی خدمت میں لاہور آئے۔ اور سلسلہ قادریہ میں داخل ہو کر منصبِ ارشاد حاصل کیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے خدا سے یہ اجازت حاصل کر لی ہے۔ کہ جو میرے مزار کے اردگرد دفن ہوگا وہ جنتی ہوگا۔

آپ کی کرامات کا چرچا دُور دُور پھیل گیا تھا۔ اور آپ کے کشف وکرامات کا شہرہ عام ہو گیا تھا۔ ہزاروں پیاسے دل آپ کے جام سے سیراب ہوئے۔ اور ہزاروں گمراہ آپ کی ہدایت سے راہِ راست پر آئے۔

آپ کا وصال (عہد شاہجہان میں) ۸ رمحرم الحرام سنہ ۱۰۴۰ھ کو ہوا اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۶ سال کی تھی۔

قطعۂ تاریخ یہ ہے:۔

شیخ طاہر پاک باز و پاک دیں
اَوجِ عرفاں پر تھے مثلِ آفتاب
جب گئے دنیا سے، سالِ خاتمہ
ہو گیا روشن کہ روشن آفتاب
۱۰۴۰ھ

دوسری تاریخ وصال مفتی غلام سرور صاحب نے نکالی ہے

وہ یہ ہے :-

شیخ طاہر سراپا ظہور
کہ در شہر لاہور مثلش کم است
خرد بعد ترحیل آں شاہ دیں
بگفتا کہ سال وفاتش غم است
۱۰۴۰ھ

دیگر :-

شیخ طاہر اطہر دور زماں
ہست در لاہور زو فیض عمیم
گشت حاصل سرور بے چارہ را
سال ترحیلش زہادی عظیم
۱۰۴۰ھ

آپ کے خلفاء کرام یہ ہیں :-

۱۔ حضرت شیخ ابو محمدؒ قادری لاہوریؒ
۲۔ حضرت شیخ صوفی قادری دہلویؒ
۳۔ حضرت شیخ ابو القاسم قادریؒ جن کا مزار جدہ شریف میں ہے
۴۔ حضرت شیخ مکھن مست لاہوریؒ اور شیخ آدم بنوریؒ۔

مزار شریف مزنگ لاہور میں میانی صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اور آج بھی ہر خاص و عام کی زیارت گاہ ہے۔

ذکرِ خیر حضرت شیخ سجنؒ

تاجدارِ عقیدت اور شہریارِ ارادت حضرت شیخ سجنؒ کو حضرت کبیر ملک العشاقؒ سے انتہائی ارادت اور محبت تھی۔ آپ حضرتِ اقدسؒ کے محرمِ خاص اور خلیفہ تھے۔ خلوت و جلوت میں حاضر رہتے تھے۔ اور بارگاہِ کمالی میں لوگوں کی عرض و معروض اکثر آپ ہی کے توسّل سے پیش ہوا کرتی تھی۔ علاوہ ازیں آپ لنگر خانہ کے داروغہ بھی تھے۔

حضرت کبیر ملک العشاقؒ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح اس جنگل میں آپ کا واسطہ حضرتِ اقدسؒ سے ہوا۔ اور پھر آپ حضرتِ اقدسؒ کے حلقۂ ارادت میں آ گئے۔

آپ کا مزار شریف حضرت اقدسؒ کے روضۂ مبارک کے جنوب میں بائیں طرف اسی احاطے میں ہے۔ زیارت کرنے والے حضرتِ اقدسؒ کے روضے کی حاضری کے بعد آپ کے مزار شریف کی زیارت بھی کرتے ہیں۔

ذکرِ خیر حضرت مخدوم شاہ محبّ اللہ الیاس زہدی قادری رح

شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مخدوم شاہ محبّ اللہ زہدی قادری رح
حضرت روشن محبوب الٰہی شاہ سکندر کیتھلی رح کے صاحبزادے اور خلیفہ ہیں۔

آپ بچپن سے صاحب کرامت اور محرم باطن تھے۔ ریاضت، عبادت اور مجاہدے میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ کشف و کرامات میں مشہور و معروف تھے۔ اور بیشمار مخلوق آپ کے فیض و کرم سے مراد کو پہنچی۔

جب آپ کے وصال کا وقت آیا۔ تو ایک مجذوب آپ کی عیادت کے لیئے آ رہے تھے مگر راستے میں آنجناب کے وصال کی خبر سنی تو اس مجذوب نے فوراً ہی کہا۔

"الحمد للہ! دوست دوست کے پاس پہنچ گیا۔"

آپ کی تاریخ وصال "با خدا پیوست" سے برآمد ہوتی ہے۔ جو یکم محرم الحرام ۱۰۸۶ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۶۷۵ء ہے۔

مزار شریف حضرت روشن محبوب الٰہی کے روضہ مبارک کے اندر واقع ہے۔

حضرت طاہر بندگی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت روشن محبوب الٰہی کے دونوں صاحبزادے جواہر کے ٹکڑے ہیں جو صغر سنی ہی میں عالی مقامات پر پہنچ گئے تھے۔

ذکرِ خیر حضرت شاہ گدا رحمان عباس رحمۃ اللہ علیہ

سرتاجِ کرامت، اختر طریقت حضرت شاہ گدا رحمان عباس ثانی حضرت رئیس محبوب الٰہی شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور خلیفہ ہیں خوردسالی ہی میں مراتب کمال حاصل کر چکے تھے آپ کے زہد و ورع اور تصرف باطنی کا عام چرچا ہو گیا تھا۔ عشق و محبت میں آپ کو خاص مقام حاصل ہے۔ آپ کے مریدین کی تعداد بے شمار تھی۔ اور آپ کی ذات بابرکت سے مخلوق کو بے انتہا فائدہ پہنچا۔ آپ کے لئے مرشدِ کامل کی ہدایت تھی کہ آپ اپنی خانقاہ کو تختِ سلطنت اور بوریا کو مسندِ شاہی سمجھیں، مسندِ ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد تمام دن حدیث اور فقہ کا درس دیتے اور شب کو طالبانِ حق کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے۔

روایت ہے کہ آپ کا ایک مرید حج کے لئے گیا۔ جہاز بھنور میں پھنس گیا۔ اس نے منت مانی کہ اگر اس مصیبت سے بچ جاؤں تو ہزار روپے مرشدِ کامل کی خدمت میں پیش کروں گا۔ خدا کے فضل سے جہاز بھنور سے نکل گیا۔ اور مرید بخیر و خوبی حج سے واپس آگیا اور اس نے پانچسو روپے بطور نذر پیش کئے۔

آپ نے فرمایا "تم نے تو ایک ہزار روپے کی نذر مانی تھی نصف کیوں دیتے ہو"

وہ مرید بہت شرمندہ ہوا۔ اور اس نے بقایا پانچ سو روپے بھی پیش کر دیئے۔

ذکرِ خاندانِ عالیہ کمالیہ سکندریہ قادریہ

اب اس خاندانِ عالیہ کمالیہ سکندریہ قادریہ کے بزرگوں کے حالات درج کیے جاتے ہیں جو حضرت شاہ سکندر محبوب الٰہی قدس الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر موجودہ حضرت قبلہ میاں علی احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی تک پشت بہ پشت پہنچا ہے۔ یہ خاندانِ عالیہ حضرت شہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ سکندر رؤس الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی جائے استراحت کیتھل شریف کو صدر مقام قرار دیتے ہوئے آج تک مخلوق کی روحانی اور باطنی تربیت میں سرگرم عمل رہا ہے۔ حضرت رؤس الاولیاءؒ کے صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ محبّ اللہ الیاس زندیؒ کے حالات صفحہ ۲۸۴ پر بیان کیے جا چکے ہیں۔ پھر اعلیٰ حضرت سے یہ سلسلۂ خاندان جس طرح جاری ہوا ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت محمد شاہ علی زندہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم شاہ محبّ اللہ الیاس زندیؒ کے بے وقت وصال

سے دنیائے تصوف میں ایک خلا محسوس ہونے لگا تھا۔ جس کا پورا
ہونا بظاہر محال ہی نظر آتا تھا۔ کیونکہ ایک بہتا ہوا چشمۂ فیض یکدم رک
گیا تھا۔ اور ایک رحمت کا دروازہ دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو گیا تھا۔ کہ
خدائے کارساز نے اس خلا کو پورا کرنے کے لئے حضرت محمد شاہ علیؒ
زندہ ولیؒ کو منتخب فرمایا۔ اولیائے عظام کا کہنا ہے کہ مقامات تصوف
وسلوک میں حضرت شاہ سکندر رئیس الاولیاءؒ کے بعد آپ کی ذات
گرامی ہی نظر آتی ہے۔

آپ بچپن ہی سے متقی و پرہیزگار واقع ہوئے تھے اور اسی لئے
تھوڑے ہی عرصے میں آپ کا شہرہ حدودِ ہند کو پھاند کر دیگر ممالک
میں داخل ہو گیا تھا۔ آپ نے کم عمری ہی میں حدیث۔ فقہ۔ اصول
معقول و منقول کی تحصیل کی۔ ابھی انیس سال کے تھے کہ علمائے کرام
ہو فیائے کبار اور متکلمین وقت آپ سے مطالب حدیث و فقہ سمجھنے
کے لئے آتے اور ایک دل نواز تاثر لے کر لوٹتے۔ نیز آپ نے
مجاہدہ و ریاضت میں وہ نام پیدا کیا کہ احاطۂ بیان سے باہر ہے
اسی لئے حضرت شاہ محب اللہ الیاس زہدیؒ نے آپ کو خرقۂ
خلافت مرحمت فرمایا۔

آپ کا طریق:۔ صبر و شکر اور تسلیم و رضائے الٰہی تھا۔ فقر و فاقہ

آپ کو بہت عزیز تھے۔ اور خودی کے دامن کو کسی صورت میں بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اِن اوصاف کی تلقین مریدین کو اکثر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا قول ہے کہ دولت فقر کے سامنے ارض وسمٰوات بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ آپ پہ ہر وقت عالم استغراق طاری رہتا تھا۔ اِسی وجہ سے آپ مخلوق اور آبادی سے دور رہنا پسند فرماتے تھے جب مریدین و معتقدین کا تقاضائے دیدار بہت شدید ہو جاتا تو آپ حجرے سے باہر تشریف لاتے۔ آپ کے انتہائی تجرد و استغراق سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ کا دل دنیا کی ہر شئے سے سرد ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ شادی کرنے سے بھی احتراز کئے ہوئے تھے۔ اس صورتِ حال سے اہلِ عقیدت کو سخت تشویش تھی۔ وہ بار بار اس بارے میں عرض کرتے۔ مگر آپ التفات نہ فرماتے ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے موقعہ پا کر عرض کیا۔ کہ یا سیدی۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آئندہ یہ سلسلہ فیضان کُلی طور پر ختم ہو جائے گا۔ اور ہم ایک باعظمت و باکمال خاندان کے فیضان سے محروم ہو جائیں گے۔ وہ خاندان جس کی نظیر ہندوستان تو کیا بیرونی دنیا میں بھی ملنا ناممکن ہے اس پر آپ شادی پہ رضامند ہو گئے اور کیتھل شریف کے قریب

جوار کے ایک رئیس خاندانِ سادات میں آپ کی شادی ہو گئی جب
دلہن سسرال آئی تو اُس نے یہاں فقر و فاقہ کو اصلی رنگ میں پایا
دلہن نے میکے جا کر کہرام مچا دیا کہ مجھے اُس کے حوالے کر دیا ہے
جس کے ہاں اکثر فاقہ رہتا ہے اور اپنا کھانا بھی خود تیار کرنا پڑتا ہے
گھر کے برتنوں کو توے سے لیکر چمٹے تک ہر روز باہر سڑک پر رکھ
دیا جاتا ہے۔ تاکہ کوئی ضرورت مند لے جائے۔ کہا یہ جاتا تھا کہ دولہا
ہم سے بھی زیادہ دولت مند ہیں۔ دلہن کے والد نے بیٹی کو سمجھا
کہ اُن کی دولت فی الواقعہ ہم سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ اور ہم اُن
کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ جب دلہن واپس سسرال آئی
تو اپنے ساتھ کچھ اشرفیاں بھی لائی۔ تاکہ خانگی اخراجات کی کفالت
ہو جائے۔ اور اُن اشرفیوں کو حجرے میں دفن کر دیا۔ حضرت ممدوح
جب باہر سے تشریف لائے۔ فرمانے لگے کہ اس حجرے سے آج
دُنیا کی بُو آ رہی ہے۔ اور پھر آپ نے اُسی جگہ پاؤں مارا جہاں اشرفیاں
دفن تھیں۔ اور اشرفیاں باہر نکل آئیں۔ پھر آپ نے ان اشرفیوں کو
محتاجوں میں تقسیم کرا دیا۔ اگلے روز نماز فجر سے فراغت پاکر آپ نے
بیوی کو اپنے مصلے پر بلایا اور فرمایا کہ دیکھو یہ کیا ہے۔ اور پھر مصلے
کا ایک کونہ اُٹھا دیا۔ بیوی نے دیکھا کہ ایک سمندر کے کنارے

یک عالی شان محل ہے جو ساز و سامان سے پوری طرح آراستہ ہے
ور اُس کے ایک کونے میں اشرفیوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ بیوی
کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ حضرت نے فرمایا کہ قدرتِ کاملہ نے مجھے
اپنے خزانۂ غیب سے بہت کچھ عنایت فرمایا ہے۔ اس پر موصوفہ
نے جواب دیا کہ اب مجھے آپ کے سوا کسی کی حاجت نہیں۔ جب
آپ کا یہ رنگ ہے تو مجھ کو بھی یہی رنگ پسند ہے۔ شعر

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ انکو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

آپ نے سلسلۂ قادریہ کو بے حد فروغ بخشا۔ بیشمار غیر مسلم
آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر دولتِ اسلام سے مالامال
ہوئے۔ اس سلسلے میں ایک روایت ہے کہ ایک ہندو جوگی
ریب ناتھ تلاشِ حق میں سرگرداں تھا۔ اُسے کوئی ایسا مردِ حق نہ ملا
جو اُس کی تسلی و تشفی کر سکتا۔ وہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا
تو ایمان لے آیا۔ اور پھر جلوت و خلوت میں آپ کی خدمت میں حاضر
رہنے لگا۔ کچھ دنوں بعد آپ نے اُسے شادی کرنے کا حکم دیا تو
اس نے ضعیف العمری کا عذر کیا۔ اور عرض کی۔ یا سیدی۔ مجھ کو
جو آپ کی تمنا تھی وہ پوری ہو گئی۔ آپ نے پھر وہی حکم دیا تو اس نے

شادی کرلی - ایک روز آپ نے فرمایا کہ ایک سیر آٹا لاکر ہمارے لنگر
میں شامل کردو - پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک فرزند عطا کرے گا
پیش گوئی پوری ہو گئی - آئندہ سال آپ نے فرمایا کہ تیری اولاد بڑھتی
گی - جب تک فی کس ایک سیر آٹا سالانہ لنگر میں شامل کرتی رہے
یہ پیش گوئی بھی پوری ہوئی - اس نو مسلم کی اولاد تقسیم ملک کے وقت
تک آستانے کے لنگر میں آٹا شامل کرتی رہی -

حضرت موصوف دل آزاری کو گناہ کبیرہ تصور کرتے تھے - جب
کبھی کسی حاجت مند کو دیکھتے تھے تو بے چین ہو جاتے تھے - اور کبھی
سوالی کو خالی لوٹنے نہ دیتے تھے - آپ فرمایا کرتے تھے کہ کسی پر رحم
کرنے کا فعل خود اس انسان کی روز قیامت میں شفاعت کرے گا
ایک دفعہ اس جوگی نے حضرت خواجہ اجمیری کے آستانۂ عالیہ پر حاضر
ہونے کی تمنا ظاہر کی - آپ نے منظوری دے دی - وہ ایک قافلہ
میں شامل ہو گیا اور اجمیر شریف کی راہ لی - ریواڑی کے مقام کے
قریب ایک نقاب پوش ظاہر ہوا اور اس نے جوگی سے پوچھا کہ کہاں
جا رہا ہے ؟ جوگی نے جواب دیا - یہ خواجۂ اجمیر کی زیارت کو جا رہا ہوں
نقاب پوش نے کہا کہ واپس چلا جا - اور تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے
مگر جوگی نہ مانا - چوتھی مرتبہ نقاب پوش نے سختی سے کہا کہ تجھ کو کہا

ہے کہ واپس چلا جا۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ جوگی کو معلوم ہوگیا کہ خود خواجۂ اجمیر
میں جو فرمارہے کہ ہم وہاں ہی ہیں جہاں سے تو آرہا ہے۔ جا اور آپ سے میرا سلام
دے۔ جوگی واپس آگیا اور اس نے تمام ماجرا حضرت سے من وعن بیان کر
دیا۔ پھر عرض کیا کہ حضرت آپ نے مجھے پہلے ہی کیوں نہ منع کر دیا تھا حضرت
نے جواب دیا کہ تم بے حد مشتاق تھے اس لئے منع نہ کیا تھا۔ آپ کے وصال
کے بعد بھی جیسا کہ اہل حال بیان کرتے ہیں آپ سے بہت سی کرامات ظہور
پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ جس کی بنا پر آپ کو زندہ ولی کے لقب سے یاد
کیا جاتا ہے۔

آپ کے معتقدین اور مریدین کی اچھی خاصی تعداد بلادِ ہند کے علاوہ
ممالک غیر میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ جہاں وہ لوگ دین اسلام کی اشاعت
میں سرگرم عمل ہیں۔ آپ کے خلفا کی تعداد آٹھ بیان کی جاتی ہے۔ جن
میں سے حضرت ملوک شاہ غازی بہت مشہور ہوئے ہیں۔ ان کا مزار
مبارک نوابین بہاولپور کے مشہور محل "نور محل" کے قریب واقع ہے۔
آپ نے ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۰۱ھ میں وصال فرمایا۔ ایک مرید نے آپ
کی تاریخ وصال " زہے عاشق حبیب معشوق الٰہی " سے نکالی ہے۔ آپ
کا مزار مقدس رئیس الاولیاء حضرت شمس شکندر قادری کے مزار مطہر کے
احاطے میں شمال مغربی جانب واقع ہے۔ جہاں سامنے ہی کتبے پر ذیل

کا شعر مرقوم ہے

محمد شاہ علی روشن ضمیر است
زپا افتادگان را دستگیر است

حضرت شاہ کبیر الدین عابد رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ کبیر الدین عابدؒ حضرت محمد شاہ علی زندہ ولیؒ کے خلف الرشید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے بچپن ہی میں سلوک و تصوف کی تمام منزلیں طے کر لی تھیں۔ اور سن بلوغ کے پہنچنے تک جید عالم اور کامل ہو چکے تھے۔ آپ کی بزرگی کو علمائے ظاہر و باطن دونوں نے تسلیم کیا۔ اتباعِ سنت کا از حد خیال رکھتے تھے۔ عمر بھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام کے اسوۂ حسنہ کی تقلید میں رہے۔ اور دوسروں کو اس راہ پر چلنے کی تلقین کرتے رہے۔ عشق الٰہی کے استغراق کو عین ایمان سمجھتے تھے۔ اپنے والد بزرگوار کی تلقین کہ "بیٹا عشق کرو۔ عشق ہی دنیا بنی ہے" پر عمل پیرا رہے۔ زہد و عبادت کا یہ حال تھا کہ چھ ماہ مراقبے کی حالت میں گذر جاتے تھے۔ عبادت و ریاضت کی کثرت سے ٹانگیں متورم ہو جاتی تھیں۔ خوراک کا یہ حال تھا کہ

کئی ماہ بغیر کھائے پئے گذر جاتے تھے۔ اسی لئے آپ عابد کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کو طبعاً دنیا سے نفرت رہی۔ عبادت الٰہی میں ایک گھڑی کے عرصے کو ایک زندگی کا عرصہ سمجھتے تھے لوگوں کے مجمع سے ہمیشہ گریز رہا۔ کیونکہ گمنامی کی زندگی بہت پسند تھی۔ اسی لئے تمام زندگی حجرے ہی میں گذار دی۔ جب کبھی حجرے سے باہر تشریف لاتے تو مریدین و معتقدین کو عبادت و ریاضت الٰہی کی تلقین اور اس دنیا سے نفرت کی ہدایت فرماتے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کے اس زہریلے سانپ سے بچو کہ جب یہ کاٹ کھاتا ہے تو ڈسے ہوئے کو دوسرا سانس لینے کی مہلت نہیں ملتی۔ آخر یہ سرچشمہ علم و عمل اور منبع فیض و کرامت ۹ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔ مزار مقدس اپنے والد ماجد کے قریب ہی واقع ہے۔

حضرت سلطان الاعظم شاہ محمد بالا ماہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی شاہ محمد رح ہے۔ سلطان الاعظم اور بالا ماہ لقب ہیں۔ شاہ کبیر الدین محمد عابد کے فرزند دلبند ہیں۔ آپ نے ارادت و خلافت اپنے والد ماجد سے ہی حاصل کی۔ فیض و کرامت میں یگانہ

روزگار ہوئے۔ اور اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی شمار کئے گئے
بچپن ہی تھا کہ علومِ دینوی کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ علومِ ظاہری
میں بھی وہ دستگاہ حاصل ہوئی کہ آپ کا شہرہ دور دور ہو گیا۔ انہی
ایام میں ایک ایرانی بزرگ آستانۂ عالیہ پر حاضری کے لئے آئے۔ وہ
آپؒ سے بھی ملے۔ گفتگو کے درمیان اس بزرگ نے کچھ پیچیدہ مسائل
کا تذکرہ کیا۔ اور آپ سے ان کی تشریح طلب کی۔ آپ نے ان
مسائل کو کچھ اس طرح سمجھایا کہ وہ بزرگ دنگ رہ گئے۔ کہ آپ
اس عمر میں اس قدر عقل وشعور اور فہم وذکا سے آراستہ ہیں۔ چنانچہ
اس بزرگ نے آپ کے والد مکرم سے فرمایا کہ یہ خورد سال بچہ اعلیٰ
مناصب پر فائز ہو گا۔ اس کی پرورش خاص طریقے پر کیجئے کیونکہ اس
کی پرواز بالائے ماہ (یعنی چاند کی حدود سے آگے) ہو گی۔ بعد کے
واقعات نے یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری کر کے دکھائی۔ اولیائے
عظام کی کتب سے روایات ملتی ہیں۔ کہ کئی صوفیائے کرام نے آپ
کو حضرت عبدالقادر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پہ حاضری
دیتے ہوئے دیکھا۔ درحالیکہ آپ نے بغداد شریف کا سفر نہیں
کیا تھا۔ جب کبھی آپ سے اس امر کے بارے میں دریافت کیا گیا
تو آپ نے ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال دیا "ہاں کچھ ایسا ہی ہے"۔ چند

واقعات اور ملتے ہیں کہ آپ آسمان و زمین کے خلا کے درمیان چند مردانِ غیب سے ملاقی ہوئے۔ اس بنا پر آپ کا لقب بالائے ماہ پڑ گیا۔ جو گردشِ روزگار اور حوادثِ زمانہ کی نذر ہو کر "بالا ماہ" بن گیا۔ اور اب یہی زبان زدِ عام ہے۔

آپ صبر و شکر، زہد و تقویٰ اور فقر و فاقہ میں لاثانی و بے نظیر تھے ہر دم یادِ الٰہی اور عشقِ خداوندی میں مستغرق رہتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی علم و فضل کے زیور سے بھی بخوبی آراستہ تھے۔ بچپن ہی میں دور دراز کے لوگ آپ سے مسائل کا حل دریافت کرنے کے لئے راستے کی صعوبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کر کے آیا کرتے تھے۔ آباؤ اجداد کے خصائل یعنی اہلِ دنیا سے بے تعلقی و گوشہ نشینی اور اتباعِ سنت و پابندیٔ شریعت آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔ حجرۂ شریف سے باہر بہت کم آتے۔ جب باہر آتے تو طالبانِ حق آپ کا احاطہ کر لیتے۔ ہر وقت در دولت پر مشائخین و اولیائے عظام کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ اس محفل میں جب کبھی آپ شرکت فرماتے ہر موضوع پر گفتگو ہوتی اور تشنگانِ علم و معرفت سیراب ہو جاتے۔

آپ ۲۱ رمضان المبارک ۷۶۹ھ میں ملکِ بقا کی جانب پرواز فرما گئے۔ آپ کا مزار شریف بھی حضرت رئیس الاولیاء محبوبِ الٰہیؒ کے مزارِ مقدس کے احاطے میں واقع ہے۔

شمس العارفین حضرت شاہ حسن الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ محمد بالا ماہ سلطان الاعظمؒ کے فرزند ارجمند اور خلیفہ تھے علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل اپنے والد محترم سے کی۔ حدیث و فقہ۔ تفسیر و فلسفہ کی تحصیل سے اوائل جوانی ہی میں فارغ ہو گئے تھے۔ اور ان علوم میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ جب آپ کا شہرہ مقامی حدود کو پھاند کر دیگر بلادِ ہند میں پہنچا تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کیتھل شریف تشریف لائے۔ آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور اس خاندان کے تبرکات و ملفوظات کی زیارت سے لطف اندوز ہوئے۔ اور پھر ان الفاظ میں اپنے تاثر کا اظہار کیا "جو علم و فضل اس خاندان میں ہے وہ اس وقت بلادِ ہند تو کیا دیگر ممالکِ عرب میں بھی نہیں۔ واقعتاً خاندانِ سکندری الکمالی ایک چشمہ علم و فضل و دانش ہے اور دیگر تشنگان حضرت شمس العارفین کا طریقہ عبادت و ریاضتِ الٰہی تعلیم و تلقین اور خدمت خلق تھا۔ آپ ہر لمحہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے اور بدی سے باز رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔ علماء مشائخ کی مجلسیں اور محفلیں لگی رہتی تھیں۔ ہر موضوع پر گفتگو ہوتی تھی۔ حدیث۔ فقہ۔ فلسفہ علم ادب۔ اصول و منقول اور مسائل دینوی پر انکشافات ہوتے اور ہر

انکشاف کی دَرپردہ علمی و روحانی مقتضیات کو بیان کیا جاتا۔ بحث و تمحیص میں دینی موضوعات کی کثرت ہوتی تھی مگر دنیاوی معاملات بہت کم ہوتے تھے۔ آپ کے مریدین بلادِ ہند و پاک کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ احوالِ خودی و فقر پر آپ کا پورا عمل تھا۔ نذر و نیاز بکثرت آتے تھے۔ جو قبول ہوتے تھے۔ وہ محتاجوں میں تقسیم ہو جاتے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ "فقیر کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ اُسے تو خدا اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کا سہارا کافی ہے۔"

حضرت شاہ حسن الدین واقعتہً شمس العارفین ہوئے ہیں۔ شمس کی طرح شدّت و تیزی آپ کی طبیعت کا خاصہ تھی۔ سلسلہ کمالیہ سکندریہ کوئی خلیفہ اس قدر جلالی نہیں ہوا۔ ویسے بھی آپ علوم ظاہری و باطنی میں اپنے دور کے اولیا و عارفین پر سبقت لے گئے۔ اس لئے آپ شمس العارفین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ تصرفِ باطنی میں آپ کو بے پناہ شہرت حاصل تھی۔ اکثر حالتِ جذب میں رہا کرتے تھے۔ اور اس حالت میں جس پر نظر پڑ جاتی تھی وہ فوراً بے ہوش ہو جاتا تھا۔ یعنی کسی کو ہمت نہ تھی کہ حالتِ جذب میں آپ کے سامنے آئے۔ گوشہ نشینی و گریہ وزاری آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اپنے اسلاف کی طرح آبادی سے باہر حجرے میں رہا کرتے تھے۔

حجرے کے باہر لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ جوشِ کرامت کے سبب آپ کے چہرے سے ہر وقت رعب وجلال برستا رہتا تھا۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے کسی شخص کو مجال نہ تھی کہ آنکھ اٹھا کر آپ کی طرف دیکھ سکے یا آنکھ ملا کر گفتگو کر سکے۔ اگر کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرتا تو رعب وجلال کی تاب نہ لا کر نظریں جھکا لیتا۔

گیارہ جمادی الاوّل ۱۲۰۸ھ کو اجل نے اپنے سیاہ گیسو بکھیر دیئے اور اس فرشتہ سیرت اور نیک طینت انسان کو اپنے آغوش میں لے لیا۔ آپ بھی رئیس الاولیاء حضرت شاہ سکندر قادریؒ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

سلطان العارفین سید محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان العارفین حضرت شہ حسن الدینؒ کے صاحبزادے تھے۔ انہی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ خاندانی روایت کے مطابق ابتدائی ایام زندگی میں ہی علوم متداولہ کے علاوہ علوم دینی میں بھی پوری دستگاہ حاصل کی۔ علوم دینی میں حدیث و فقہ سے خصوصی دل چسپی تھی۔ اور فلسفہ کے ساتھ اچھا خاصہ شغف تھا

مشہور ہے کہ آپ نے بیشتر مسائل فلسفہ کو اپنے انداز میں سمجھا کر اس فن میں جدت طرازی سے کام لیا۔

آپ بچپن ہی میں نہایت فہیم و ذہین ہونے کے سبب مخلوق کی توجہ کا مرکز بن گئے تھے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ تحصیل علم کے دوران بعض اوقات اپنے اتالیق کو بھی حیران و ششدر کر دیتے تھے۔ اور پیچیدہ مسائل کو نہایت خوش اسلوبی سے حل فرما دیا کرتے تھے۔

خاندان کمالیہ سکندریہ قادریہ کا ایک امتیاز یہ بھی رہا ہے کہ اس نے زہد و عبادت کو کسی صورت میں بھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ بچپن ہی سے علوم ظاہری کے حصول کی فکر ہو جاتی ہے۔ جہاں سن بلوغ کو پہنچے عبادت و ریاضت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور سلوک و تصوف کی مہمات میں داخل ہوئے۔ بیشتر حضرات نے تو کم سنی ہی میں ان خصائص میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ حضرت موصوف نے بھی بچپنے میں ریاضت و عبادت کا شغل اختیار کیا۔ اور سن بلوغ تک سلوک و تصوف کے تمام مقامات طے کر کے اجل صوفیا و علماء میں شمار ہوئے۔ والد مکرم کے زمانے میں دوران مجلس علما و صوفیا سے بحث و مباحثے میں الجھ پڑتے تھے اور عجیب عجیب رموز بیان کر جاتے تھے۔ چند دنوں میں آپ کی شہرت دور دراز علاقوں میں جا پہنچی اور تشنگان علم و کمال آ آ کر آپ کے

سرچشمے سے پیاس بجھانے لگے۔

اگرچہ آپ ہمہ وقت کیفیات و تصورات میں مستغرق رہتے تھے۔ مگر درویشوں اور فقیہوں کا ہجوم در دولت پر برابر لگا رہتا تھا۔ ایک چشمۂ فیض تھا جو ابل رہا تھا۔ ایک ابرِ کرم تھا جو برس رہا تھا بادہ کشانِ معرفت اور میگساران طریقت جام پر جام پی رہے تھے۔ اور اپنی اپنی مراد کو پہنچ رہے تھے۔ خشیتِ الٰہی اور حبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے قلب پر وہ اثر ڈال دیا تھا۔ کہ جب کبھی حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر ہوتا یا آپ تلاوتِ قرآن کریم میں مشغول ہوتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کا طوفان امڈ آتا۔ یہ رقتِ قلب دردمندی کے روپ میں کئی کارنامے بھی دکھا گئی۔ یعنی کئی مرتبہ کشف کی حالت میں آپکو بعض محتاجوں کا پتہ چلا اور آپ نے ان کی مدد فرمائی۔ رحم و کرم کا یہ حال تھا کہ جو سائل آپ کے در پر آیا خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔

آخر وہ گھڑی آن پہنچی جس کے تصور سے آپ اکثر کانپ اٹھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے "ربِّ قادر کو کیا منہ دکھاؤں گا"۔

۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۲۶۱ھ ہجری کو آپ یہ جہانِ فانی چھوڑ کر اس حی و قیوم سے جا ملے۔ اور احاطۂ رئیس الاولیاء حضرت شہ سکندر

قادری میں داخل ہوتے۔

قبلۂ عالم حضرت شاہ سید علی سیدؒ رحمتہ اللہ علیہ

سلطان العارفین حضرت سید محمد علی شاہؒ کی نزع کے وقت احباب متفکر تھے کہ آپ کے بعد آپ کے سجادے کا کون وارث ہو گا۔ اس سلسلے میں استفسار پر آپ نے فرمایا کہ سید علیؒ میرا جانشین ہو گا۔ اور پھر اسی وقت اپنے دستِ مبارک سے آپ کی رسم دستار بندی ادا فرمائی۔ اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت شاہ سید علی سیدؒ حضرت سلطان العارفین کے خلف الرشید تھے۔ علم و فضل کے لحاظ سے ایک جید عالم۔ عامل کی حیثیت سے ایک کامل اور ذہانت کے اعتبار سے وقت کے افلاطون شمار ہوتے اوائل عمر میں علوم دنیاوی سے استفادہ کیا اور پھر قرأت۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ اور فلسفہ اسلام کی تحصیل کی۔ ریاضت و مجاہدے میں وہ نام پیدا کیا جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

آپ کی شہرت دور دور جا پہنچی۔ علماء و مشائخ ہر مقام سے آتے۔ زیارت سے مشرف ہوتے اور دولت روحانی سے مالا مال ہو کر لوٹتے۔

فنِ تقریر میں بے پناہ دستگاہ حاصل تھی۔ عوام تو کیا علماء، مشائخ اور سرکردہ اہلِ صوف آپ کی شیریں بیانی پر فریفتہ تھے۔ مفسر کی حیثیت سے بھی آپ بہت مشہور ہوئے۔ حضرت شیخ عبد الحق مفسر تفسیر حقانی کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ انہوں نے آپ سے استفادہ بھی کیا ہے۔ وہ جب آستانے کی زیارت کو آتے تو آپ کے ہاں قیام فرمایا کرتے۔

آپ علم تصوف اور معرفت کے جامع اوصافِ ولایت سے متصف تھے۔ علماء مشائخ کا ہجوم در دولت پہ لگا رہتا تھا۔ عوام اور حاجتمندوں کا تو شمار ہی نہیں ہوتا تھا۔ شعر و سخن کی جانب بھی طبیعت کا رجحان تھا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں آپ نے اشعار موزوں فرمائے ہیں۔ میر تقی میر اور میر سوز اسی زمانے میں ہوئے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی بھی آپ کے سامنے لڑی گئی۔ جس کے نتیجے میں دہلی کا سرمایۂ علم و فضل لٹ گیا۔ اور اس کے ادب کے ایوان تباہ برباد ہو گئے۔ ناچار دہلوی شعراء نے لکھنؤ کا رُخ کیا۔ جہاں نواب واجد علی شاہ دادِ سخن دے رہا تھا۔ یعنی لکھنؤ نے دہلی کے زخموں پر مرہم لگانے کی کوشش کی۔ مگر گھاؤ اتنے گہرے تھے کہ مندمل نہ ہو سکے۔ اس دور کی خصوصیت یہ تھی کہ اس نے

دلوں میں درد و کرب کے سامان پیدا کر دیئے۔ اور اس کے بعد ہر شاعر نے درد و کرب کی عکاسی کو منشائے شعر سمجھا۔ نظم میں صوفیانہ رنگ جھلکنے لگا اور غزلوں میں غم و رنج کا تاثر نمایاں ہے۔ آپ کے اشعار میں رنگِ تصوف نکھر آگیا ہے مگر سوز و گداز کا اثر بھی بڑھ چڑھ کر پایا جاتا ہے۔ آپ نے ہر صنفِ سخن۔ غزل۔ رباعی۔ قصیدہ۔ مرثیہ۔ مثنوی۔ رباعی فرد۔ منقبت اور نعت میں طبع آزمائی کی ہے اور زورِ کلام دکھایا ہے۔ حضرت موصوف کے کلام اردو کو دیکھ کر یہ حیرت ہوتی ہے کہ کنتیل جیسے مرکز سے دور مقام میں ایسی سلجھی ہوئی زبان کیسے استعمال کی گئی ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو حضرت کا کلام خواجہ میر درد سے بھی منجھا ہوا نظر آتا ہے۔ سو سو اسو برس کے اشعار ایسے ملتے ہیں کہ جیسے موجودہ دور میں موزوں کیئے گئے ہیں۔ فنی لحاظ سے آپ کے کلام میں جدت اور انفرادیت پائی جاتی ہے۔ آپ نے نازک خیالی۔ مضمون آفرینی اور سادگی سے شعر میں روح بھر دی ہے۔ اپنے ماحول کے لحاظ سے بھی آپ کا کلام اپنی نوعیت اور ادائیگی کے لحاظ سے منفرد ہے آپ کی شاعری کی بنیاد عشقِ حقیقی پر ہے مگر مجازی الفاظ میں وصل و ہجر کا بیان نہایت لطیف پیرائے میں کرتے ہیں۔ جس سے دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ آپ کے بیشتر کلام میں اخلاق

تصوّف اور کیفیاتِ قلبی کا پورا پورا التزام پایا جاتا ہے اور ہر شعر لذّت کی کیفیت سے لبریز ہے۔

آپ کی تصانیف "رسالہ حفظ الایمان"، "نور الایمان"، "دیوان غزلیات موسوم بہ قندیات" اور "رسالۂ طبِ نبوی" ہیں۔ اوّل الذکر تین کتب منظوم ہیں۔ اور مؤخر الذکر رسالہ نثر میں ہے۔ رسالہ نور الایمان پند و نصائح پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں رسالے مثنوی کی طرز پر اردو زبان میں لکھے گئے ہیں۔ جو غالباً اردو زبان میں پہلی کوشش اور تجربہ ہے۔ دیوان غزلیات میں ہر موضوع پر طبع آزمائی کی گئی ہے رسالہ طب نبوی میں علم طب کے متعلق معلومات درج ہیں۔ تصنیف کے اعتبار سے یہ اردو نثر کا بہت اچھا نمونہ ہے۔ اور طب کی دنیا کے لئے یہ ایک بے بہا خزانہ ہے۔ آپ کے اندازِ استغنا اور بے نیازی نے ان کتب کی اشاعت و تشہیر کو بہت محدود رکھا۔ بدیں وجہ عوام کو ان کتب سے وہ عام فیض نہ ہو سکا جو ہونا چاہیئے تھا۔

آپ کو دنیاوی مال و جاہ کی کبھی ہوس نہیں ہوئی۔ قناعت و استغنا آپ کے کردار کی خصوصیات سے ہیں۔ ہندوستان میں انگریزوں کی عملداری ہوئی تو بڑی جاگیرداریاں ان کی نظروں میں کھٹکنے لگیں جب بڑے بڑے جاگیرداروں کو ضبطی جاگیر کے سلسلے میں عدالت

پیش کرنے کے لئے طلب کیا گیا تو اور جاگیرداروں کے ساتھ آپ کی جاگیر بھی ضبط کرلی گئی۔ مگر آپ اپنی جاگیر کی بحالی کے لئے عذرات لے کر پیش نہیں ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد جب انگریزوں کا ایک عملہ حضرت شہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر آیا۔ تو عملہ حضرت موصوف سے بھی ملا۔ عملہ مذکور آپ کے حالات سے بہت متاثر ہوا اور اس نے یہ پیش کش کی کہ ضبطی جاگیر کا حکم تو اس مرحلے پر منسوخ نہیں ہو سکتا البتہ حضرت موصوف کو تحصیلدار مقرر کر دیا جائے گا۔ تاکہ آمدنی کا کوئی ذریعہ بن جائے۔ مگر آپ نے یہ پیش کش ٹھکرا دی۔ شعر

پائے استغفار سے ٹھکرا کے ثابت کر دیا
شیر حق کے سامنے دنیائے دوں مُردار ہے

ہزار افسوس کہ وہ ماہِ علم و کمال ۹ رجب المرجب ۱۲۹۳ھ ہجری مطابق ۳ اگست ۱۸۷۶ء ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ آپ کا مزار شریف بھی احاطہ حضرت روشن الاولیاء شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ میں واقع ہے۔

تاج السالکین قبلۂ عالم حضرت شاہ سید عبد العلی رحمۃ اللہ علیہ

غواص دریائے معرفت۔ عروج کرامت۔ فاضل اجل حضرت شاہ

عبدالعلیؒ قبلہ عالم حضرت شاہ سید علی سیدؒ کے فرزند ارجمند اور موجودہ حضرت قبلہ سید علی احمد شاہ مدظلہ العالی کے والدِ بزرگوار تھے۔ آپ حسبِ معمول اپنے والدِ بزرگوار کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

ابتدائی ایام زندگی میں علومِ ظاہری کو حاصل کیا۔ پھر تزکیۂ نفس و تصفیۂ باطن میں مصروف ہوئے۔ ریاضت و مجاہدہ میں وہ شہرت پائی کہ گردو نواح سے لوگ حلقہ بگوش ہونے لگے۔ نیز سینکڑوں ہندو ایمان لاکر خدمت اسلام میں مصروف ہوئے۔ کیونکہ استغراق و عشق و محبت الٰہی ورثے سے ملے تھے۔ اس لئے جلد ہی دنیا اور اہل دنیا سے تنفر ہو گیا۔ آپ زندگی کا ہر لمحہ جذب و کیفیات میں گذارنا چاہتے تھے۔ مگر حق کے متلاشی در سے کب ٹلتے تھے۔ اہل دول۔ عمائدینِ ملت اور والیانِ ریاست ہزار دل سے آپ کی آستان بوسی کو فخر سمجھتے تھے۔ ان میں رستم علیخان صاحب مرحوم نواب آف کرنال جو قائدِ ملت نواب لیاقت علی خان مرحوم کے والد بزرگوار تھے پیش پیش تھے۔ نوابین کرنال کو اس خاندان سے بے حد ارادت و عقیدت رہی۔ قائدِ ملت کے مورثِ اعلیٰ نواب فتح علی خاں صاحبؒ کبیر ملک العشاق ابو البرکات حضرت شہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص معتقد اور مرید

تھے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے دنیائے معرفت میں جو ناموری اور شہرت حاصل کی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں قائدِ ملت کے جدِ امجد نواب احمد علی خان مرحوم قبلۂ عالم شاہ سید علی ح کے مریدین باصفا میں سے تھے۔ نواب صاحب موصوف کی عقیدت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ کیتھل شریف کا پانی روزانہ ایک لاری کے ذریعہ تبرکاً منگوایا کرتے تھے۔ اور اپنی وصیت کے بموجب کیتھل شریف میں اپنے مرشدِ والا کے قریب دفن ہیں۔ قائدِ ملت کے والد بزرگوار نواب رستم علی خاں صاحب مرحوم کو حضرت شاہ عبدالعلیؒ سے بے حد عقیدت رہی ہے۔ نواب صاحب کو درگاہِ عالیہ اور حضرت ممدوح کا احترام اس قدر مقصود تھا کہ جب کبھی عرس شریف پر یا کسی اور سلسلے میں کیتھل تشریف لاتے تھے تو ایک فرلانگ دور سے ہی برہنہ پا ہو جاتے۔ قائدِ ملت کے خاندانی ملازم محفوظ علیخان راوی ہیں کہ جب قائدِ ملت پیدا ہوئے تو نواب صاحب انہیں لے کر حضرت کی خدمت میں آگئے اور عرض کی کہ اس نومولود کو اپنی بیعت میں قبول فرمائیں۔ حضرت نے بچے کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر بادشاہ بنے گا۔ محفوظ علیخاں مذکور اب تک زندہ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت کا ارشاد پورا

ہوا۔ قائد ملت مرحوم وزیر اعظم بنے اور اگر زندگی کے ایام انہیں اور مہلت دیتے تو وہ مزید پاکستان کے بادشاہ بھی ہوتے۔ ویسے بھی جمہوری نظام میں وزیر اعظم کی حیثیت بادشاہ جیسی ہی ہوتی ہے۔ اسے دوسرے معنی میں شاہی اقتدار ہی حاصل ہوتا ہے۔

بلا تمیز مذہب و ملت ہر شخص آپ سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا۔ آپ کی اصابت رائے کا عام چرچا تھا۔ اور جب کسی معاملے میں حضرت سے مشورہ کیا جاتا تھا تو آپ کے مشورے کے مطابق بر ا عملدرآمد کیا جاتا تھا۔ لوگ اپنے مقدمات بھی حضرت سے تصفیہ کراتے تصفیہ کے دوران مدعی و مدعا علیہ حضرت کے سجادے پر ہاتھ رکھ دیا کرتے تھے۔ فریقین سے جو کوئی جھوٹ بولنے کی سوچتا تھا تو اس کی زبان گنگ ہو جاتی تھی۔ پھر جو فیصلہ حضرت کی جانب سے صادر ہوتا وہ نافذ ہو جاتا۔ کیفیات باطنی میں بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ چہرہ مبارک پر رعب و جلال کی جھلکیاں نمایاں رہتی تھیں۔ کوئی شخص آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکتا تھا۔ جو نظر آپ کی جانب اٹھتی تھی وہ خود ہو کر واپس آجاتی تھی۔ اس رعب و جلال کے باوجود آپ کے مزاج میں تحمل بے انتہا تھا۔ کسی کی لاپرواہی یا غفلت پر کبھی چیں بر جبیں نہیں ہوتے۔ اگر کسی سے کوئی قصور بھی ہو جاتا تو اسے محبت سے سمجھا

مگر سرزنش کبھی نہ کرتے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو خود بے چین ہو جاتے اور جب تک اس کی حاجت پوری نہ ہو جاتی بے چین ہی رہتے۔ غرضیکہ آپ "سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔" کی تصویر تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق تھا کہ جب کبھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر آجاتا تو گھگی بندھ جاتی۔ اور پھر ایک محویت کا عالم طاری ہو جاتا۔ آپ اپنے پیشرو حضرات کی طرح حجرہ نشین رہتے تھے۔ باہر کم آتے تھے۔ استغراق کا یہ حال تھا کہ جب کبھی حضرت شاہ کمال قادری^{رح} اور حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے سے اکیلے واپس ہوا کرتے تھے تو راستہ بھول جاتے تھے۔ اسی لئے ایسے وقت آپ کے ہمراہ مریدین کی ایک جماعت رہتی تھی۔ آپ چلتے ہوئے کسی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔ جس طرف قدم مبارک اٹھ جاتے تھے۔ اسی طرف چلتے رہتے اور ہمراہیوں کے بتانے سے راستہ تبدیل کیا کرتے تھے۔ تحفہ تحائف اور نذر و نیاز اپنے بزرگوں کے طریق کے مطابق کم قبول کرتے اور جو قبول کر لیتے جاتے وہ غرباء میں تقسیم کر دیئے جاتے۔ ہر شخص متمنی رہتا تھا کہ حضرت اس کی ضیافت قبول کریں۔ مگر آپ کی جانب سے انکار ہی ہوتا تھا۔ اگر کسی کے بہت زیادہ اصرار پر ضیافت

منظور فرمالی تو راستے ہیں روشنی کے لئے سینکڑوں مشعلیں ہوتیں مطلب یہ ہے کہ اہلِ عقیدت آپ کو درویش نہیں بلکہ وقت کا بادشاہ خیال کرتے تھے۔ شعر

اے ہما پیش فقیری سلطنت کیا چیز ہے
بادشاہ آتے ہیں پابوسی گدا کے واسطے

روایت ہے ایک مرتبہ والئی جے پور آپ کی شہرت سن کر سفید کپڑوں میں اور کچھ ایسے بہروپ میں حاضر ہوا کہ وضع قطع سے نہ تو ہندو معلوم ہوتا تھا اور نہ یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ کوئی والئی ریاست ہے۔ آپ نے حاضرین میں سے ایک ہندو کو اشارہ کیا کہ مہمان کے لئے شربت تیار کرکے لایا جائے۔ وہ ہندو شربت لے آیا۔ اور والئی جے پور کو دیا گیا۔ اس کے بعد اس کے اور حضرت کے درمیان کچھ اشارے کنائے ہوئے۔ اور وہ شخص قدم بوس ہو کر واپس چلا گیا۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت یہ شخص کون تھا آپ نے فرمایا کہ یہ والئی جے پور تھا۔ واپس جانے کے بعد والئی جے پور نے راجہ پٹیالہ کو لکھا کہ پٹیالے کی حدود کیتھل شریف سے ملتی ہیں۔ وہ یعنی والئی جے پور کیتھل شریف میں ایک بزرگ کو ایک گاؤں نذر میں دینا چاہتا ہے جو ریاست پٹیالہ سے دیا

جائے گا۔ اور اس کے عوض ریاست سجے پور کا ایک گاؤں ریاست پٹیالے کے نام مخصوص کر دیا جائے گا۔ سردار مہندر سنگھ راجہ پٹیالہ اس تبادلے پر رضامند ہو گیا۔ چنانچہ سرکاری طور پر اس نذرانے کی پیش کش فرمان کی صورت میں والئی سجے پور نے حضرت کی خدمت میں بھیجدی۔ جب یہ فرمان ریاست حضرت کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا ہمیں جاگیرداری منظور نہیں اور وہ فرمان نامہ بر سر محفل چاک کر دیا۔

آخر یہ آفتاب ہدایت اور ماہتاب کمال ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۱۸ھ ہجری کو بمقام کیتھل شریف غروب ہو گیا۔ آپ کا مزار مقدس بھی حضرت رئیس الاولیاء شاہ سکندر کے احاطے میں واقع ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؕ

ذکرِ خیر شیخ العارفین

حضرت قبلہ میاں علی احمد شاہ صاحب دام فیوضکم

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت کبیر ملک العشاق شاہ کمال قادری رح اور حضرت محبوب الٰہی شاہ سکندر رح کے مزار شریف کیتھل میں ہیں۔ اور کیتھل میں آپ کا خاندان جاری ہے۔ اسی خاندان کے ممتاز افراد پشت بہ پشت مزار شریف کے سجادہ نشین ہوتے آئے ہیں۔ اب موجودہ وقت میں ممتاز الاصفیا سرتاج العارفین رہبر روشن ضمیر حضرت قبلہ میاں علی احمد شاہ صاحب قادری کیتھلی ہیں۔

ایام ہجرت کے وقت آپ کیتھل سے پاکستان تشریف لائے کچھ روز کوٹ قبولہ شریف قیام فرمایا۔ پھر ملتان شریف لے گئے اور آخر ڈیرہ غازی خاں میں مستقل طور پر قیام فرمالیا۔ اور اب ڈیرہ غازی خاں سے سلسلے کی ترقی کے لئے انتظام و انصرام فرماتے ہیں۔

جو پیاسا جاتا ہے سیراب ہو جاتا ہے اور جو تمنا لے کر حاضر خدمت ہوتا ہے بامراد لوٹتا ہے۔ اہل سلسلہ اور اہل اشتیاق کی نگاہیں اب اسی طرف لگی ہوئی ہیں اور اسی دیار فیض و کرامت کی جانب دل کھچے جا رہے ہیں۔

مؤرخہ ۵ رجنوری ۱۸۹۹ء کو آپ بمقام کیتھل شریف اس عالم ظہور میں تشریف لائے۔ تین سال بعد جب آپ کے والد بزرگوار کے وصال کا وقت آیا۔ تو حضرت قبلہ کے دادا کے چھوٹے بھائی میاں غلام رسول شاہ صاحب نے حضرت قبلہ کے والد بزرگوار سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد کون جانشین ہوگا۔ انہوں نے فرمایا "علی احمد شاہ" پھر آپ کو طلب فرمایا اور اپنے سینے پر لٹا لیا۔ اور اپنی زبان مبارک حضرت قبلہ کے منہ میں ڈال دی۔ وہ زبانی تقرر تھا۔ اور یہ عملی تقرر جانشینی ہوا۔

آپ چھ سال کے تھے کہ آپ کا کچھ نقصان ایک بکری نے کیا۔ آپ نے فرمایا "جا۔ تیری ٹانگ ٹوٹے گی" بکری وہ چار قدم ہی چلی تھی کہ وہ زمین پر گری اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔

جے رام مہاجن کا مکان آپ کے مکان سے ملحق تھا۔ اس مہاجن نے اپنا مکان نئے سرے سے بنانا شروع کیا۔ اور کھڑکیاں حضرت قبلہ

کے مکان کی طرف رکھ لیں۔ حضرت قبلہ نے والدہ مکرمہ کے کہنے کے مطابق مہاجن مذکور کو ایسا کرنے سے منع کیا۔ مہاجن نے کہا "تم اپنی آنکھیں بند کر لیا کرو۔" آپ نے فرمایا "تیری آنکھیں بند ہو جائیں گی۔"

دوسرے دن جب وہ مہاجن صبح کو اٹھا۔ تو اندھا ہو گیا تھا اور تمام عمر اندھا ہی رہا۔ اس واقعہ سے کیتھل کے بے شمار لوگ واقف ہیں۔ اس وقت آپ نو سال کے تھے۔

نتھو تیلی کا لڑکا آپ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا "تو سارے دن میرے ساتھ کیوں نہیں کھیلتا۔" اس نے کہا دن کے وقت میں کام پر جاتا ہوں۔ شام کو آتا ہوں تو آپ کے پاس آ جاتا ہوں۔ اگر کام پر نہ جاؤں تو دو آنے نہیں ملیں گے اور میرا باپ مجھے مارے گا۔" آپ نے فرمایا "تجھے چار آنے ملا کریں گے۔ دن بھر یہیں رہا کرو۔" دن ڈھلے کے بعد اسے ہر روز کھیلتے کھیلتے زمین پر سے ایک چونی مل جایا کرتی۔ کئی روز بعد اس کے باپ نے پوچھا۔ اب تو دو آنے کی بجائے چار آنے لاتا ہے یہ کیا بات ہے۔ اس نے وہ ماجرا سنا دیا۔ اس کے بعد وہ چار آنے ملنے بند ہو گئے۔ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب آپ بارہ سال کی عمر میں تھے۔

میری رائے تھی کہ حضرت قبلہ کی جس قدر کرامات مجھ کو معلوم ہیں اور جس قدر سیّد رشید احمد صاحب اور دیگر حضرات کو معلوم ہیں۔ تفصیل کے ساتھ احاطۂ تحریر میں لائی جائیں۔ جس طرح سابقہ اوراق میں بزرگانِ سلسلہ کے حالات میں درج کی گئی ہیں مگر حضرت قبلہ اس پر رضامند نہ ہوئے اور مجھے اس کارروائی سے روک دیا گیا۔ اِن چند سطور کی منظوری بھی ہم نے بمشکل تمام حاصل کی ہے ، اگر ایک پوری کتاب کا حال ایک دو صفحے کے پڑھنے سے کیا معلوم ہو گا اس سلسلہ میں حضرت قبلہ کے ارشاد کے سامنے دم زدن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور اپنے دل پر ہزار جبر کر کے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت قبلہ کے کمالات و فیوض کا چرچا کیتھل اور اس کے نواحی علاقے میں عام تھا۔ اور ہر شخص مسلمان ہو یا ہندو، عیسائی ہو یا سکھ۔ آپ سے خاص عقیدت اور ارادت رکھتا تھا۔ میں نے ہمیشہ یہی دیکھا ہے۔ کہ صبح و شام مسلمانوں کے علاوہ سینکڑوں ہندو دعائے خیر کے لئے حضرتِ قبلہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ اور جس ارادت اور عقیدت سے وہ آپ سے باتیں کرتے تھے۔ اور واپسی پر جس تضرع اور انکساری سے سلام کرتے

تھے۔ وہ حضرت قبلہ کے روحانی کمالات اور اخلاق کا کرشمہ تھا

کیتھل میں حضرت قبلہ کے زیر اہتمام ہر سال گیارھویں شریف

کی محفل تزک و احتشام سے منائی جاتی تھی۔ دو ماہ پہلے ہی اس

کی تیاریاں شروع ہو جاتی تھیں۔ باہر سے آنے والے حضرات کو

دعوت نامے جاری ہو جاتے تھے۔ اور لاہور، مالیر کوٹلہ، دہلی، پٹیالہ

جیند، کرنال، انبالہ، پانی پت، شاہ آباد، سہارنپور، اور دیگر مقامات

سے سینکڑوں کی تعداد میں مہمان جمع ہو جاتے تھے۔ ان کے ٹھہرنے

اور خورد و نوش کا انتظام بڑی عمدگی اور شفقت سے کیا جاتا تھا۔

تمام رات بزرگانِ سلسلۂ قادری اور حضور سرکار دو عالم رسولِ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدے اور نعتیں پڑھی جاتی

تھیں۔ صبح کو بھی یہی سماں رہتا تھا۔ اور دوپہر سے مہمان رخصت

ہونا شروع ہو جاتے تھے۔ اسی اہتمام سے آپ ہر سال ڈیرہ

غازی خاں میں بھی گیارھویں شریف مناتے ہیں۔

میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ میں حضرت قبلہ کی دستار بندی کے

موقعہ پر شریک محفل تھا۔ اور میں نے اس تقریب پر ایک نظم پڑھی

تھی جو آئندہ صفحات پر درج کی گئی ہے۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ

میں حضرت قبلہ کی خدمت میں ہی رہا کرتا۔ مگر وقت کی بے مہری نے

مجھے ان سے بہت دور کر دیا۔ کہاں ڈیرہ غازی خان اور کہاں گوجرانوالہ
مگر خدا کا شکر ہے کہ اس بعد مکانی کے ہوتے ہوئے بھی حضرت قبلہ
کی یاد دل کو تر و تازہ رکھتی ہے۔ اور شاید یہ یاد ہی اس بعد مکانی کا
تدارک ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے ہزار عقیدت اور محبت سے حضرت
قبلہ کی شان میں قصائد لکھے ہیں، اصرار کر رہے ہیں۔ کہ ان کے قصائد
ضرور درج کئے جائیں۔ حضرت قبلہ اس پر رضامند نہ تھے۔ مگر ہم
لوگوں کے پیہم اصرار پہ حضرت قبلہ نے قصائد کے اندراج کی اجازت
فرما دی ہے۔ اب قصائد ملاحظہ ہوں :-

قصیدہ

اے حضرتِ مشکل کشا یا بوالحسن یا مرتضٰے!
تم ہو ولی ذاتِ خدا نائب محمد مصطفےٰ!

اوجِ ولایت کے ہو ماہ، تختِ خلافت کے ہو شاہ
دینِ محمد کی پناہ اے بادشاہ اصفیاء

حامی شریعت کے ہو تم، ہادی طریقت کے ہو تم
کاشف حقیقت کے ہو تم، رہِ معرفت کے راہنما

تم ہو امینِ احمدی تم جانشینِ احمدی
مہدی ہو دینِ احمدی، سردار جملہ اولیا

قرآنِ ناطق ہو تمہیں، ہر جا میں صادق ہو تمہیں
برحق و باحق ہو تمہیں، حضرت کی ہے تم کو دعا

احمد کے تم مختار ہو، تم حیدرِ کرار ہو
تم قاتلِ کفار ہو اے صفدرِ خیبر کشا

ہوں گرچہ میں گم کردہ راہ بے حیلہ ہوں بے دستگاہ
ہر اک کو ہے تیری پناہ عاجز ہوں میں تیرا گدا

ہے قادری گر پُر خطا لیکن ترے در آ پڑا
بہرِ خدا و مصطفیٰؐ فرماؤ تم نظرِ عطا

قصیدہ

میری قسمت نے کی جب رہنمائی شہ علی احمدؒ
ہوئی اس بزم میں اپنی رسائی شہ علی احمد
مبارک زہد و تقویٰ آپ کو اپنے بزرگوں کا
یہ دولت آپ کے حصے میں آئی شہ علی احمد
دلوں کے آئینے تم نے کئے جو صاف ان سب میں
فضائے خلد دیتی ہے دکھائی شہ علی احمد
چراغِ خانداں تم ہو بزرگوں کے نشاں تم ہو
خدا نے تم کو بخشی ہے بڑائی شہ علی احمد
زمانے کو رہے گی یاد ہستی آپ کی ہر دم
بھلوں کی یاد رہتی ہے بھلائی شہ علی احمد
اسے پرواہ نہیں کچھ تختِ کسریٰ تاجِ قیصر کی
ترے قدموں میں عزت جس نے پائی شہ علی احمد

تمہارے خلق نے مفتوں کیا ہے مجھ کو کچھ ایسا
کہ دل پر شاق گذرے گی جدائی شہ علی احمد

محبّت اس جماعت میں نظر آتی ہے حیرت کو
تمہارا یہ اثر ہے کیمیائی شہ علی احمدؒ

قصیدہ

صفت تیری ہو کیا مجھ سے بیاں شاہ علی احمدؒ
کہ ہو روشن چراغِ خانداں شاہ علی احمدؒ
بندگی، پارسائی، زہد و تقویٰ نے آپ پر نازاں
میں قرباں تم پہ جانِ عاشقاں شاہ علی احمدؒ
نیازِ غوثِ اعظمؒ پر ہمیشہ جمع ہوتا ہے
ترے در پہ گروہ صوفیاں، شاہ علی احمدؒ
تمہاری صورتِ زیبا سے دل مسرور ہوتے ہیں
ہیں ٹھنڈی تم سے آنکھیں بے گماں، شاہ علی احمدؒ
ہمارے سر پہ اُن کو یا خدا تا دیر قائم رکھ

کہ ہیں اپنے بھی شیخ زماں شاہ علی احمدؒ

مجید اُن کی قدم بوسی کرو ڈیوڑھی پہ ہی چل کر
کہ ہیں مسند نشینِ خانداں شاہ علی احمدؒ

قصیدہ

تجھ سا سید علی احمدؒ کوئی ذی ہوش نہیں
متوکل بخدا، صابر و خاموش نہیں

خونِ عشاقِ خدا، تیری رگوں میں ہے رواں
تجھ سا ایسے عاشقِ اللہ کوئی مدہوش نہیں

تجھ سا صوفی نہیں، مرشد نہیں کیفتل ہیں کوئی
سرخوشِ بادۂ عرفاں نہیں مدہوش نہیں

گفتگو تیری نہ کیوں ہووے پسندِ ارشاد
تیری باتوں میں تصنع نہیں اور جوش نہیں

قصیدہ

آج ہے اپنی اداؤں پر کمالِ قادری
دیکھ اے ذوقِ نظر شانِ جمالِ قادری

شہ سکندر رح کے بیاں سے محفلیں ہیں رنگ میں
اُٹھ رہا ہے پھر زبانوں پہ سوالِ قادری

وہ مجدد الف ثانی رح اور وہ طاہر بندگی رح
وہ جمالِ قادری، اور وہ جلالِ قادری

انجمن در انجمن ہے "یا رؤس الاولیاء"
گلشنوں میں ہے یہی "اے نونہالِ قادری"

قادری انداز کی ہے شانِ یکتائی وہی
اب جہاں میں ہیں علی رض احمد مثالِ قادری

کونسے اوجِ کرامت پر نہیں اُن کا گذر
ہر بلندی پر چمکتا ہے ہلالِ قادری

ہو گئے دونوں جہاں کے راز اُس پر منکشف
جو محبت میں ہوا محوِ خیالِ قادری

کھویا کھویا سا جو مائل آج کل رہتا ہوں میں
کھب رہا ہے میری آنکھوں میں جمالِ قادری

قصیدہ

بتقریب سعید دستار بندی حضرت میاں صاحب قبلہ

شہا تم صاحب اسرار دیں ہو
رئیس الاولیاءؒ کے جانشیں ہو
کمالِ مہر کے نقشِ دنگیں ہو
جنابِ شہ سکندرؒ کے امیں ہو
ہماری کشتیوں کے ناخدا اب
جنابِ شہ علی احمدؒ تمہیں ہو
تمہیں پر اب نگاہیں اٹھ رہی ہیں
کہ بزمِ کیف کے مسند نشیں ہو
یہی حسرت ہے اب مائل کے دل میں
میرے اشک اور تمہاری آستیں ہو

سلسلۂ عالیہ قادریہ کے دیگر عظام

سابقہ اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت شاہ سکند
رؤس الاولیاء قادری کیتھلی رح کے خلیفہ حضرت شیخ طاہر بندگی لاہو
تھے۔ اُن کے خلیفہ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری رح اور اُن کے خل
حضرت ابوالفرح شاہ محمد فاضل الدین بٹالوی رح ہوئے ہیں۔
مؤخرالذکر سادات کے ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھ
ہیں۔ یہ خاندان عراق سے ہندوستان آیا تھا۔ آپ شاہ جہا
اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں سیالکوٹ اور ملتان
قاضی القضاۃ رہے۔ آپ کی تصنیف چالیس کتابیں ہیں ا
بقول بعض حضرات ستر کتابیں ہیں۔ اپنے عہد کے ممتاز علماء
جلیل صوفیا میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کے حال اور قال
شہرت سے دربار دہلی بھی متاثر تھا۔ اور ہر رکن سلطنت آپ
تقدس کا معترف تھا۔ آپ کا تاریخ وصال "غم عام" سے برآمد ہوتا ہے
آپ کے خلیفہ حضرت شاہ غلام قادر بٹالوی رح ہوئے ہیں۔ جن کا

مزار بھی بٹالہ شریف ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ آپ سلسلۂ قادریہ کے جلیل حضرات میں شمار ہوتے ہیں۔ زہد و تقویٰ۔ ریاضت و مجاہدات میں عدیم المثال ہونے کے باعث آپ کا لقب "اہل اللہ" مشہور ہو گیا تھا۔ آپ سے بیشمار لوگوں کو روحانی فیض حاصل ہوا۔ اور ہزاروں کو حقیقت کا راستہ ملا۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرات نے اس علاقے کی اصلاحِ حال اور تربیتِ باطنی کے لئے بہت نمایاں کام کئے۔ آپ کی مشہور تصنیف "رمز العشق" ہے۔ غلام تخلص فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا وصال سنہ ۱۱۷۶ھ میں ہوا۔ تاریخ وفات — "فوت مخدوم" ہے۔ کئی سال ہوئے گوجرانوالہ میں آپ کے سلسلے والوں نے آپ کا عرس منایا تھا۔ اس میں یہ ناچیز بھی شریک ہوا تھا۔ اور ذیل کا قصیدہ آپ کی مدح میں پڑھ کر سنایا تھا۔

قصیدہ

اے قادری ستارے، اے قادری دُلارے
اے رہنما ہمارے، حضرت غلام قادرؒ

اے خسروِ ولایت، اے شاہدِ کرامت
اے جلوۂ فضیلت، حضرت غلام قادرؒ

دریا ہے قطرہ تیرا، گلشن ہے ذرّہ تیرا
اللہ رے رتبہ تیرا، حضرت غلام قادرؒ

سب کچھ تری نظر میں۔ سب کچھ ترے اثر میں
سب کچھ ہے تیرے گھر میں، حضرت غلام قادرؒ

جو عمر کی گھڑی ہے، بے کیف کٹ رہی ہے
کیا یہ بھی زندگی ہے، حضرت غلام قادرؒ

اے طرفہ شان والے۔ اے قادری اُجالے
ہم کو دہیں بُلا لے۔ حضرت غلام قادرؒ

اِس سلسلے کی کتب کی اشاعت کا کام گوجرانوالہ میں صوفی ولی محمدؐ صاحب قادری سرانجام دے رہے ہیں۔ اور وہ اس بارے میں ضعیف العمری کے باوجود پوری سرگرمی سے کام لے رہے ہیں۔

اس سلسلے کی ایک شاخ جالندھر میں حضرت خواجہ غلام محی الدین المعروف پیر قادریؒ سے جاری ہوئی ہے۔ اور دوسری شاخ منڈیر سیّداں ضلع سیالکوٹ میں موجود ہے۔ یہ دونو شاخیں اپنے روحانی اثرات سے مخلوق کو نواز رہی ہیں۔ اور پیاسے دلوں کو شراب معرفت کے جام پلا رہی ہیں۔

ذیل کے نقشے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ کیتھل شریف جہاں حضرات کبیر ملک العشاق شاہ کمال قادریؒ اور روح الاولیاء شاہ سکندر قادریؒ استراحت فرما ہیں کہاں واقعہ ہے :-

شجرہ شریف

خاندانِ قادریہ کمالیہ سکندریہ کیتھلیہ
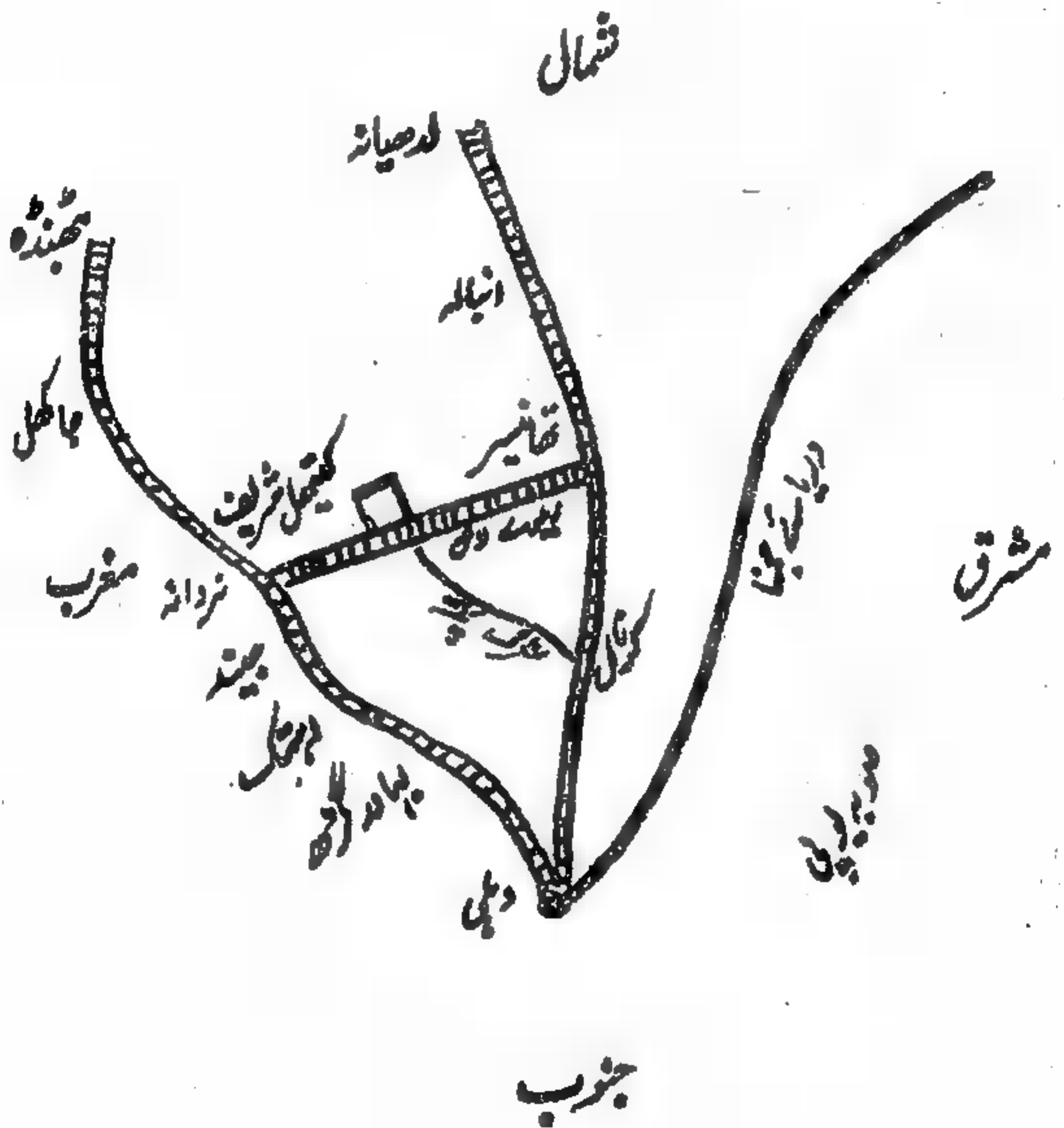
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدائے پاک اے پروردگارِ دو جہاں | ہو نہیں سکتی تری توصیف بندوں سے بیاں
تیری ہستی کو پہنچ سکتے نہیں وہم و گماں | ذرّے ذرّے میں ہے لیکن ہو گو کہ ہو تو لامکاں

رحم کر یا رب شہِ خیر الوریٰ کے واسطے
اور کرم کر عاجزوں پہ مصطفیٰ کے واسطے

سہل ہو جاتی ہیں تیرے نام سے دشواریاں | دور ہو جاتی ہیں تیرے ذکر سے بیتابیاں
گر ہو مہرباں تو ہو زمانہ مہرباں | فضل کرتا ہے تیرا قطرے کو بحرِ بیکراں

فضل کر ہم پر بحق آل و اصحابِ رسولؐ
مرتضیٰؓ و فاطمہؓ خیر النساءؓ کے واسطے

دل میرا تاریک ہو جب گردشِ ایام سے | روشنی دے اس کو عشقِ بانیِ اسلام سے
کام اب مجھ کو نہ ہرگز فکرِ صبح و شام سے | صبر و اطمینان حاصل ہو تو تیرے نام سے

حضرتِ حسنینؓ، زین العابدینؓ، باقرِ امامؒ
جعفرؒ و کاظم علیؒ، موسیٰ رضاؒ کے واسطے

دل اگر بخشا ہے دل کو دولتِ ایمان دے | آنکھ بخشی ہے تو اس کو دید کی پہچان دے
جوش ہو جس میں شہادت کا وہ مجھ کو جان دے | شان ہو اسلام کی جس میں وہ مجھ کو شان دے

حضرتِ معروف کرخیؒ سری و سقطی ولی،
ہم جنید و شیخ شبلی مقتدا کے واسطے

نورِ دو عالم میرے مقصود کی منزل میں ہو
یعنی محبوبِ خدا کا درد میرے دل میں ہو
شوق و ارمانِ شہادت میرے آب و گِل میں ہو
راہبر تعلیمِ قرآن میری ہر مشکل میں ہو

بو الفضل، بو یوسف و طرطوسی و قرشی ولی
بو الحسن اور بو سعید اہلِ ہدا کے واسطے

میرے دل میں گھر بنا رکھے تمنائے نماز
ریشمی بستر سے پیاری ہو مجھے جائے نماز
مجھ کو اہلِ دل پکاریں بادہ پیمائے نماز
رنج و راحت میں ہمیشہ یاد آ جائے نماز

سیدِ سلطان عبد القادر محبوبِ حق
غوثِ محی الدین نورِ مصطفےٰ کے واسطے

یادِ ماضی ہو اگر شرمندگی میرے لئے
فکرِ مستقبل میں ہو تابندگی میرے لئے
دردِ تابندہ میں ہو پائندگی میرے لئے
ہو جوانی ایک شمع زندگی میرے لئے

تاجِ دیں عبد الرزاق و شرفِ دیں عبد الوہاب
شاہ بہاؤ الدین ولی خوش لقا کے واسطے

غوثِ اعظم کی محبت میں مرا دل چور ہو
گوشہ گوشہ اس کا ایسے درد سے معمور ہو
رات کی تاریکیوں میں جس سے پیدا نور ہو
ذرہ ذرہ جس سے رشکِ جلوۂ صد طور ہو

شہ عقیل و شہ شمس الدین شہ رحمان گدا
شمس الدین ثانی گدائے مرتضیٰ کے واسطے

جان دے دے جو کرو دن قدر انہ پیرانِ پیر
دل عطا کر دو کہ ہو دیوانہ پیرانِ پیر

لکھ وہ دے جو بنے پروانۂ پیرانِ پیر | مجھ کو مل جائے در میخانۂ پیرانِ پیر

از طفیلِ حامئ دیں سید شاہ فضیلؒ
شاہ کمال الدینؒ جلیلِ اصفیا کے واسطے

رب شفیعِ اُمت عاصی ہوں محبوبِ خدا | ہم کو شرمندہ کہیں کر دے نہ آئینِ خطا
ان گنہگاروں کو ہے تیرے کرم کا آسرا | سایۂ دامن انہیں تیرا ہی ہو جائے عطا

از طفیلِ شاہ سکندرؒ ہادی روشن ضمیر
شاہ محب اللہ پیر ذی العلا کے واسطے

چاہتا ہوں دین و دنیا میں رہوں میں سرفراز | میرا دل میرے لئے ہو باعثِ صد فخر و ناز
سینہ ہو میرا آئینہ عجز و نیاز | میری آنکھوں کو عطا ہو سرمۂ خاکِ حجاز

پیر راہِ معنوی سید محمد شاہ علیؒ
شاہ کبیر الدینؒ عابد مہ لقا کے واسطے

اُن کے طفیل میں سوزِ زندگی پیدا کروں | اور رنگِ گل میں ذوقِ تازگی پیدا کروں
کر دے توفیق دل میں بے کلی پیدا کروں | بے کلی میں بھی جو چاہوں چاشنی پیدا کروں

دے مجھے عشقِ نبیؐ بہرِ شہِ بالائے ماہ
شاہ حسن الدینؒ نورِ حق نما کے واسطے

عطا قدرت کہ قدرت الٹ ڈالوں نقاب | اور اگر چاہوں تو ذروں کو بنا دوں آفتاب
جس طرف دیکھوں اُدھر مجھے محبت کی شراب | جن گنہگاروں پہ چاہوں کھول دوں رحمت کے باب

واقفِ خفی و جلی سیّد محمد شاہ علیؒ
حضرتِ سیّد علیؒ اہلِ صفا کے واسطے

جسم ہو میرا کہیں پر دل تو گھر کیتھل میں ہو
یعنی میری آرزوؤں کا گھر کیتھل میں ہو

جبکہ میرے ساقیٔ عالی کا در کیتھل میں ہو
لطف تو جب ہے کہ دل کیساتھ گھر کیتھل میں ہو

دے عبادت کی مجھے توفیق اے ربِ غفور
حضرتِ عبد العلیؒ نورِ حیا کے واسطے

ہے میرا ساقی علیؒ احمدؒ جو عالی نام ہے
اس کا اندازِ نظر ہی معرفت کا جام ہے

ساری دنیا پر میرے ساقی کا فیض عا
ہو نظر عظمت علی بھی بندۂ بے دا

کر عطا یا رب مری شمعِ ارادت کو فروغ
شہ علیؒ احمد گل شاخِ ہدیٰ کے واسطے

آرزو میں عظمتِ احقر کی بھی ہوں بارور
اس پہ بھی ہو جائے تیرے لطف و رحمت کی نظر

تیرے در سے اٹھ گیا خالی تو جائیگا
اس گردہ عظمت عطا ہو رشک کھائیں

دے اماں یا رب مجھے اس نفس اور شیطان سے
خاندانِ قادرِ غوث العلاء کے واسطے

اختتامیہ

اِس کتاب کا مسودہ جنوری ۱۹۵۸ء میں مکمل ہو چکا تھا اور مارچ ۱۹۵۹ء کے وسط سے کتابت شروع ہو گئی۔ ابتداء میں کاتب نے پوری توجہ اور محنت سے کام کیا۔ مگر اسی سال کے وسط میں فہرست ہائے رائے دہندگان کی تکمیل کے لئے وہ لاہور چلا گیا۔ کیونکہ اِس کام میں اُسے کافی اُجرت ملتی تھی۔ وہاں وہ اس سلسلے میں کئی ماہ رہا۔ اس کا اِس طرح لاہور جانا اِس کتاب کی کتابت کے لئے ایک حادثہ ہی ثابت ہُوا۔ کیونکہ اس کے بعد کاتب نے اس کام میں دلچسپی لینا ترک کر دی۔ اور جو کاپیاں اُس نے لاہور سے آ کر مکمل کیں۔ وہ میرے بار بار تقاضوں ہی کا نتیجہ ہے۔ انتہا یہ کہ بیسیوں کاپی تو اُس نے لکھ کر ہی نہ دی۔ میں بارہا اُس سے ملا۔ ہر بار شدید سے شدید تقاضہ کیا۔ مگر وہ ٹالتا ہی رہا۔ میں نے یہاں تک کہا کہ جن بزرگوں کے مزارات کے علاقے میں آپ مجاور بن کر بیٹھے ہیں۔ وہ سب بزرگ سلسلہ عالیہ قادریہ سے نسبت رکھتے ہیں۔ اور یہ کتاب " دربارِ قادری " اُسی سلسلہ عالیہ

کے عظام کے بیان میں ہے۔ یہ بزرگ جن کے مزارات مقدسہ کی مجاوری آپ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ آپ کی لاپرواہی اور بے اعتنائی کو کس درجہ ناپسند فرماتے ہوں گے۔ مگر اُس پر اس تنبیہہ کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اور ایک روز تو اُس نے صاف کہہ دیا کہ آخری انیسویں کاپی لکھنے کے لئے اس کے پاس وقت نہیں ہے۔ کیونکہ اُس نے ایک مقامی اخبار میں ملازمت کرلی ہے۔ ناچار اُس سے وہ کاپیاں جو اُسے اصلاح کتابت کے لئے دی گئی تھیں واپس لے لی گئیں۔ چونکہ گوجرانوالہ میں بٹر پیپر پر لکھنے والا کوئی کاتب نہیں ہے۔ اس لئے یہ تجویز ہوئی کہ آخری انیسویں کاپی لاہور کے کسی کاتب سے لکھوائی جائے۔ اور پچھلی چند کاپیوں کی کتابت کی اصلاح بھی اُسی کاتب سے کرائی جائے۔

اِس معاملے میں میاں خورشید محی الدین صاحبزادے نے بڑی محنت اور دوڑ دھوپ سے کام لیا۔ وہ کئی بار شیخوپورہ سے جہاں وہ ملازمت کے سلسلے میں مقیم ہیں میرے پاس گوجرانوالہ تشریف لائے اور لاہور جاکر سید رشید احمد صاحب کے پاس سے جن کے اہتمام میں یہ کتاب چھپی ہے۔ پچھلی دو کاپیاں لائے۔ یہ صاحبزادہ صاحب موصوف کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ یہ کتاب اب کسی تاخیر سے

بغیر پریس میں بھیجی جا رہی ہے کیونکہ میں نے ایک پرائیویٹ فرم میں ملازمت اختیار کر لی ہے۔ جہاں صرف جمعہ کے روز چھٹی ہوتی ہے۔ اس لئے میں اتنا وقت نہیں نکال سکتا تھا کہ لاہور جا کر آخری کاپی کی کتابت کراتا اور جن کاپیوں میں کتابت کی اصلاح رہ گئی تھی وہ مکمل کرانے کے لئے ایک دو مرتبہ پھر لاہور جانے کا وقت نکالتا۔

میں اٹھارھویں کاپی لکھ رہا تھا کہ میاں خورشید محی الدین صاحب موصوف نے چند حضرات کی تحریریں اور کچھ قصیدے کتاب میں شامل کرنے کے لئے بھیجے۔ مگر وقت گذر چکا تھا۔ اور اُن تحریروں اور قصیدوں کو شامل کرنے کا موقعہ نہیں رہا تھا۔ میں اُن حضرات سے جن کی یہ تحریریں اور قصیدے ہیں اپنی اس معذوری کی نسبت معافی چاہتا ہوں۔ ورنہ یہ واقعہ ہے کہ میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ہر اہلِ قلم دوست کی یادگار اس کتاب میں رکھی جائے۔ اور جہاں تک کتاب کی تکمیل کا تعلق ہے کسی کو اس کی عقیدت کے اجر سے ناکام نہ رہنے دیا جائے۔

شروعِ کار میں اس کتاب کا مسودہ کاتب کو کتابت کے لئے دیا ہی تھا کہ میاں مسعود محی الدین سب سے بڑے صاحبزادے کے انتقالِ

پُر ملال کی خبر موصول ہوئی ۔ اس روحانی اذیت اور بے چینی کو کس طرح بیان کیا جائے ۔ جوان عزیز کی وفات حسرت آیات کی خبر سے اہلِ عقیدت کو پہنچی ۔ مرحوم نہایت کم سخن با حیا اور سلیم الطبع واقع ہوئے تھے ۔ مجھ سے بہت مانوس تھے ۔ کیونکہ بچپنے ہی سے جب میں کیتھل شریف تبدیل ہو کر جایا کرتا تھا وہ میرے پاس آیا جایا کرتے تھے ۔ وفات سے کئی سال پہلے وہ ریاضتِ شاقہ اور تسبیح و تہلیل میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے ۔ حضرت قبلہ میاں صاحب جب کبھی ڈیرہ غازی خاں سے باہر تشریف لے جاتے تو مرحوم جانشین کی حیثیت سے گھر پر ہی رہا کرتے ۔ اور آنے جانے والوں کو اُن کی موجودگی میں حضرت قبلہ میاں صاحب کی عدم موجودگی کا احساس کچھ کم ہی ہوتا تھا ۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے کسی کو دم مارنے کا یارا نہیں ہے ۔ اور نہ اُس کی مصلحتوں کی تہ تک پہنچا جا سکتا ہے ۔ خدائے رحیم و کریم مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اپنی رحمتوں اور بخششوں کے گلشن میں اُس گلِ تر کو پُر آب و پُر رنگ رکھے ۔ آمین ۔

کیونکہ یہ کتاب دنیائے تصوف کے بادشاہوں اور تاجداروں کے حالات پر مشتمل ہے ۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس کی تصنیف کا

کام کسی اہلِ حال اور صاحبِ کیف کے سپرد کیا جاتا۔ تاکہ اس کی تصنیف و ترتیب کا کام احسن طور پر ہوتا۔ مگر یہ بات کہ کام مجھ جیسے ہیچمدان اور بے بضاعت کے سپرد ہوا ہے کچھ عجیب سی ہے۔ اگرچہ میری ہیچمدانی اور بے بضاعتی کا معاملہ اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے۔ مگر اس تعجب کے ساتھ میں یہ مسرت بھی محسوس کرتا ہوں کہ ممکن ہے یہ خدمت میرے لئے ذریعۂ نجات ہو۔ اور میری بداعمالیوں اور ہرزہ طرازیوں کا علاج اس رنگ میں تجویز کیا گیا ہو۔ یہ مسلّم ہے۔ کہ تصوّف اور طریقت کا مضمون ایسا نہیں جو آسانی سے سمجھایا جا سکے۔ یہ مضمون تو عمل چاہتا ہے۔ اور جوں جوں عمل کا عرصہ بڑھتا ہے علم و عرفان اور تجربے اور مشاہدے کے میدان نئے نئے ماحول اور ساز و سامان کے ساتھ سامنے آتے رہتے ہیں۔ اور انسان ایسے ایسے مقامات سے گذرتا ہے کہ اگر اُن کی تفصیل وہ کسی کو بتانا بھی چاہے تو انسانی گویائی اور لسانی قوتیں اس کے لئے عاجزی کا اعلان کر دیتی ہیں۔ غور کیجئے جو سرمدی کیفیات حواس اور جذبات کی انتہائی بلندیوں سے مترشح اور نمایاں ہوتی ہوں ان کا بیان و اظہار کس قدر دشوار اور محال ہے۔ اگر تصوّف کی شرح کے لئے استعارے کے رنگ میں کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے

کہ تصوف محض عشق ہے اور عشق کا حال کسی عاشق سے پوچھیئے جو یہی کہے گا کہ مجھے کسی ساعت یا لمحہ حتیٰ کہ کسی سانس بھی چین نصیب نہیں - ہمہ وقت ایک بے قراری بے چینی اور حیرانی سی رہتی ہے - نہ کسی کروٹ آرام ہے اور نہ کسی پہلو اطمینان - یا یہ کہیئے تصوف لوہے کے چنے ہیں - جنہیں بہر حال چبانا پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ لوہے کے چنوں کو چبانے کے لئے کس قدر دشواریاں اور مشکلات ہیں - یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہاں ذرا بھی غفلت اور بے خیالی مظاہرہ ہوا - اور دانت اور ڈاڑھیں اکھڑ کر باہر آ گئے - یا یہ ہوا کہ وہ لوہے کے چنے حلق میں پھنس گئے - جو نہ نیچے اترتے ہیں نہ باہر آتے ہیں - اور بے چارہ عاشق ایسی کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے - جہاں وہ یہ اندازہ بھی نہیں کر سکتا کہ آیا وہ زندہ ہے یا مردہ - اور نیز یہ کہ آیا وہ وجودی کارخانے میں ہے یا نیست کے خاموش منطقے میں؟

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے - تصوف عشق ہے - اور عشق بھی وہ جو خدائے تعالیٰ سے کیا جاتا ہے - یعنی عشق کرنے والے کی ہر آن اور ہر گھڑی یہ تمنا رہتی ہے کہ کسی طرح جلد از جلد اللہ تعالیٰ کی ذات سے واصل ہو جائے - اور اس وصل کے حصول کے لئے وہ عاشق طرح طرح کے مجاہدے اور طرح طرح ریاضتیں کرتا رہتا ہے -

عشق کو انتہائے محبت ہی کہا جا سکتا ہے۔ اور اس انتہائے محبت کا تقاضہ یہی ہے کہ طرفین کے درمیان تمام حائل حجابات اور پردے اٹھ جائیں تاکہ محبوب کا دیدار بالمشافہ حاصل ہو جائے۔ اور پھر محبوب کی ذات سے واصل ہو جائے۔ نیز واضح رہے کہ عشق دو دھاری تلوار ہے۔ یہ جس طرح عاشق کو مجروح کرتی ہے اسی طرح معشوق کو بھی گھائل کرتی ہے۔ کسی نے اس موضوع پر یہ شعر خوب کہا ہے:۔

ہے عشق میں مزا جب [illegible] بھی ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی!

اور یہ بات بھی مسلّمہ ہے کہ عشق ننگ و نام۔ حاکم و محکوم اور امیر و غریب کی تفریق نہیں رکھتا۔ اسی سلسلے میں حضرت جامی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:۔

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی
کہ درین راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

اور جب عشق حدِ کمال کو پہنچ کر یہ صورت اختیار کر لیتا ہے کہ فریقین کے درمیان ننگ و نام۔ حاکم و محکوم اور امیر و غریب کی تفریق نہیں رہتی اس وقت فریقین کے درمیان گفتگو میل جول اور معاملات میں

یک رنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور فریقین میں کسی قسم کا تکلف یا حجاب نہیں رہتا۔ میرے خیال میں یہی صورتِ حال خدا اور بندے کے درمیان بھی انتہائے عشق کے مرحلے پر ہو جاتی ہے۔ اہلِ تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ اگر بندہ خدا کو ایک مرتبہ پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب میں اپنے بندے کو دس بار پکارتا ہے۔ اب فرمائیے جب کوئی بندہ خدا کے عشق میں ہمہ وقت اُسے پکارتا ہو یا ہمہ وقت اس کے تصور میں رہتا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس بندے کو اس عشق کا جواب ہمہ وقت کیوں نہ ملتا ہوگا۔ اور جب عشق اِس پکار اور تصورات کی حدود سے آگے بڑھ کر کیفیات اور مشاہدات کے مقام پر پہنچتا ہے تو فریقین کے درمیان سے بے شمار حجابات کیوں نہ اُٹھ جاتے ہوں گے مگر عشق کا ٹھہراؤ کیفیات اور مشاہدات سے آگے بھی مقامات آتے ہیں۔ اب غور فرمائیے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے عشق میں محو و فنا ہو کر آخری مقام پر پہنچ جاتا ہے تو فریقین کے درمیان بے تکلفی اور بے حجابی کا کیا عالم ہوگا۔ اور یہ بندہ اُس بے تکلفی اور بے حجابی کے انوار و اجلال کو کس طرح برداشت کرتا ہوگا۔ اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بندہ اس انسانی جسم و ہیئت کے ساتھ ایسے مقام بے تکلفی اور بے حجابی پر نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ عشق ایک ایسی بے پناہ

قوت ہے جو اُسے زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر لے جاتی ہے اور پھر آسمانوں سے اُتار کر اللہ تعالیٰ کے حسن و انوار کے ارفع و بلند ترین مقام پر پہنچا دیتی۔ موجودہ سائنسی دور میں دیکھئے کہ کس طرح ایک راکٹ میزائل کو اٹھا کر چاند کے قریب لاکھوں میل کے فاصلے پر لے جاتا ہے۔ یہ عشق بھی بندہ کو راکٹ کی طرح زمین سے اٹھا کر آسمانوں میں لے جاتا ہے اور آسمانوں سے اُتارتا ہوا اللہ تعالیٰ کے تجمل اجلال کے انتہائی منطقے میں پہنچا دیتا ہے۔ ہمارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائے عشق کی قوت اس مقدار سے حاصل تھی کہ آں حضورؐ چشم زدن میں زمین سے لیکر ساتوں آسمانوں سے گذر کر لامکاں میں داخل ہوئے اور واپس تشریف لے آئے۔ واضح رہے کہ عشق کے آخری مقام پر پہنچ کر جو کچھ یہ بندہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرمودے کی حیثیت میں آجاتا ہے۔ شاید اسی مقام کے لئے علامہ اقبال علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے:۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

میں نے یہ جو کچھ بیان کیا ہے۔ یہ میرا اپنا خیال ہے اور خدا
جانے کہاں تک درست ہے۔ جب میں اس بندے کے مقام پر
غور کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے روزِ اول اس بندے کے سامنے
جملہ ملائک کو سربسجود ہونے کا حکم فرمایا تھا۔ اور اسے اپنا خلیفہ
بھی قرار دیا تھا۔ نیز احادیث کا یہ فرمودہ کہ جس نے اپنے نفس
کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اور کہ جب یہ
بندہ اپنے خدا کے عشق میں ہمہ تن فنا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس
کی آنکھیں بن جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ
اس کی زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ
اس کے قدم بن جاتا ہے۔ جن سے وہ چلتا ہے تو میں اس نتیجے پر
پہنچتا ہوں کہ عشق کی تخلیق اس انسان کے لئے ہی کی گئی ہے اور
جب عشق انسان کے لئے ہے۔ تو انسان کو وہ مقام کیوں نہ حاصل
ہو جو عشق کا خاصہ ہے اور اس کے لئے لازم و ملزوم ہے۔ یعنی
اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے اتصال۔ اور یہ وہ
مقام ہے جس سے آگے کوئی اور مقام نہیں۔

کتبہ: گدائے دربار قاضی محمد شریف گوجرانوالہ عفی عنہ
(مطبوعہ: اشرف پریس لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

دربار قادری

مصنفہ

محمود علی المتخلص مائل کرنالی پنشنر ہیڈ کلرک گوجرانوالہ

غوثیہ مکتب خانہ لاہور

1958ء